یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

غدیر سے کربلا تک
تاریخ اسلام کے پچاس سال ۱۱ھ تا ۶۱ھ
خطیب اکبر
عالی جناب مولانا
مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ
چیئرمین شیعہ کونسل آف انڈیا لکھنؤ
Presented by www.ziaraat.com
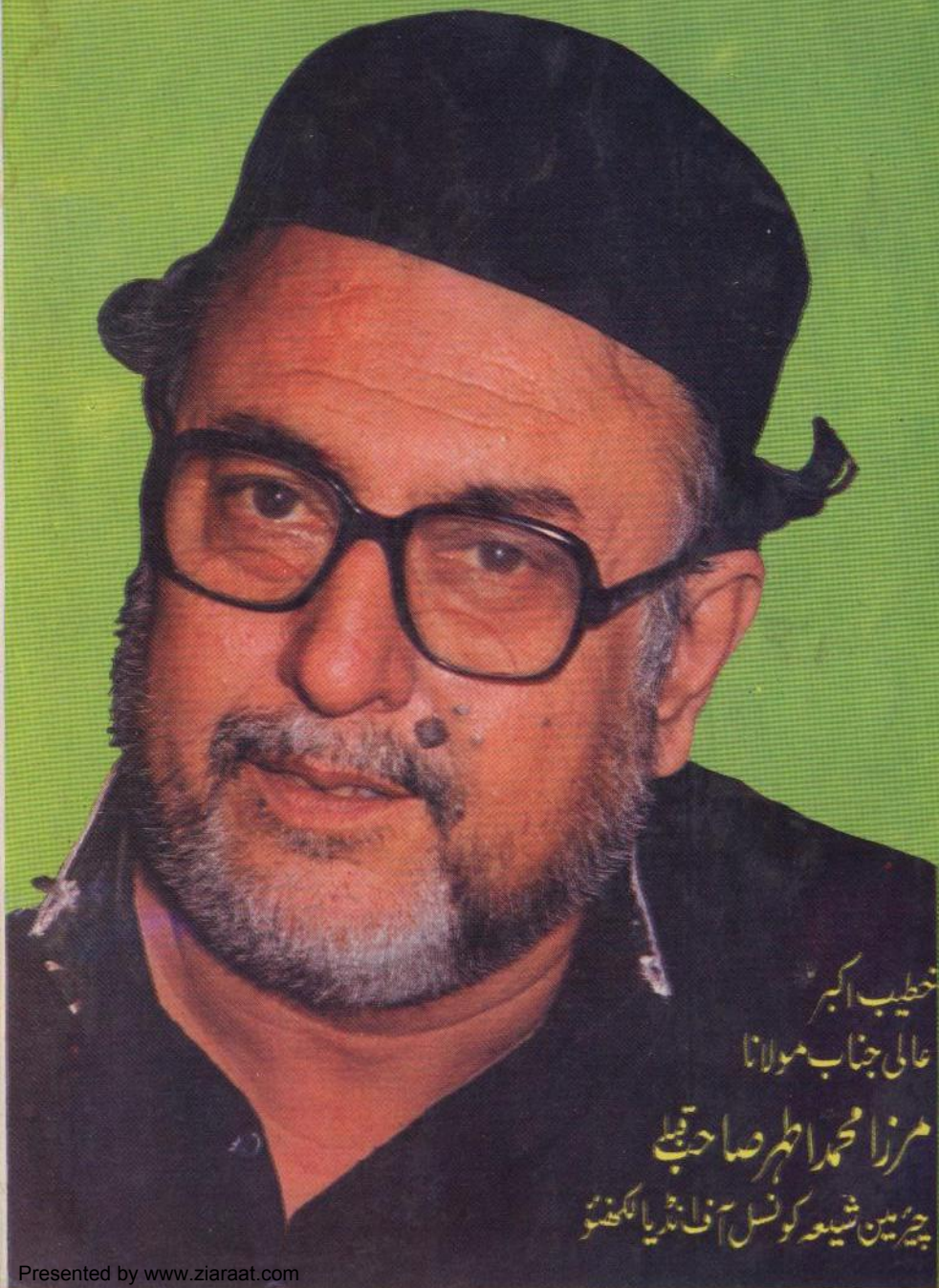
○ نام کتاب :- غدیر سے کربلا تک

○ مصنف :- مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ

○ اشاعت کا سال :- جون ١٩٩٣ء

○ تعداد :- ایک ہزار

○ ناشر :- حیدری کتب خانہ - بمبئی

○ ہدیہ :- ٣٠/- روپئے

زیر اہتمام

مولانا علی اصغر حیدری - انجم حیدری

ناشر

حیدری کتب خانہ

١٥/١٤ مرزا علی اسٹریٹ امام باڑہ روڈ بمبئی ٤٠٠٠٠٩

بسمہٖ سبحانہٗ

اپنی بات

زیر نظر "مجموعۂ تقاریر" خطیب اکبر عالیجناب مولانا مرزا محمد اطہر صاحب قبلہ کی ان معرکۃ الآرا تقاریر کا مجموعہ ہے جو سرکار موصوف نے محرم الحرام ١٤١١ھ میں مغل مسجد بمبئی میں یکم تا دس محرم الحرام تک خطاب فرمائیں جس کا موضوع ہے "تاریخ اسلام کے پچاس سال" یعنی غدیر سے کربلا تک"

ان مجالس میں ولایتِ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ساتھ ساتھ، حقوق اہل بیت معرفت و اطاعت، ادائے اجرِ رسالت اور اتحاد بین المسلمین پر زور دیا ہے۔

ان مجالس میں قارئین کو وفاتِ رسول سے لیکر خلافت راشدہ اور دورِ خلافتِ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے روشن باب نظر آئیں گے" آپ کے دور قضایا، سادہ مزاجی اور رعایا کے ہمراہ سلوک اور اپنے گورنروں کو ہدایتیں گویا کہ ان دس مجالس میں موصوف نے اتنے مضامین سمیٹے ہیں کہ جیسے کوزے میں سمندر سمیٹ دیا ہو۔

یہ موضوع جو قارئین کے زیر نظر مجالس کی شکل میں ہے یہ اس دور کی یاد دلاتا ہے جہاں سے مسلمانوں میں اختلافات شروع ہوئے اور آج تک باقی ہیں۔ مگر مولانا موصوف نے اپنی شیریں بیانی سے ایسے حل کر دیا کہ ہر مذہب وملت کا انسان اسے سن سکے اور پڑھ سکے" مثلاً مولانا نے اپنے موضوع سے متعلق ایسی بات پیش کی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مولانا موصوف کو اتحاد کا کتنا پاس ولحاظ ہے اور وہ یہ کہ" انہیں مجالس میں فرماتے ہیں۔

"میں نے تاریخ اسلام کے اس دور کو اپنا سرنامۂ سخن قرار دیا ہے کہ جہاں عقیدتوں کے سینکڑوں چراغ روشن ہیں، لہٰذا یہ بھی ملحوظ رکھنا ہے کہ میرے دامن کی ہوا سے کسی کی عقیدت کا چراغ بجھنے بھی نہ پائے اور کسی کے چراغ سے اپنا دامن جلنے بھی نہ پائے"

ایسے نازک مراحل سے گذر کر بین الاقوامی سطح پر مجالس کو خطاب کرنا دورِ حاضر میں بڑی جرأت وہمت کا کام ہے۔ مگر مولانا موصوف نے ان سب مراحل کو ہیچ جانا۔

عرصہ سے مومنین اور قارئین کی فرمائشیں آرہی تھیں کہ مولانا موصوف کا مجموعۂ تقاریر شائع ہو۔ میں نے بارہا مولانا موصوف سے کہا مگر انھوں نے اپنی مصروفیاتِ وقت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ جواب دیا کہ، ایک تقریر کو تحریر میں لاکر مطالب کو بیان کرنا دشوار ہے۔ دریں اثناء عزیزم مولانا علی اصغر حیدری صاحب جلالپوری نے یہ ذمہ داری قبول کرلی اور کہا کہ میں اس کام کو انجام دونگا۔ لہٰذا جب سرکار خطیب اکبر سے پوچھا گیا کہ کون سا مجموعۂ ترتیب دیا جائے تو انھوں نے انہیں مجالس کا انتخاب کیا، اور مولانا حیدری صاحب نے شب وروز محنت کرکے نہ صرف عشرہ کو قلمبند کیا بلکہ اس کو کتابی شکل دیدی۔

بارگاہِ خداوندی میں دعاگو ہوں کہ بطفیل سرکار سیّد الشہدائؑ خطیب اکبر مدظلہ کو عمر خضر عطا فرمائے اور یہ آفتاب خطابت اُفق ذاکری سے ہمیشہ ضیا پاشیاں کرتا رہے" آمین! اُمید ہے کہ قارئین اس نادر مجموعہ کو پسند فرمائیں گے اور اپنی قیمتی آراء سے نوازیں گے۔

والسلام

خاکپائے بوتراب

سیّد اظہار حسین حیدری

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَحَبِیبِنَا مَولَانَا اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍؐ وَعَلٰی اٰھلِبَیتِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ، اَمَّا بَعدُ فَقَد قَالَ اللّٰہُ فِی کِتَابِہِ المَجِید وَقَولُہُ الحَقُّ" اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَام"

خداوندِ عالم قرآن مجید میں ارشاد فرمارہا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، عزیزانِ محترم ہم اسلام کے ماننے والے، اور عقائدِ اسلامی کے قبول کرنے والے لوگ ہیں، اسلام کو ہم نے ذریعۂ نجات اور آخرت کا سہارا تسلیم کرکے قبول کیا ہے، اور اپنے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہم اسلام کو سمجھیں۔ اور اسلام کے متعلق پوری معلومات حاصل کریں، یہ سال جو آج یا کل تمام ہوجائے گا، اس کی اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے، سنہ [illegible]ھ اسلام کی تاریخ میں اس لئے اہم ہے کہ سنہ [illegible]ھ میں اسلام مکمل ہوا ہے، کہاں سے اس کا آغاز ہوا ہم نہیں بتا سکتے۔ اس لئے کہ اس وقت عقل وشعورِ انسانی میں سنہ کا شمار نہیں تھا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ مذہب کی تاریخ کے اعتبار سے کہ حضرت آدمؑ پہلے نبی تھے جو دین کا پیغام لیکے اللہ کی طرف سے آئے تھے، اب اس کو کتنا زمانہ ہوا، کتنے ہزار برس ہوئے، کتنے لاکھ برس ہوئے کتنا دور گذرا یہ تحقیق کرنا اور بتانا ذرا مشکل کام

ہے، یہ ہم نہ بتا پائیں گے، لیکن آج کے ہزاروں سال پہلے، بہت پہلے، جس وقت
اس دنیا کی ابتداء ہوئی ہے، اس وقت اللہ کا پہلا نبی جو پہلا انسان بھی تھا
اس وقت وہ اللہ کا نبی بن کے اللہ کا پیغام لیکے آیا تھا، اور جب سے انسانیت
کا آغاز ہوا اس وقت سے اللہ کے پیغام کا بھی آغاز ہوا، اللہ نے رہبر کو پہلے
بھیج دیا۔ اس کے بعد ہدایت کے پانے والے آئے۔

مذہب ہم کو یہ بتاتا ہے کہ پہلے انسان حضرت آدمؑ تھے، جو خالی انسان
ہی نہیں تھے بلکہ پہلے نبی بھی تھے، تو سب سے پہلے دنیا میں رہبر آئے پھر رہرو
آئے، یعنی راستہ چلنے والے پہلے آئے اور راستہ بتانے والا بعد میں آیا۔۔؟
نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ پہلے راستہ بتانے والا آیا، بعد میں راستہ چلنے والے
آئے، اور اس کے بعد سے آجتک ہدایت اور دین کا سلسلہ قائم ہے، اور آج کے
چودہ سو برس پہلے جو نبی آیا وہ آخری نبی تھا، جو پیغام آیا وہ آخری پیغام تھا،
جو شریعت آئی وہ آخری شریعت تھی، آج پہلی مجلس میں، میں باتوں باتوں
میں ایک بات اور کلیئر کردوں، ہم سب لوگ کیوں کہ عربی زبان سے واقف
نہیں ہیں، ہماری زبان عربی نہیں ہے، اس لئے ہم بہت سے لفظوں میں
کنفیوز ہو جاتے ہیں، اور اس کو صحیح نہیں سمجھ پاتے، ہماری زبان میں لفظ دین
اور لفظِ شریعت دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے، کبھی ہم دین کہتے
ہیں، کبھی ہم شریعت کہتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے، دین بڑا سرکل ہے اور شریعت
اسی دین کے اندر چھوٹا سرکل ہے۔ غور کیجئے گا میں اس پیچیدہ مسئلہ کو نکال
کے عرض کردوں تاکہ جلدی سمجھ میں آجائے، دین بڑا سرکل ہے اور شریعت
ایک چھوٹا سرکل ہے، وہ دین سے الگ نہیں ہے دین کے اندر ہی ہے،
جیسے کہ مہاراشٹرا اسٹیٹ ہندوستان کے اندر ہے، لیکن پورا ہندوستان

نہیں ہے، غور کیا آپ نے؟ مہاراشٹرا اسٹیٹ ہندوستان ہی میں ہے، ہندوستان
سے کہیں باہر نہیں ہے، یا اتر پردیش، یو، پی جسے کہتے ہیں ہم لوگ یہ ہندوستان
کے باہر کی کوئی چیز نہیں ہے ہندوستان کے اندر ہی ہے لیکن پورا ہندوستان
نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہے، ویسے ہی شریعت دین سے الگ کوئی باہر
کی چیز نہیں ہے، دین کے اندر ہی ہے مگر سب کچھ وہی نہیں ہے کچھ اور بھی
ہے جو چیز پیغمبروں کے آنے میں بدلتی رہی وہ شریعت بدلی ہے دین نہیں
بدلا ہے، اب پھر میں مثال سے واضح کردوں۔ تاکہ جلدی سمجھ میں آجائے
دیکھئے آپ جو یہاں رہتے ہیں ہم لکھنؤ میں رہتے ہیں، آپ بمبئی میں رہتے ہیں
ہمارے اوپر دو حکومتیں ہیں، دو گورمنٹیں ہیں، ایک نہیں ہے ایک سنٹرل گورمنٹ
کے قاعدے قانون ہیں جو ہم پر لاگو ہوتے ہیں۔ اور ایک پراونسیل گورمنٹ
کے قانون ہیں، جو ہم پر لاگو ہوتے ہیں کچھ قاعدے قانون ایسے ہیں جو سنٹرل
گورمنٹ کے قاعدے قانون ہیں، اور کچھ قانون ایسے ہیں جو پراونسیل گورمنٹ
کے قاعدے قانون ہیں، تو پراونسیل گورمنٹ کے جو قانون ہیں وہ ہو سکتا
ہے کہ مہاراشٹرا گورمنٹ نے کوئی بات کمپلسری رکھی ہو۔ اور یو۔ پی گورمنٹ نے نہ
رکھی ہو۔ تو جب مہاراشٹرا میں آئیں گے تو یہ ماننا پڑیگی۔ اور جب ہم یو۔ پی چلے
جائیں گے تو وہ ماننا پڑیگی، لیکن سنٹرل گورمنٹ کے جو قانون ہیں، چاہے
یو پی میں ہوں۔ بہار میں، مہاراشٹرا میں گجرات میں، بنگال میں، آندھرا پردیش
میں کرناٹک میں ہوں کہیں بھی ہوں یہ قاعدے قانون ہم کو ہر جگہ ماننا پڑیں
گے، ایسے ہی ایک چیز ہے دین جو آدمؑ سے لیکر سرورِ کائناتؐ تک کہیں نہیں بدلا،
وہ ایک ہی رہا سب پیغمبروں نے وہی بات کہی، ایک چیز ہے شریعت، شریعت
جو ہے اس میں تھوڑی بہت تبدیلی انسانی ضروریات کے مطابق ہوتی رہیں اب

آپ کہیں گے کہ یہ شریعت ہے کیا چیز؟ تو عبادتوں کی ترکیبات جو ہیں وہ شریعت میں آتے ہیں۔ نماز رہی ہے ہر زمانے میں لیکن کس ٹائم میں ہے، کتنی رکعت ہے، کس وقت ہے؟ تو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں اور تھا، حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں کچھ اور تھا، حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں شریعت کچھ اور رہی نماز وہی نماز ایک ہی رہی ہر زمانے میں، لیکن دو رکعت کس وقت چار رکعت کس وقت، میت کی نماز کیسے، جمعہ کی نماز کیسے؟ اس میں ذرا ذرا سی تبدیلی ہوتی رہی، روزہ اسی طرح پہلے بھی تھا ایسا نہیں ہے کہ پہلے روزہ نہیں تھا، روزہ پہلے بھی تھا، لیکن سال بھر روزے رکھے جائیں، کہ چھ مہینے روزے رکھے جائیں کہ سال میں تیس روزے رکھے جائیں، اور وہ مسلسل رکھے جائیں یا الگ الگ رکھے جائیں؟ اس کے اندر تبدیلی ہوتی رہی اسی طرح سے سزائیں تعزیرات کس جرم کی کیا سزا ہے، کون سی چیز کہاں پہ حلال ہے کہاں پہ حرام ہے، بنی اسرائیل کے زمانے میں ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرنا حرام تھا، اور اب نہیں ہے کوئی پابندی اس طرح کی تو اس طرح سے شریعت جو ہے وہ احکام اسلامی کے جزئیات ہیں اور دین جو ہے وہ ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ یہ سال جو ہے سنہ ۱۴۱۰ھ وہ اس لئے اہم ہے اس لئے امپارٹنٹ ہے کہ وہ دین جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا وہ اس سال جا کے مکمل ہوا ہے اور دین کو مکمل ہوئے اس سال چودہ سو سال ۱۴۰۰ پورے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہم کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اس بات کا احساس ہونا چاہیئے کہ جس دین کو ہم مانتے ہیں وہ آج سے چودہ سو ۱۴۰۰ سال پہلے اسی سال میں مکمل ہوا تھا، لٰہذا آج پہلی شب کچھ جملے اس کے متعلق، اور اس کے بعد میں اپنے اس سبجیکٹ کا انٹروڈکشن کروں گا۔ جو کچھ مجھے اس سال پڑھنا ہے۔ تو پہلے دین کے مکمل ہونے کی بات کر لیجیے، اور اس کے بعد پھر ہم آگے کی

بات کریں گے، کیونکہ دین سنہ ۱۰ھ میں مکمل ہوا، اور سنہ ۱۰ھ میں یہ آیت نازل ہوئی، کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ آج کے دن ہم نے اَلْیَوْمَ، آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا ہے، آج کے دن کامل ہوا۔ تو آج کے دن جو کہا یہ سنہ ۱۰ھ میں تھا، تو بس ایک بات غور کر لیجیے کہ دین میں آج کون سی چیز کا اضافہ ہوا ہے، کون سی چیز آج ایڈ ہوئی ہے اس لئے کہ دو چیزیں ہیں ایک کا نام اصولِ دین ہے، ایک کا نام فروعِ دین ہے، میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جو چیز بدلی ہے وہ شریعت ہے، اور دین نہیں بدلا ہے، قرآن کہہ رہا ہے کہ آج ہم نے دین کو مکمل کیا ہے، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ، آج ہم نے تمہارا دین کامل کیا ہے شریعت نہیں، تو ذرا سا خالی سن نہیں لینا چاہیئے بلکہ اس پر دماغ بھی لگانا چاہیئے، اور یہ سوچنا چاہیئے کہ دین میں کیا کیا چیزیں پہلے سے تھیں، اس لئے کہ جو چیز مکمل ہوتی ہے تو جب اس میں کوئی نئی چیز شامل ہوتی ہے تو مکمل ہوتی ہے بھئی غور کیجیے آپ کہ کوئی چیز جب نامکمل ہوگی تو مکمل کیسے ہوگی؟ یا کوئی چیز اس کے اندر ایڈ کیجائے شامل کیجائے گی تب تو کمپلیٹ ہوگی؟ ورنہ اگر پہلے سے دس چیزیں ہیں اور کوئی گیارہویں چیز اس میں آپ نے نہیں لگائی تو آپ کہیں گے کہ یہ چیزیں تو کل بھی تھیں، تکمیل کیلئے تو کوئی نئی چیز ہونی چاہیئے تب تو مکمل ہوگی، ہے نا؟۔ تو اب چلئے دھیرے دھیرے سروے کریں کہ دین ہے کیا؟ کیا کیا چیزیں دین ہیں، تو اس کیلئے ہمیں بچپنے ہی میں یاد کرائے گئے تھے اصولِ دین اور فروعِ دین، اصولِ دین پانچ باتیں بتائی گئیں، اصولِ دین میں جو چیز پہلے سمجھائی گئی تھی وہ یہ بھی کہ اول توحید یعنی اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، سب سے پہلے یہ اصولِ دین میں بتائی

گئی تھی کہ یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ ایک ہے اور کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے وہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ ہے، تو یہ بات کب سے بتائی جاتی رہی؟ یہ بات تو حضرت آدمؑ نے بتائی تھی کہ اللہ ایک ہے، حضرت ابراہیم نے بتائی تھی کہ اللہ ایک ہے کون پیغمبر ایسا تھا کہ جس نے یہ بات نہ بتائی ہو کہ اللہ ایک ہے؟ پہلے توحید کو سمجھایا اس کے بعد پھر اور کوئی بات بتائی گئی، تو چلئے توحید تو پہلے سے تھی سنہ ۱۰ ہجری میں توحید کی تبلیغ نہیں ہوئی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ تبلیغ توحید سے دین مکمل ہوا ہے تو یہ کام سنہ ۱۰ ہجری میں نہیں ہوا ہے، یہ حضور کے پہلے جو نبی گذرے ہیں وہ بھی توحید کی تعلیم دیتے رہے، غور فرمایا آپ نے؟ اب آئیے عدل یعنی اللہ عادل ہے، تو اگر اللہ عادل نہیں ہوگا تو کوئی گارنٹی کوئی سیکورٹی کسی بات کی ہے ہی نہیں، دیکھئے میں نے کہا فلاں صاحب اگلے مہینے اپنی آفس کے سب سے بڑے ہو جائیں گے،

کیونکہ ان کا سینئر جو ہے وہ اگلے مہینے ریٹائر ہو رہا ہے، تو اب وہ امید کر رہے ہیں کہ اب اگلے مہینے اگست سے اس کرسی پر میں بیٹھوں گا، اور آج جس کا اپائنٹمنٹ ہو رہا ہے وہ امید نہیں کر سکتا، اسے حق بھی نہیں ہے، یہ سب کچھ انصاف کے تحت ہے ورنہ اگر جو ابھی مقرر کیا گیا ہے، جس کی تقرری آج ہوئی ہے، وہ جا کے اس کرسی پر بیٹھ جائے اور کہے کہ یہ میرا حق ہے، تو جو یہ سیکورٹی ہے ہر ایک کیلئے یہ قانون اور انصاف کی بنیاد پر ہے، میں اپنے گھر میں رہتا ہوں، گھر میں نے بنایا آپ طاقتور تھے آپ نے مجھے گھر سے نکال دیا اور قبضہ کر لیا، تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ گھر میں نے خریدا ہے لہٰذا میں رہوں اس جگہ پر جو خالی ہو رہی ہے میں سینئر ہوں لہٰذا انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ میں بیٹھوں، تو دنیا کا ہر کام انصاف کی بنیاد پر چل رہا ہے، اگر انصاف نہ

رہے دنیا میں تو پوری دنیا الٹ پھیر ہو جائیگی نہیں چل سکتی انصاف کے سہارے چل رہی ہے، تو جو دنیا کا سب سے بڑا، اور دنیا کا خالق ہے اگر اسی میں انصاف نہ ہو تو کیا گارنٹی ہے کہ آپ زندگی بھر نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، خیرات کریں اور قیامت کے دن اس کا موڈ خراب ہو جائے اور کہے ڈال دو اسے جہنم میں تو انصاف چاہیئے نا؟ انہوں نے کہا صاحب نمازی ہے روزے دار ہے اس نے گناہ نہیں کئے ہیں، کہا کچھ نہیں ہم یہی کہتے ہیں کہ ڈال دو اسے جہنم میں، اور وہ جناب پکا چور، بدمعاش، جواری، شرابی، ظالم، قاتل اور کہا اس کو ڈال دو جنت میں، تو دنیا کی کوئی چیز ہی نہ رہ جائے گی اگر انصاف نہ ہو نہ کہیں عمل کی گارنٹی رہے نہ کسی پر بھروسہ رہے،

لہٰذا عدل ہر نبی نے بتایا، کسی نبی نے یہ نہیں کہا کہ اللہ عادل نہیں ہے، جناب آدمؑ نے کہا اللہ عادل ہے، جناب نوحؑ نے کہا اللہ عادل ہے، حضورؐ نے بھی کہا کہ اللہ عادل ہے، لہٰذا سنہ ۱۰ ہجری میں عقیدۂ عدالت بھی نہیں شامل ہوا، جو کہا جائے کہ اللہ کی عدالت کے ذریعہ دین مکمل ہوا، اچھا جناب اب آیئے نبوت، تو نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے، تو جہاں سے نبی چل رہے ہیں وہیں سے عقیدۂ نبوت بھی چل رہا ہے،

لہٰذا آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ نبوت سنہ ۱۰ ہجری میں شامل ہوئی تو دین مکمل ہوا۔ یا قیامت تو ہر نبی نے قیامت کی تبلیغ کی، کس نبی نے نہیں بتایا؟ حضورؐ نے نہیں بتایا، مکے میں جو سورے نازل ہوئے ہیں اس میں قیامت کے تذکرے موجود ہیں۔ آپ اٹھا کر دیکھ لیں قرآن اور ایک جگہ نہیں بیسوں پچاسیوں جگہ موجود ہے قیامت کا تذکرہ، تو اگر قیامت کا تذکرہ بھی سنہ ۱۰ ہجری میں نہیں شامل ہوا، اگر عقیدۂ قیامت سے تکمیل دین نہیں ہوئی اور اس عقیدے

کے شامل کیئے جانے پر بھی دین مکمل نہیں ہوا، تو اب آیئے یہ تو اصولِ دین ہو گئے؟ اچھا فروعِ دین کی بھی اہمیت کم نہیں ہے۔ وہ بھی بہت اہم ہے چلیئے اس کو بھی سروے کر لیں، ہو سکتا ہے ۱۰ ہجری میں فروعِ دین میں سے کوئی چیز شامل کی گئی ہو؟

جسکی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی ہو کہ آج ہم نے دین کامل کر دیا۔ تو فروعِ دین میں سب سے اوّل نماز جی، نماز کی بہت اہمیت ہے، اور نماز بہت بڑا حکم اور بہت بڑی عبادت ہے اسلام میں، مگر ہمیں پتہ لگا کہ نماز حضورِ سرورِ کائنات سے پہلے سے تھی، دوسری امّتوں پہ نماز تھی، اس کے ثبوت ہمیں ملے دیکھیے، اور ثبوت ملے ہوں نہ ملے ہوں قرآن مجید میں آیت ملی ہے، جناب عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی کہا کہ "مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی گئی جب تک میں زندہ رہوں، تو حضورؐ کے پیدا ہونے میں ابھی پانچ سو برس باقی ہیں، اور عیسیٰؑ کہہ رہے ہیں کہ مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیّت کی گئی ہے، تو کہہ انسے رہے ہیں جو قوم والے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب عیسیٰؑ کے آنے سے پہلے نماز اور زکوٰۃ تھی، غور فرمایا آپ نے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب موسیٰؑ کے زمانے میں بھی نماز اور زکوٰۃ تھی، تو چلیئے قرآن سے ثبوت مل گیا کہ نماز بھی وہی پرانی چیز تھی اور ساتھ ہی زکوٰۃ کا معاملہ بھی طے ہو گیا کہ زکوٰۃ بھی وہی پرانی چیز ہے، روزہ بھی بہت بڑی عبادت ہے شاید ۱۰ ہجری میں یہی شامل ہوا ہو دین میں، ارے انھوں نے کہا کہ کیسی بات کرتے ہیں آپ؟ قرآن میں یہ آیت موجود ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ، اے ایمان لانے والو تم پر روزے لکھ دیئے گئے بلکہ اسی طرح جیسے تم سے پہلے کی اُمّتوں پر لکھے گئے تھے، تو اس کا مطلب یہ ہے

کہ روزہ ہم سے پہلے کی اُمتوں پہ بھی تھا، تو ۱۰ ہجری میں وہ بھی شامل نہیں ہوا، اچھا ہو سکتا ہے کہ حج شامل ہوا ہو ۱۰ ہجری میں؟ تو حج کا حکم جو ہے وہ حضرتِ ابراہیمؑ کے زمانے سے ہے۔ ان کی تمام یادگاریں جو ہیں وہ حج میں موجود ہیں، لھذا حج بھی ۱۰ ہجری میں شامل نہیں ہوا یہ بھی سینکڑوں برس سے چلا آ رہا ہے، اچھا ہو سکتا ہے جہاد شامل ہوا ہو۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ کیا بات کرتے ہیں جہاد شامل ہوا ہو؟ ارے اس آیت کے اترنے سے پہلے بدر و اُحد خیبر و خندق جیسے جہاد ہو چکے تھے، اور جہاد تو حضورِ سرورِ کائنات کے پہلے سے ہے، بنی اسرائیل کے تذکرے میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ دعا کرو کہ ہمارا کوئی پیغمبر بادشاہ بنے تا کہ ہم اس کے سہارے جہاد کریں، اور جناب طالوت کو بادشاہ بنایا گیا، جناب داؤدؑ جناب سلیمانؑ کے والد جو نبی تھے انھوں نے جہاد کیا، تو جہاد بھی تو بہت پہلے سے اسلام میں چلا آ رہا ہے، تو کبھی سوچیئے تو سہی کہ پھر وہ کون سی چیز دین میں شامل ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے دین مکمل ہوا، ارے بھائی سارا اسلام، میں نے آپکو اصولِ دین فروعِ دین سنا دیئے توحید پہلے سے موجود، عدل پہلے سے موجود، نبوّت پہلے سے موجود، قیامت پہلے سے موجود، نماز پہلے سے موجود، روزہ پہلے سے موجود، حج پہلے سے موجود، زکوٰۃ پہلے سے موجود، جہاد پہلے سے موجود، سب کچھ تو پہلے سے موجود پھر یہ کون سی چیز شامل ہوئی ہے کہ جو کامل ہوا اسلام؟ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ ایک طرف تو دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے دوسری طرف دین جو ہے وہ سارا پہلے سے موجود ہے، قرآن کہہ رہا ہے، "اَلْیَوْمَ" آج کے دن ہم نے دین اسلام کو مکمل کیا ہے، تو تاریخ سے پوچھئے تو کہ کون سی شے شامل ہوئی ہے جو آج دین مکمل ہوا

ہے؟ اب جو تاریخ سے پوچھا جاتا ہے تو تاریخ بولتی ہے کہ اسلام اعلانِ ولایت
حیدرِ کرار سے مکمل ہوا ہے'' ''صلوات'' امامت شامل ہوئی ہے سنہ ۱۰ ھ
میں امامت شامل کی گئی ہے۔ ولایت شامل ہوئی ہے اس لئے دین مکمل
ہوا ہے'' اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' آج ہم نے تمہارا دین مکمل کیا
ہے تو یہ آج کے دن جو شئے شامل ہوئی ہے اس کا نام ہے امامت'' اور
اللہ کہہ رہا ہے، رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ہم نے تمہارے دین اسلام
کو، دین پسندیدہ قرار دیا، اب جو امامت شامل ہوئی اب اللہ کو پسند آیا یہ مکمل
گلدستہ، جس کے اندر سب رنگوں کا پھول شامل ہو گیا'' صلوات'' اب اس
کے اندر، میں چونکہ اکثر کہا کرتا ہوں کہ ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے، اسلام
کی پوری داستان عربی میں ہے، لہٰذا بہت سی لفظیں سمجھنے میں ہمیں
زحمت ہوتی ہے، ایک چیز کا نام ہے امامت، ایک چیز کا نام ہے رسالت
ایک چیز کا نام ہے خلافت ایک چیز کا نام ہے ولایت، یہ سب لفظیں استعمال
ہوتی رہی ہیں، یہ سب عہدے ہیں رسالت بھی عہدہ ہے امامت بھی عہدہ
ہے، خلافت بھی عہدہ ہے نبوّت بھی عہدہ ہے ولایت بھی عہدہ ہے، آپ
کہیں گے کہ یہ کیسے کہہ دیا آپ نے؟ تو میں نے نہیں کہا قرآن کہہ رہا ہے کہ
یہ منصب ہے عہدہ ہے۔ لیکن ان میں سب سے بڑا عہدہ ولایت ہے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ رسالت بھی بہت بڑا عہدہ ہے۔ نبوّت بھی بہت بڑا
عہدہ ہے۔ امامت بھی بہت بڑا عہدہ ہے، خلافت بھی بہت بڑا عہدہ
ہے، لیکن آپ اللہ کو خلیفہ کہئے تو کافر، اللہ کو امام کہئے تو کافر، اللہ کو نبی کہئے
تو کافر، اللہ کو رسول کہئے تو کافر، اللہ کی شان کے مطابق نہ نبوّت ہے نہ امامت
ہے نہ خلافت ہے نہ رسالت ہے مگر ولایت اللہ کے قبضے میں بھی ہے، ''صلوات''

اللہ کو آپ نبی کہہ کے دیکھئے، اللہ کو آپ امام کہہ کے دیکھئے، اللہ کو آپ خلیفہ کہہ
کے دیکھئے، تو اللہ ولی ہے، اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ہ،
تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے، اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں
زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ رکوع کرتے ہوئے ہوتے ہیں'' تو اللہ ولی ہے
یہی ولایت اتھارٹی دیتی ہے۔ حق دیتی ہے نبوّت کرنے کا یا امامت کرنے
کا، اسی ولایت کی وجہ سے، یہ ولایت ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر
حاکم بنتا ہے۔ غور فرمایا آپ نے کہ یہ ولایت ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو
ڈائرکشن دیتا ہے کہ اُدھر نہ جاؤ، وہاں نہ جاؤ یہ نہ کرو وہ نہ کرو، تو اس سال
کے عشرہ میں میں نے اس آیۃ کریمہ کا انتخاب کیا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک
اسلام ہے، کیوں؟ اسلئے کہ ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں اسلام کو پورے طریقے
سے سمجھنا ہے، بات یہ آئی کہ اگر سب مل کے ایک ہی بات کہہ رہے ہوتے'' تو
جو سب کہہ رہے ہوتے ان کی آواز میں ہم بھی آواز ملاتے اور وہی کہنے لگتے
مگر لفظ اسلام کی توضیح و تشریح، یعنی اگر ایک جگہ پر دس بیس آدمی بیٹھے ہوں
تو جب ان سے پوچھا جائے کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ کہیں گے ہم مسلمان ہیں
لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت آئے گا تو ان کا طریقہ بھی ایک نہ ملیگا
اپنے عقیدے کے اظہار کی بات آئے گی تو الگ الگ عقیدوں کا اظہار ہوگا۔
ایک فاتحہ پڑھ رہا ہے دوسرا اس کی مخالفت کر رہا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے
کہ اسلام تو ایک ہے مگر تشریح و توضیح اسلام میں فرق ہو گیا۔ سب نے اپنے
اپنے عقیدے اپنے اپنے علم اور اپنی اپنی فکر فہم کے مطابق اسلام کی تشریح
کی جس کی وجہ سے ایک اسلام میں فرق ہو گیا۔ اور اختلاف ہو گیا، تو میں نے

اس مسئلہ پر سوچنا شروع کیا۔ اور جب سوچا تو اس نتیجے پر پہونچا کہ جبتک حضور سرور کائناتؐ زندہ رہے، اس وقت تک کوئی اختلاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ رسولؐ کی موجودگی میں مسجد میں دو طرح سے نمازیں پڑھی گئی ہوں، عقل کہتی ہے ایسا نہیں ہوا ہوگا، حضورؐ کی موجودگی میں افطار کے وقت میں فرق آیا ہو، عقل کہتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا، ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی اختلاف ہوا ہو، مگر جب حضورؐ کے پاس آئے ہوں گے تو انھوں نے جواب دیدیا ہوگا، اور وہ ختم ہوگیا ہوگا۔ اور پھر اسی طریقے پر آگئے ہوں گے، لیکن جب حضورؐ تشریف فرمانہ رہے ہوں گے دنیا میں تو جس مسلمان کو جیسا یاد رہا ہوگا، انھوں نے ویسا بتایا، غور کیا آپ نے؟ جس مسلمان کو جیسا یاد رہا ہوگا انھوں نے ویسی بات بتائی، اور جس نے جس کو معتبر سمجھا اسکی بات کو مانا ہے کہ نہیں؟ جس نے جس کو معتبر سمجھا اس کی بات کو مان لیا۔ آپ نے میری بات کو معتبر سمجھا میری بات کو مان لیا، اور ان کی بات میں تھوڑا سا فرق ہوگیا، تو ہمارے اور ان کے ماننے والوں کے درمیان تھوڑا سا فرق ہوگیا، اب یہی فرق جب لمبے عرصے تک داخل رہ گئے، تو وہی مسلک بن گئے، وہی فرقے بن گئے، غور کیا آپ نے؟ تو کیا آج کی دنیا ریسرچ کی دنیا ہے معلومات حاصل کرنے کی دنیا ہے، اور نئی نئی باتیں معلوم ہو رہی ہیں آج، اور علم کے قافلے آگے بڑھ رہے ہیں

تو کیا کوئی قافلہ ایسا نہیں نکل جاتا ہے کہ جو کہے کہ ہم تحقیق کریں گے اور ریسرچ کرکے ان بنیادوں کو ڈھونڈھکے اور اتحاد کی طرف مسلمانوں کو دعوت دیں گے؟ تو اس کیلئے میں نے اس سال کی مناسبت سے اپنا جو موضوع منتخب کیا ہے، وہ ۱۱ سنہ ہجری سے ۶۱ سنہ ہجری کا سروے ہے۔ اور ۱۱ سنہ ہجری اس لئے بڑی اہم ہے کہ ۱۱ سنہ ہجری میں حضورؐ دنیا سے رخصت ہوئے، لہٰذا جو بھی اختلافات

شروع ہوئے ہوں گے وہ ۱۱ سنہ ہجری سے شروع ہوئے ہوں گے، تو اب اگر ۱۱ سنہ ہجری سے ۱۴۱۱ سنہ ہجری تک کا سروے کیا جائے تو حضور نہ میرے پاس اتنا ٹائم ہے، نہ اتنا علم ہے اور نہ اتنا پڑھا ہی ہوتا ہے کہ سال بھر کے اندر میں چودہ سو برس کا سروے کرکے لاکے آپکے سامنے رکھدوں، لہٰذا اس کے اندر میں نے ایک پیریڈ معیّن کیا ہے۔ پچاس برس "چودہ سو برس میں ساڑھے تیرہ سو برس میں نے کم کر دیئے، اس لئے ساڑھے تیرہ سو برس میں جو حالات پیدا ہوئے وہ آئینہ ہیں اس دور کا جو حضور کے بعد پہلے پیدا ہوئے،

لہٰذا میرا سروے جو ہے وہ تاریخ اسلام کے پچاس سال ہیں، وہ ۱۱ سنہ ہجری سے ۶۱ سنہ ہجری تک، یہ پچاس سال کا وقفہ ہے ۱۱ سنہ ہجری میں رسولؐ دنیا سے گئے ہیں، اور ۶۱ سنہ ہجری میں رسولؐ کا نواسہ شہید کیا گیا ہے۔ رسولؐ سے حسینؑ تک کے درمیان پچاس سال کا پیریڈ ہے۔ اسی پچاس برس کے اندر جمع قرآن بھی ہے، خلافتِ راشدہ بھی ہے، اسی پچاس برس کے اندر صلحِ حسنؑ بھی ہے، اسی پچاس برس میں شہادتِ حسینؑ بھی ہے، یعنی جو کچھ بھی ہے وہ اسی پچاس برس میں، پچاس کے بعد تو خالی جھلکیاں ہیں اسی کی جو پہلے ہوا ہے۔ غور فرمایا آپ نے؟ میں نے اس سبجیکٹ پر محنت کی ہے۔ سوچا بھی ہے کچھ، کچھ پڑھا بھی ہے۔ بہر حال جو میرا اسبجیکٹ ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ اسلام کا پیریڈ ۱۱ سنہ ہجری سے ۶۱ سنہ ہجری تک، تو خلاصہ یہ ہوگیا میری بات کا کہ ہم تاریخ اسلام کا سروے کریں گے، اس لئے کہ ۱۱ سنہ ہجری میں حضور سرورِ کائناتؐ دنیا سے رخصت ہوئے، اور آتے آتے ۶۱ سنہ ہجری میں وہ حالات پیدا ہوئے کہ رسولؐ کا نواسہ کربلا

میں شہید کر دیا گیا، لہٰذا تاریخ اسلام کے امپارٹنٹ لمحات جو ہیں وہ اسی
کے اندر ہیں۔ صحابہ کرام کا پیریڈ جو ہے وہ اسی دور میں ہے۔ تمام
عام باتیں جو ہیں وہ اسی دور میں ہی ہیں، اور حدیثیں روایتیں جو لی جاتی
ہیں وہ اسی دور سے لی جاتی ہیں۔ ہر روایت کے پہلے پہلے راوی جو ہیں
وہ اسی دور میں ملیں گے، اس کے بعد پھر دوسرے اور تیسرے راوی
ملیں گے جنہوں نے ان سے روایت کی انھوں نے ان سے روایت کی،
تو پھر بات آگے بڑھ جاتی ہے لیکن پہلا اسٹیج جو ملیگا آپ کو وہ اسی دور
کے اندر ملیگا، اس لئے کہ اس پچاس برس کے اندر جو ہیں وہ اوریجنل کورسیز
ہیں، تو یہی پچاس برس جو ہیں وہ اسلام کی تاریخ کے بڑے اہم ہیں،
تو یہی سروے ہو جائے تاکہ پتہ چل جائے کہ اسلامی حقانیت کیا ہے، اور
کہاں کہاں اس کے اندر گڑبڑ ہوئی ہے۔ اس لئے کہ جو تحریک بنام امن،
بنام اتحاد بنام خوشحالی، بنام خوشبختی، بنام انسانیت شروع ہوئی تھی، پچاس
برس کے اندر اندر اس کا انجام قتل حسینؑ تک گیا،

لہٰذا ہمیں سوچنا ہے، ہمیں غور کرنا ہے، ہمیں تحقیق اور ریسرچ کرنا ہے
کہ کون سے اسباب تھے اور کیا باتیں ہوئیں۔ جس کے نتیجے میں رسولؐ نے
جنہیں اپنی گود میں پالا تھا، اس کے سامنے تلواریں لیکے میدان میں آگئے،
اور جو رسولؐ کا کلمہ پڑھتے انھیں اتنی بھی غیرت نہ تھی کہ وہ ان کے بچوں کو
ایک گھونٹ پانی پلا دیتے؟ بات غور کرنے کی ہے، سمجھنے کی ہے فکر کرنے کی
ہے، اب کہیں کسی کے دماغ میں یہ بات نہ پیدا ہو کہ ساڑھے تیرہ سو برس
پہلے کا سروے کر کے آپ کو کیا ملیگا۔ تو اس پیریڈ کا رزلٹ ہمیں نکال
کے آج دینا ہے بچوں کو، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کا نوجوان جو سوچ رہا

ہے کہ جو اسلام اتنے وعدے کے ساتھ آیا تھا کہ اگر اللہ کو مان لو تو آخرت ہے
نجات ہے، یہ ہے، وہ ہے، تو کیا یہ ٹیمپریری وعدے تھے عارضی وعدے تھے
جو چودہ سو برس ہو گئے ابھی تک پورے نہیں ہوئے؟

لہٰذا اگر ہم بنیادی سبب پکڑ لیں گے تو ہم دنیا کو بتا تو پائیں گے کہ اسلام
اپنے وعدے کو پورے کر دیتا اگر اسلام میں یہ سانحہ نہ ہوا ہوتا غور
فرمایا آپ نے؟ کہ جو مسئلہ ہے وہ سامنے کا سیدھا سیدھا یہ ہے
کہ اسلام اپنے وعدے کو پورے کر دیتا اگر تاریخ میں یہ سانحہ نہ ہوا
ہوتا، اگر یہ حادثہ نہ گذرا ہوتا، اس لئے آج جو یہ مذہب کے اوپر سے اعتبار
ہٹتا جا رہا ہے، اس کی بنیادی وجہ تو ہم پکڑ کے لائیں کہ یہ سبب ہے جس کی
وجہ سے آپ کو بھی خوشحالی نہ مل سکی، وہ امن نہ مل سکا، وہ اتحاد نہ مل سکا،
وہ علم نہ مل سکا جس کے نتیجے میں آج کہاں پہ ہوتے، تو اس طرح سے آج
میں نے اپنے سبجیکٹ کا انٹروڈکشن کرا دیا۔ موضوع کا تعارف ہو گیا، اور ضرورت
تھی ذرا تفصیل سے انٹروڈکشن کرانے کی، ورنہ ہر مرتبہ میں ایک دو جملے
بول دیتا تھا، مگر ابکی مرتبہ مجھے بیس منٹ لگ گئے، اس لئے کہ یہ سبجیکٹ
ذرا عام راستوں والا نہیں تھا، انشاء اللہ کل سے اگر زندگی رہی تو میں آپکی
خدمت میں تفصیل سے وہ حالات پیش کروں گا، بہر حال میرا سبجیکٹ ۱۱ سنہ ھجری
سے ۶۱ سنہ ھجری تک اسلام کا سروے ہے، اور اس کے اندر حیات رسولؐ پر ہمیں
بار بار ریسرچ کرنا پڑے گا، لہٰذا سروے تو ہمارا ۱۱ سنہ ھجری سے ۶۱ سنہ ھجری
تک چلیگا، مگر ہمیں استدلال کیلئے بار بار واپس جانا پڑے گا وہاں، کبھی
دعوت ذوالعشیرہ کی طرف، کبھی خیبر میں، کبھی خندق میں کبھی شب ہجرت، کبھی
مدینے میں کبھی مکے میں، بہر حال یہ نہ کہئے گا کہ اپنے موضوع سے ہٹ گئے ہیں،

تو پچاس برس تو یہ ہیں، اور تیئس برس حضورؐ کی تعلیمات کے ہوں گے، جسے
ہمیں بار بار لانا پڑے گا اور تحقیق کر کے اپنے مطلب کی بات نکالنا پڑیگی، تو اب
یہ گفتگو یہ ریسرچ فیض ہے حسینؑ ابن علی کا جن کے در سے ہمیں سب کچھ ملتا
ہے اور ان کا زمانہ آگیا، اور محرّم شروع ہوگیا، جیسا کہ ابھی ہمارے اظہار
صاحب (پروپرائٹر، حیدری کتب خانہ بمبئی) نے اپنے اعلان میں بتایا کہ ۲۹ تاریخ
سے بہرحال مجلس شروع کردی جاتی ہے چاند ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ حسینؑ پر رونے
کے یہ دس دن ملتے ہیں، اس لئے دل نہیں چاہتا کہ اس میں ایک لمحہ بھی کم ہو،
اور حسینؑ ابن علی کربلا کے شہید کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے کہ ہم بے قرار ہو
کے روتے ہیں، سوگوارانِ حسینؑ پھر عزاخانے سج گئے، پھر محرّم آگیا، پھر لوگوں
نے کالا لباس بھی زیبِ تن کرلیا۔ اس بیکس پر رونے کیلئے جس کی بہن اپنے
بھیّا پر رونے نہ پائی، جس کی بیٹی اس کی صفِ عزا نہ بچھا پائی، جس کا بیٹا
اپنے باپ کی میّت کو اس طرح نہ دفن کرسکا جیسا کہ وہ چاہتا تھا، یہ اور
بات ہے کہ باعجاز تشریف لاکے دفن فرمایا۔

عزادارانِ حسینؑ، محرّم بیکسوں پر رونے کا مہینہ ہے، پیاسوں کی
پیاس یاد کرنے کا مہینہ ہے غریبوں پہ ماتم کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ان
شہیدوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے جنہوں نے راہِ اسلام میں گلے کٹائے،
یہ مہینہ ان شیر دل بیبیوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے وارثوں
کو ہنس ہنس کے راہِ خدا میں قربان کردیا۔ یہ مہینہ ان یتیم بچوں کی یاد کو
تازہ کرتا ہے، جنہوں نے زحمتیں تو اٹھائیں مگر اسلام کو مٹنے نہ دیا، یہ
مہینہ ان نوجوانوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے جنہوں نے سینے پہ برچھی کے پھل
تو کھائے مگر اسلام کے سینے کو بچالیا، یہ مہینہ اس چھ مہینے کے شیرخوار کی

یاد کو تازہ کرتا ہے۔ جس کے گلے پر تیر لگا تو وہ مسکرانے لگا، علی اصغرؑ تو مسکرا
دیئے مگر ہم روتے ہیں، اس لئے کہ جو تیر کھاتا ہے وہ روتا ہے
ہم ساڑھے تیرہ سو برس سے رو رہے ہیں، یہ تیر تو انسانیت کے دل میں
پیوست ہوا ہے، جس کے دل میں بھی انسانیت ہے وہ آج تک رو رہا ہے
ارے کہاں چھ مہینے کا بچہ اور کہاں تین بھال کا تیر
عزادارانِ حسینؑ، یہ مہینہ ان بیکس سیدانیوں پہ رونے کا مہینہ ہے
جو اپنے وارثوں کی میّتوں پر ماتم نہ کرسکیں، میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ
حسینؑ اور ان کے ساتھی گردنیں کٹا کے آرام کر گئے، وہ تو شہادت
پیش کر کے جنّت میں داخل ہو گئے،

اصل غم تو ان بیبیوں کو تھا جو اسیری کی زحمتیں اٹھانے کیلئے زندہ
رہیں، اصل غم تو ان بہنوں کو تھا جو اپنے بھائیوں کو نہ رو سکیں، اور مرے
دوستو! میں یہ بات بھی اکثر سوچتا ہوں کہ جس کربلا کی پیاس میں حسینؑ کے
ساتھ سیّد سجّاد بھی شریک تھے، کربلا کی پیاس میں جناب عباسؑ واکبرؑ
کے ساتھ جناب زینبؑ امّ کلثوم بھی شریک تھیں، یعنی اگر شہدائے کربلا
تین دن پیاسے رہے تو اسیرانِ کربلا بھی تین دن پیاسے رہے لیکن
بہتّر پیاسوں کا تذکرہ تو ہوتا ہے۔ لیکن ان کا ذکر کم ہوتا ہے جو زندہ رہ گئے،
آپ کو معلوم ہے ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ جو زندہ رہ گئے انھیں
تیسرے دن نہ سہی چوتھے دن پانی ملا تو، یاد ان کی کی جاتی ہے جنہیں پانی نہ
ملا ہو اور دنیا سے سدھار گئے ہوں۔ تو عزیزانِ گرامی، کربلا کے بعد ہم ان پر
روتے ہیں جو حسینؑ پر نہ رو سکے، جناب زینبؑ کو رونے سے روکا گیا،
جناب امّ کلثومؑ کو رونے سے روکا گیا، جناب لیلیٰؑ اور ربابؑ کو رونے سے

روکا گیا۔ مگر سال بھر کے بعد ایک گھر خالی کرا کے ان کو رونے کی اجازت تو مل
گئی، ہمیں رونے سے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

میں اکثر یاد کرتا ہوں چار برس کی اس کمسن بچی کو جو قید خانے میں
رونے کیلئے تڑپتی رہی، مگر اپنے بابا کو رو نہ سکی، اور گھٹ گھٹ کے قید
خانے میں مر گئی، میں کہوں گا بی بی سکینہؑ آیئے، دیکھئے آپ کے باپ
کے رونے والے جمع ہیں، آپ کے باپ کا ماتم کرنے والے جمع ہیں۔

ہائے وہ چار برس کی بچی جو کبھی باپ کو یاد کرتی تھی کبھی چچا کو، قید
خانے میں گھٹ گھٹ کے مر گئی مگر اپنے باپ کو رو نہ سکی"

(اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دوسری مجلس

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ارشادِ پروردگارِ عالم ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، میں نے
کل آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ یہ سال جو گذر گیا، یعنی سنہ ۱۴۱۱ھ اس لئے
اہم ہے کہ آج سے ٹھیک چودہ سو برس پہلے وہ لمحہ بھی آیا تھا کہ جب اللہ نے اپنے
دین اسلام کو مکمل کیا تھا، اور اعلان کیا تھا کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"
آج ہم نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو کامل کیا ہے، اور اسی مناسبت
سے میں نے ابکی مرتبہ آیتہ مبارکہ شروع کی ہے، کہ ہم اسلام کو سمجھنے کی
کوشش کریں کہ اسلام کیا ہے۔ اور کل ہی میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ میرا
سبجیکٹ تاریخ اسلام کا سروے سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۶۱ھ تک، یہ میرا اس سال
عنوان رہیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کو سمجھنے کیلئے یہ پچاس برس بہت
اہم ہیں، اس لئے کہ اسلام کی تاریخ کے خاص خاص واقعات جو ہیں وہ انہیں
پچاس برس کے اندر ہیں، لٰہذا یہ پچاس جو شروع کے ہیں حضور کے بعد، پورے
پچاس برس ہوتے ہیں سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۶۱ھ تک، تو ہم اسلام کو سمجھنے کیلئے اگر
چودہ سو برس کا سروے کریں گے تو نہ ہمارے پاس وقت ہے نہ اتنا علم ہے
اور نہ اتنا امکان ہے، اور کل دس گھنٹے ملتے ہیں ہم کو تقریر کرنے کیلئے، تو
اس دس گھنٹے میں ہم چودہ سو برس کا سروے کہاں سے پیش کر سکتے ہیں۔

لٰہٰذا ہم نے کل پچاس برس کا پیریڈ لیا ہے، مخصوص ۱۱ سنہ ہجری سے ۶۱ سنہ ہجری تک، لٰہٰذا ہم اسی کا سروے پیش کرتے ہیں، کہ تاریخ میں کیا کیا اختلافات ہوئے جس کے نتیجے میں سارے اختلافات اور سارے معاملات آج تک باقی ہیں، تو یہ اسی کا رزلٹ ہے جو اس زمانے میں واقعات ہوئے ہیں، اور اب اس تمہید کے بعد میں اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوں، آپ کی خدمت میں کہ اللہ نے یہ اعلان فرمایا کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اسلام وہ دین ہے کہ جس کے پہلے مبلغ حضرت آدمؑ تھے، جناب آدمؑ کے بعد جناب نوحؑ آئے، اور جناب نوحؑ کے بعد جناب ابراہیمؑ آئے، جناب ابراہیمؑ کے بعد جناب موسیٰؑ، جناب موسیٰؑ کے بعد جناب عیسیٰؑ، سب سے آخر میں آخری نبیؐ کی حیثیت سے ہمارے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰؐ تشریف لائے، جنہوں نے آن کے اللہ کا پیغام پھر اس دنیا کو سنایا، اور انسانی ذہن، انسانی شعور، انسانی فکر، اور انسانی دماغ کو اس پیغام سے روشناس فرمایا جو اللہ نے انسانوں کی نجات کیلئے اس دنیا میں بھیجا تھا، عزیزانِ گرامی اس تھوڑی دیر میں، میں پہلے آپکی خدمت میں وہ منظر پیش کردوں، اس کے بعد میرا سبجیکٹ شروع ہو جائے گا، کہ دنیا میں چاروں طرف اندھیرا تھا، تاریکیوں کا راج تھا، برائیاں سر اٹھائے ہوئے تھیں، اور نیکیوں کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا، بت پرستی کا چلن تھا، جہالت کی رسموں نے انسان کو غلام بنا کے رکھ لیا تھا، آقا اور غلام، کالے اور گورے، مال دار اور غریب، طاقت ور اور کمزور کے فرق سے انسانیت کچلی جا رہی تھی، اور پسی جا رہی تھی، ایسے عالم میں اللہ کی رحمت سے ایک نبیؐ آیا، جو عرب کے ریگزار میں اٹھا، اس مقام پر اٹھا جو مقام نہایت سخت اور بات قبول کرنے میں نہایت دشوار، ایسے مقام پر اٹھنے والے رہبر نے چالیس سال، انہیں لوگوں کے درمیان

رہکر اپنے اخلاق کی شمعیں جلائیں اپنے کردار سے روشنی پھیلائی، اپنی سیرت دنیا کو بتائی، ابھی اس نے اپنے مذہب کا نام نہیں لیا، صرف اپنے کردار سے مذہب کو زندہ کیا جس طریقے سے مردہ زمین کو بارش کے چھینٹے زندہ کر دیتے ہیں دھوپ اور گرمی سے تپی ہوئی زمین، جس سے آگ نکل رہی ہوتی ہے، اور جب پانی برستا ہے، اس کے اوپر تو زمین پانی پی پی کے نرم ہوتی ہے، تب اس لائق ہوتی ہے کہ اس کے اوپر دانا ڈالے اور اس سے کھیتی اُگے، اسی طریقے سے انسانیت کی زمین، جہالت اور ناسمجھی کی دھوپ میں اسی طرح سے تپ رہی تھی، کہ اگر اسمیں کوئی دانا ڈالا جاتا تو جل جاتا، چالیس سال تک رسولؐ کے اخلاق کا سمندر اس کے اوپر بہتا رہا، جنہوں نے انسان کو انسانیت سکھائی، آدمی کو آدمیت بتائی، زندہ رہنے کا سلیقہ سکھایا۔ اس عرب کے ریگزار میں اخلاق کا سبزہ اگانے والے رسولؐ تھے، جنہوں نے اپنی شرافت سے کرم سے اور اپنے اخلاق سے، ریگزار کو تبدیل کر دیا سبزہ زار میں، چالیس سال تک اس ماحول میں زندگی گذاری جو ماحول بدترین ماحول کہا جاتا ہے اور بہترین زندگی گذاری۔ اخلاق، انسانیت، شرافت، محبت، ایمانداری۔ وعدہ وفائی، کیرکٹر کی بلندی یہ وہ تمام چیزیں تھیں جنہوں نے انسان کی آنکھیں کھول دیں۔ کہ کوئی انسان ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب بولتا ہے سچ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے وفا کرتا ہے جس کے کردار کے دامن کے اوپر سوئی کے ناکے کے برابر بھی کالا دھبہ نہیں ہے، اور جب اخلاق مروّت کی شمعیں روشن کر لیں، اور عمر مبارک چالیس سال کو پہونچی، تو اب ارشاد ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو ڈراؤ، اللہ کا پیغام پہونچاؤ، اور اللہ کے رسولؐ نے اس عرب کے ریگزار میں اللہ کا پیغام پہونچانا شروع کیا، اور پہلی آواز گونجی "قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا"، کہو اللہ ایک ہے اور

نجات پا جاؤ، مختلف راستوں پر چلتا ہوا مجمع، کوئی پتھر کی پرستش کر رہا ہے، کوئی بتوں کے آگے جھک رہا ہے کوئی درخت کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی ستارے کو خدا مان رہا ہے، کوئی چاند کے آگے سجدہ ریز ہے۔ کوئی سورج کو اپنا رب کہہ رہا ہے، کوئی دریاؤں کو سجدہ کئے لے رہا ہے، اور جو خدا کے ماننے والے بھی ہیں، کوئی ایک کے تین بنائے دے رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، توحید کو بھی بگاڑے ہوئے ہیں لوگ، ایسے ماحول میں توحیدِ خالص کا پیغام دیا سرورِ کائناتؐ نے اور چونکہ کردار بہت بے مثال تھا، لہٰذا زبان سے جو نکلتا گیا وہ اثر کرتا گیا، مخالفت کرنے والوں نے مخالفتیں کیں، ظلم کرنے والوں نے ظلم کئے، ستانے والوں نے ستایا، پتھر مارنے والوں نے پتھر مارے، کانٹے بچھائے، کوڑے پھینکے، نازیبا کلمے کہنے والوں نے الفاظ کے پتھر مارے، لیکن نہ جانے ہدایت کی کون سی طاقت لیکے آیا تھا وہ رسولؐ کہ ناراض ہونا تو درکنار ہونٹوں کی مسکراہٹ میں بھی فرق نہ آیا، وہ مصائب کے سیلاب سے مسکراتا ہوا گذرا، اور اس شان سے گذرا کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی کہ کیا انسان کا اخلاق اتنا بھی بلند ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی دنیا میں ایسا بھی اللہ کا بندہ ہو سکتا ہے؟ جو ایسے ماحول میں اپنے دشمنوں کے واسطے محبت ہی کا جذبہ رکھتا ہو، کوئی عداوت نہ رکھتا ہو، اللہ کا پیغام عام ہونے لگا، مخالفتوں کے باوجود اسلام آگے بڑھنے لگا، تیر و تلوار کے مقابلے ہوتے رہے لیکن اسلام کا پرچم لہراتا رہا، رسولؐ نے مکے میں تبلیغ کی، اور اللہ کی مصلحت ہوئی تو مکے سے مدینے ہجرت کر کے تشریف لے آئے، مدینے میں تبلیغ کی، اور تبلیغِ دین تیئس سال صرف کی، اور تیئس سال تبلیغ میں صرف کئے، توجہ چاہتا ہوں عزیزانِ گرامی، توجہ چاہتا ہوں عزیزانِ گرامی، میں آپ کے سامنے تاریخِ اسلام پیش کر رہا ہوں منٹوں میں، جس کو گھنٹوں میں بیان کیا جائے، میں اس کو سکنڈوں

میں بیان کر رہا ہوں، تیئس سال تبلیغ کی حضورؐ نے، اور اسی تیئس سال میں انسانی ضروریات کے ہر مسئلہ کو قیامت تک کیلئے پیش کر دیا، توحید، عدل، نبوت امامت، قیامت، کے بنیادی مسائل سے لیکر، سرمہ لگانے، آئینہ دیکھنے، راستہ چلنے، لباس پہنے، کھانے اور پینے تک کے آداب رسولؐ نے دنیا کو بتائے، یعنی انسان کو پوری انسانیت کی تعلیم دیدی تیئس برس میں، اور یہ اس صورت میں نہیں کہ لوگ سننے کیلئے جمع ہوتے ہوں، اور حضورؐ تقریر کرتے ہوں، یہ تبلیغ ایسے ماحول میں ہوئی ہے کہ پتھر آرہے ہیں، تلواریں چل رہی ہیں سیٹیاں بجائی جا رہی ہیں، مخالفتیں ہو رہی ہیں اور تبلیغ کا سیلاب چل رہا ہے۔ یہ پر امن ماحول میں تبلیغ نہیں ہوئی ہے کہ جیسے یہاں آپ سن رہے ہیں اور میں کچھ عرض کر رہا ہوں آپ کے سامنے، بلکہ ہر طرف مخالفتیں اور ہر طرف ہنگامے، اس طرح سے حضورؐ نے تیئس برس میں اپنا پیغام پہونچایا لیکن تاریخ کو تاریخ کی طرح پیش کروں گا۔ نہ کسی کی بے جا حمایت کروں گا، نہ کسی کی بے جا مخالفت کروں گا امپاسبل ہو کے پڑھوں گا، لیکن جو پڑھوں گا اس کا ذمہ دار ہوں"

اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہدایت کی طاقت تو دیکر بھیجی تھی اور سب سے بڑا رسولؐ تھا اس لئے ہدایت کی طاقت کا سب سے بڑا مالک تھا، لیکن تبلیغ کے پہلے دن جہاں سے مجمع عام میں تبلیغ کا اعلان ہوا ہے۔ وہیں سے رسولؐ نے ایک مددگار مانگا تھا، دیکھئے تاریخ میں بڑی دھاندلی ہوتی ہے۔ میں چاہتا تو اپنے بیان کو اس منزل سے آگے بڑھا دیتا اور کوئی دوسرا نام نہ آتا، لیکن یہ انصاف کا تقاضہ نہیں ہے، کہ اگر کسی نے قربانی دی ہے تو ہم کسی ذاتی مصلحت کے تحت اس کا نام اڑا دیں، ہمیں اسلام کی تاریخ سے یہی شکایت ہے کہ جنہوں نے قربانیاں دیں ان کا نام کسی ذاتی مصلحت سے اڑا دیا جاتا

ہے۔ جہاں سے اسلام کی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے، اس کا نام دعوت ذوالعشیرہ
اسلام کی تاریخ میں کئی بڑے بڑے دن ہیں، ویسے تو ہر دن اہم ہے اسلام
کی تاریخ کا، مگر بعض دنوں کی تاریخ کے اندر بڑی اہمیت ہے، تو اسلام کی
تاریخ کا پہلا دن ہے دعوت عشیرہ، تو جب اسلام کی تاریخ لکھی جائے گی تو
پہلا امپارٹنٹ دن جو آئے گا وہ ہے دعوت عشیرہ، اور آخری امپارٹنٹ دن
جہاں انجام ہوتا ہے اس کا نام ہے غدیر خم، "صلوات" اب دونوں دنوں میں
رشتہ کیا ہے؟ یہ سنا دوں آپکو اس کے بعد تو میرا موضوع شروع ہوئے ہی گا،
لیکن جب تک حیات سرورِ کائنات جھلک نہ آجائے سامنے جب تک اس کے
اوپر سے کیا ہوگا آنے والے واقعات کا؟ اللہ کا سب سے بڑا رسولؐ آخری
پیغام لیکے آیا، اور اس نے عرب کے پرمحن ماحول میں اللہ کا پیغام سنایا، اور
اس طرح کہ سب سے پہلے حکم خدا سے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا، قرآن کہتا ہے
وانذر عشیرتک الاقربین" عشیرہ کہتے ہیں خاندان کو، اقربین، جو سب سے
زیادہ قریب ہو، یعنی جو آپکی خاندان میں سب سے زیادہ قریب ہیں ان کو ڈرائیے"
تو رسولؐ نے اپنے دادا کی اولادوں کو جمع کیا، یعنی عبدالمطلب کی اولادوں کو،
کیونکہ یہی سب سے زیادہ قریب تھے ایک دادا کی اولاد، رسول اللہؐ کے دادا
عبدالمطلب تھے تو رسولؐ اللہ نے بیٹوں اور پوتوں کو جمع کیا، اپنے دادا کی اولادوں
کو صرف جمع کیا، اور دوسرے رشتہ داروں کو ابھی نہیں جمع کیا، جن کیلئے تاریخ
میں لکھا ہے کہ چالیس یا بیالیس آدمی تھے، یہ پہلا دن تھا اسلام کی تاریخ کا،
اور اس میں رسولؐ نے ایک تقریر کی، جو آپ کو یاد ہے، اسے سنا کے میں آپکا
وقت نہیں صرف کرنا چاہتا، اور تقریر کرنے کے بعد کہا کہ تم میں کون ہے جو اس
کام میں میری مدد کرے؟ مجمع میں سناٹا تھا تاریخ بتاتی ہے کہ مجمع کا سب سے

کم سن انسان اٹھا، اس مجمع میں جو سب سے کم سن تھا وہ کھڑا ہوگیا، اور اس
نے اٹھ کے سارے مجمع کو دیکھا اور رسولؐ کو دیکھا۔ سنئے گا یہ چیزیں تاریخ کبھی
کبھی چھپا جاتی ہے، اور اسی چھپانے کا ہمیں شکوہ ہے، وہ مجمع کا سب سے
کم سن تھا کھڑا ہوگیا، جو ابھی پوری طرح جوان نہیں تھا بلکہ لڑکا تھا اس نے
مجمع کو دیکھا مجمع کو دیکھ کے حضورؐ کو دیکھا، اور اونچی آواز میں کہا یا رسول اللہؐ،
آج پورے عالم اسلام میں یا رسولؐ اللہ کی آواز گونج رہی ہے۔ یا رسولؐ
اللہ، یا رسولؐ اللہ، یا رسولؐ اللہ۔ حالانکہ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے خیال میں یا
رسولؐ اللہ بدعت ہے، "صلوات"، مگر پھر بھی بہت بڑا طبقہ مسلمانوں کا ہے جو کہہ
رہا ہے یا رسولؐ اللہ، آج تو لاکھوں کہنے والے ہیں، لیکن حضورؐ کو سب سے پہلے
یا رسولؐ اللہ کہہ کر مخاطب کرنے والا میرا مولا علیؑ ہے، یا رسولؐ اللہ گو میرا سن کم
ہے، گو میرے بازو کمزور ہیں، مگر میں آپکی مدد کروں گا، آپ کے دشمنوں کی آنکھیں
پھوڑ ڈالوں گا اور ان کے شکم چاک کر ڈالوں گا، یہ پہلا دن تھا اسلام کی تاریخ کا
امپارٹنٹ دن، رسولؐ اللہ آگے بڑھے، کم سن بھائی کو سینے سے لگایا۔ اور کہا آج
سے میری بات سنو اور اس کا حکم مانو، اس کی بات سنو اور میرا حکم مانو، بارہ
برس کے بچے کیلئے کہہ رہے ہیں کہ اس کا حکم مانو، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ
بچہ ہوتے ہوئے بھی حاکم ہے، یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں
تاریخ تصدیق کر رہی ہے۔ جب اس جملے کو لوگوں نے سنا تو ابولہب کچھ لوگوں کو
لیکے اٹھ گیا اور ابوطالب سے کہا کہ آج سے بیٹے کا حکم مانو، اور اس کے بعد
تاریخ آگے بڑھی، سنئے گا، یہ امپارٹنٹ دن میں اہمیت کیلئے آپکو یاد دلا رہا
ہوں"، اس تاریخ میں یعنی دعوت ذوالعشیرہ کے دن دو وعدے ہوتے ہیں،
آپ چاہے انگریز مورخین کو پڑھیئے، چاہے عرب مورخین، مسلمان مورخین کو پڑھیئے

یہ واقعہ آپ کو ہر کتاب کی زینت ملیگا، کہ رسولؐ نے کہا کہ تم میں کون ہے جو میری
مدد کرے اور وہی کل میرا جانشین ہو، جو آج میری مدد کرے گا وہی کل
میرا جانشین ہوگا، تو علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا میں مدد کروں گا، اب پہلے حیاتِ
رسولؐ کا سروے کیجئے اور دیکھئے کہ علیؑ نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ نہیں، جس کمسن
علیؑ نے وعدہ کیا تھا کہ میں مدد کروں گا، دوسرے ہی دن وہ علیؑ حضورؐ کے
پیچھے یوں چل رہے تھے، جس کیلئے انھوں نے نہج البلاغہ میں اپنی تحریر خود
پیش کی ہے۔ کہ جیسے اونٹنی کے پیچھے اس کا بچہ چلتا ہے اس طرح سے میں
چل رہا تھا، مکہ میں جتنے بھی حالات پیدا ہوئے علیؑ نے ایکدن بھی نہیں کہا
کہ نہیں میں یہ خدمت نہیں کر سکتا، کمسن بچہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ
جوان ہوتا گیا، اور بارہ ۱۲ برس کے بعد جب رسولؐ کے ہجرت کرنے کا وقت آیا۔
تو یہ بچہ اب تیئس برس کا نوجوان تھا، اس نے مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا گلا
کٹانے کا نہیں کیا تھا، مدد کا وعدہ اور بات ہے جان دیدینے کا وعدہ اور
بات ہے۔ نہ رسولؐ نے یہ بات کہی تھی کہ کون ہے جو اس میں اپنی جان
دیگا، نہ علیؑ نے یہ بات کہی تھی کہ میں جان دوں گا۔ رسولؐ نے کہا تھا کہ کون
ہے جو اس معاملے میں میری مدد کرے گا؟ علیؑ نے کہا تھا کہ میں مدد کروں
گا، لیکن آج بات تلواروں کے نیچے سونے کی آئی، تو وعدہ کرنے والے نے
انکار نہیں کیا اور ساری رات تلواروں کے نیچے سوتا رہا،، صلوات،، اور میں
اکثر یہ بات اس موقع کے اوپر کہتا ہوں کہ ساری رات تلواروں کے نیچے سو کے
اب علیؑ، علیؑ کہاں رہے، علیؑ تو شہید ہو چکے، ہم تو علیؑ کو شہید کہیں گے، اب علیؑ
کہاں؟ اس لئے کہ اگر شبہ ہو تو دلیل بڑی مضبوط ہے میرے پاس، کہ اگر ایک منٹ
کیلئے اسماعیل چھری کے نیچے آکر ذبیح بن سکتے ہیں تو ساری رات علیؑ تلواروں

کے نیچے سو کر شہید کیوں نہیں بن سکتے؟،، صلوات،، تو عشیرہ میں جس نے وعدہ کیا
شب ہجرت اس نے قربانی کا کمال دکھا دیا، ساری رات تلواروں میں سو گیا،
اور اس کے بعد جب مدینے کی زندگی شروع ہوئی اور کافروں نے رسولؐ سے
ٹکرانے کی پالیسی بنائی، تو وہی عشیرہ میں وعدہ کرنے والا، جوان اپنی تلوار
لئے بدر میں کھڑا ہے، احد میں لڑ رہا ہے۔ خندق میں مقابلہ کر رہا ہے، خیبر
میں مقابلہ کر رہا ہے ہر جگہ مدد ہر جگہ نصرت تاریخ اسلام کے دن گذرتے رہے،
یہاں تک تبلیغ کے تیئس سال تمام ہونے کو آئے، اور سنہ ۱۰ھ کا بارہواں مہینہ
آگیا، کیونکہ ذی الحجہ اسلامی کلنڈر کا بارہواں مہینہ ہے، اور بارہواں مہینے کا
پہلا حصہ گذر چکا ہے، اب رسولؐ کی زندگی کے چند دن باقی ہیں، ہمیں دیکھنا
ہے کہ جس نے دعوتِ عشیرہ میں وعدہ کیا تھا نصرت کا، اس نے تو جتنا وعدہ
کیا تھا اس سے زیادہ کر دکھایا چھوٹے بھائی نے اپنا وعدہ، وعدے زیادہ پورا
کیا۔ اب دیکھنا ہے کہ بڑے بھائی کا وعدہ پورا ہوتا ہے کہ نہیں، عزیزانِ
گرامی اب اسلام کی تاریخ کا آخری بڑا دن آرہا ہے، جس کا نام ہے غدیرِ
خم، توجہ سے سنئے گا میری بات، کاروبار ہمیشہ ساکھ پر چلتا ہے۔ اگر کاروبار کی
ساکھ گر جائے تو اس کاروباری شہر میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ کاروبار
نہیں چلا پائیں گے، اور جو بڑی بڑی پارٹیاں ہیں ان کی ساکھ بھی بڑی ہے
ٹاٹا کے یہاں اگر آپ کا مال سپلائی ہوتا ہے تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ
آپ پریشان نہ ہوں آپکا پیسہ آئیگا مارا نہیں جائے گا، انھوں نے کہا بہت بڑی
پارٹی ہے ہمارا مال وہاں جاتا ہے پیسہ مرے گا نہیں، تو یہ ہے ساکھ، اعتبار،
اور ہم نے چھوٹی سی دکان کی کاروبار کیا، اور ہمارے یہاں مال آیا تو اب
نگرانی ہے کہ پیسہ آیا کہ نہیں۔ نہ معلوم کب دھندہ بند کر کے چلے جائیں اور پیسہ

ڈوب جائے، تو کاروبار جو ہے وہ ہمیشہ ساکھ پر چلتا ہے، اعتبار پر چلتا ہے۔ تو
غور فرمایا آپ نے کہ اسلام کی ساکھ ہے وعدہ ورنہ حضورؐ نے مسلمان ہونے
کے بعد کسی کو کیا دیا، بس یہ کہ خدا کو مانو گے یہ وعدہ، رسولؐ کو مانو گے یہ وعدہ،
مسلمان ہو گے یہ وعدہ، نماز پڑھو گے یہ وعدہ، روزہ رکھو گے یہ وعدہ، حج کو
جاؤ گے یہ وعدہ، خیرات کرو گے یہ وعدہ، ماں باپ کا حکم مان کر ان کی خدمت
کرو گے تو یہ وعدہ اور آخرت میں یہ ملیگا، جنّت میں یہ ملیگا، کوثر ملیگا، حوریں ملیں
گی، نجات پاؤ گے، مغفرت ملیگی قرب خدا ملیگا۔ رضائے الٰہی ملیگی، سارے
وعدے، شراب پیو گے تو یہ سزا ملیگی، جوا کھیلو گے تو یہ سزا، ظلم کرو گے تو یہ سزا،
جھوٹ بولو گے تو یہ سزا، ماں باپ کو ستاؤ گے تو یہ سزا، نماز چھوڑو گے تو یہ سزا،
تو اب آپ خود بتائیں کہ کیا کسی کو ایک ہاتھ پڑا اس دنیا میں نماز نہ پڑھنے پر، یا
کسی کو ایک دو روپیہ ملا روزہ رکھنے پر؟ نہیں ملا نہ دنیا میں؟ تو آپ یہ سارے
اعمال جو کر رہے ہیں یہ حضورؐ کے وعدے پر، کسی کو شک بھی نہیں ہے، تو اب آپ
انصاف سے بتائیے کہ حضورؐ نے وعدہ کیا تھا علیؑ سے، جو میری نصرت کرے گا
وہی میرا جانشین ہو گا۔ تو اب اگر رسولؐ اپنے وعدے کو پورا نہ کریں اور علیؑ کو
نہ بنائیں، تو جو اپنے چچا زاد بھائی اور داماد کے وعدے کو پورا نہ کرے وہ
پبلک کا وعدہ کیا پورا کرے گا؟ "صلوات" اب سمجھے آپ کہ معاملہ کیا ہے؟ جس
کیلئے آخری دن رسولؐ سے کن تیوروں میں بات کی گئی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ
بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۵ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ۵ آپ پہونچا
دیجئے اس کو جو آپ پر نازل کیا گیا۔ اگر نہ پہونچایا تو کچھ نہ پہونچایا، نہ پہونچایا کا
مطلب سمجھے آپ؟ یعنی جو پہلے وعدہ کیا تھا اس کو وفا کیجئے، اور اگر یہ وعدہ وفا
نہ کیا تو تمہارے سارے وعدے مشکوک ہو جائیں گے، اور کچھ نہ رہ جائے گا۔

پہونچا دیجئے اسے، تاریخ اسلام کہتی ہے کہ رسولؐ نے اعلانِ ولایت مولائے
کائناتؑ کیا۔ سب کے سامنے مجمع عام میں اعلان کیا، اور عجیب و غریب شان
سے اعلان کیا، تو تاریخ اسلام کا پہلا دن تھا دعوت عشیرہ، اور تاریخ اسلام
کا آخری دن ہے میدانِ غدیر، یہاں رسولؐ لاکھوں کے بیچ میں منبر پر
تھے اور کہہ رہے تھے کہ اَللّٰہُ مَوْلَایَ اللہ میرا مولا ہے، وَ اَنَا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْن
اور میں مومنین کا مولا ہوں، وَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ، اور آگاہ
ہو جاؤ کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا، علیؑ مولا، اور جب علیؑ کو
مولا بنا کے اترے تو عزیزان گرامی میں اکثر پڑھتا ہوں اس موقع کے اوپر
کہ حضورؐ خطبہ پڑھ رہے تھے نیچے ہم کلمہ پڑھ رہے تھے، ان کا خطبہ تمام ہوا،
ہمارا کلمہ تمام ہوا، وہ کیا پڑھ رہے تھے ہم کیا پڑھ رہے تھے؟ انھوں نے کہا
اَللّٰہُ مَوْلَایَ، ہم نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ، انھوں نے کہا وَ اَنَا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْن،
ہم نے کہا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ، انھوں نے کہا، مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ
مَوْلَاہُ جس کا میں مولا اس کے یہ علیؑ مولا، ہم نے کہا علیٌّ وَلِیُّ اللہ، "صلوات"
ان کا خطبہ تمام ہوا، ہمارا کلمہ تمام ہوا، جبرئیل امرِ الٰہی کی مہر لئے ہوئے آئے،
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ، یہ خطبہ کامل ہوا، یہ کلمہ کامل ہوا اُدھر دین
کامل ہوا، "صلوات"، تو حضور بس آج میرا بیان ایک قدم آگے بڑھے گا، اور اس
کے بعد کل سے شروع ہو جائے گا، تو غدیر خم کے میدان میں اپنے جانے کی خبر دیکر
رسولؐ نے سلسلۂ امامت قائم کر دیا، عشیرہ کا وعدہ پورا کر دیا، اور اس وعدے
کو پورا کر کے رسولؐ نے اپنے ہر وعدے کی تصدیق کر دی۔ اور دین کو خدا نے
کامل کر دیا۔ تو حضور رسالت کے بعد امامت اور ولایت کا آنا تقاضائے عقل
ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا سے برائی کی طاقتیں مٹی نہیں، دنیا میں آبادی

کل کے مقابلے میں آج زیادہ ہے، کل جب آبادی کم تھی تو اللہ بندوں
پر اتنا مہربان رہا کہ ایک ایک وقت میں ستر ستر نبی رہے دنیا میں، اور
آج جب آبادی زیادہ ہے تو اللہ خالی قانون بھیج دے اور قانون کی
تشریح کرنے والا نہ ہو، تقاضائے عقل یہ ہے کہ یا تو اللہ برائیوں کو موت
دیدے، کہ اب دنیا میں کوئی بہکانے والی طاقت نہیں رہی،
جراثیم ہی نہیں تو اب بیماری کی دوا کیا ہوگی، ہندوستان میں پہلے بہت
سی بیماریاں چلتی تھیں جو اب نہیں ہیں۔ اک زمانے میں ساری دنیا
میں ایک بہت خطرناک بیماری تھی، جس کا نام تھا طاعون، لیکن اب
طاعون کی بیماری نہ لندن میں ہے نہ امریکہ میں، نہ چین میں ہے نہ انڈیا
میں کہیں طاعون کی بیماری نہیں ہے، تو اب اگر کسی ہاسپٹل میں جا کر
ہم کہیں کہ ہمیں طاعون ختم ہونے کی دوا چاہیئے اور نہ نکلے اسپتال میں تو
کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بھئی جب ایک چیز اب ہے ہی نہیں دنیا میں
اور ختم ہوگئی تو ہو سکتا ہے کہ اسپتال میں اس کی دوا بھی نہ ہو، لیکن جب
پورے پورے گھرانے پورے پورے محلے اور قصبے ختم ہو جاتے تھے تو اس کا ہونا
لازمی تھا، تو یا تو اللہ برائیوں کو موت دیدے، لیکن اگر بھٹکانے والا موجود ہے
اور رہبر جا رہا ہے تو اب ہمیں کوئی بھٹکا دے تو ہم کیا کریں گے؟ اس لئے امامت
ضروری ہے رسالت کے بعد، اس لئے کہ رسالت دین کے بنانے کا سلسلہ ہے
اور امامت دین کے بچانے کا سلسلہ ہے، جب دین رسالت نے کمپلیٹ کر دیا
تو اب ضرورت کسی ایسے کی ہے جو دین کی قیامت تک نگرانی کرے کہ اس کی
شکل کوئی بدلنے نہ پائے، غور فرمایا آپ نے حضورؐ نے دین مکمل کر کے سرٹیفکٹ
لے لیا اللہ سے کہ ہم نے آج دین کامل کر دیا۔ اب ضرورت کسی دین کے بچانے

والے کی ہے، اور وہ دین کی نگرانی کرنے والی طاقت کا نام ہے امامت،
اور عزیزانِ گرامی یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ بچانے والا کسی
بھی چیز کا بچانے والا، آپ نے ایک امپورٹنٹ ڈاکومنٹ مجھے دی، اور کہا
یہ بڑی اہم ہے دستاویز اس کو اپنے پاس رکھئے امانت کے طور پر میں آپ سے
ایک ہفتہ بھر بعد لے لوں گا تو میں ایسا امین ہوں، کسی صاحب نے کہا
دس ہزار روپئے مجھ سے لے لیجئے اور وہ پیپر مجھے دیدیجئے، ایک لاکھ روپئے
لے لیجئے اور وہ دستاویز مجھے دیدیجئے، دو لاکھ روپئے لے لیجئے
اور وہ پیپر مجھے دیدیجئے، تو مجھے ایسا امانتدار ہونا چاہیئے کہ رشوت لیکر میں وہ
پیپر حوالے نہ کروں، ہے بات کہ نہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں بک
گیا تو آپ نے غلط آدمی کا سلیکٹ کر کے پیپر دیا تھا، اچھا دوسری صورت یہ ہے
کہ میں لاکھ دو لاکھ، دس لاکھ پہ بکا تو نہیں، مگر ہاتھ میں بریفکیس لئے جا رہا
تھا جس میں وہ پیپر تھے، سامنے سے آدمی آیا وہ مجھ سے زیادہ قوی تھا انھوں
نے بریفکیس مجھ سے چھین لیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ بریفکیس مجھ سے
نہ جائے اس کے ہاتھ میں، مگر اس کی قوت میری قوت سے زیادہ تھی۔ وہ
مجھ سے چھین لے گیا، تو میں نے کوئی رشوت تو نہیں کھائی، میری نیت بھی
خراب نہیں تھی۔ مگر آپکا امپارٹنٹ کاغذ جو تھا وہ چلا گیا۔ وہ نہیں ہے تو ہر
دو صورتوں میں آپکو نقصان ہے۔ یعنی اگر میں بے ایمان ہوں جب بھی آپکو
نقصان ہے۔ اگر میں کمزور ہوں جب بھی آپکو نقصان ہے۔ امامت کا کام ہے
دین بچانا۔ تو امام ایسا ہونا چاہیئے کہ رشوت جسے خرید نہ سکے طاقت جسے جھکا نہ
سکے، اس لئے کہ اس کے ہاتھ میں ہے اسلام کی دولت، توجہ چاہتا ہوں
عزیزانِ گرامی، اس کے ہاتھ میں ہے اسلام کی دولت، لہٰذا امام ایسا امین ہو

جو دولت پہ بکے نہ اور طاقت کے سامنے جھکے نہ، رسولؐ کے دونوں نواسے امام
تھے، بڑے نواسے نے حکومت کو ٹھوکر مار کے بتا دیا کہ امامت بکتی نہیں۔
چھوٹے نواسے نے حکومت سے ٹکرا کے بتا دیا کہ امامت جھکتی نہیں، حسنؑ نے پوری
حکومت ٹھکرا دی، امامت نہیں بکی، اور جب رشوت نہیں قبول کی تو پوری
حکومت دھمکی بن کے آئی، حسینؑ کے سامنے پوری حکومت دھمکی بن گئی،
مگر امامت اتنی قوی کہ جو اسلام امامت کے ہاتھوں میں تھا حکومت اسے
چھین نہ سکی، یہ بیعت کیا تھی؟ یہ امامت کے ہاتھ میں جو اسلام تھا یزید اسے
چھیننا چاہتا تھا، سوالِ بیعت کیا تھا؟ سوالِ بیعت یہی تھا کہ حسینؑ کے ہاتھوں
میں جو اسلام اللہ نے دیا تھا،

یزید اپنی طاقت کے بل پر اسے چھیننا چاہتا تھا حسینؑ کے ہاتھوں سے،
کہا سر کٹ جائے گا مگر میرا ہاتھ نہ ملیگا مجھے پوری حکومت دھمکی بن کے آئی
تھی، کہتے ہیں حسینؑ نے طاقت نہیں جمع کی، ارے طاقت جمع کر کے
کہیں لڑائی جیتی جاتی ہے؟ طاقت سے ہمیشہ جو زیر کیا گیا چار دن کے بعد
طاقت بدل کے پھر سامنے آ گیا، پڑھیئے دنیا کی تاریخ، دنیا کی تاریخ کے
نقشے بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں، ہم تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں،
تاریخ تو زمانہ لکھتا ہے۔ خالی اپنی آنکھیں کھلی رکھئے آپ کو دنیا کے بلیک
بورڈ پہ ہر تاریخ بنتی اور بگڑتی نظر آئے گی، بچوں کو نہیں یاد ہوگا۔ جوانوں
کو نہیں یاد ہوگا، مگر میری اتنی عمر کے لوگوں کو یاد ہوگا کہ ابھی تھوڑے دنوں
کی بات ہے، پچاس سال پہلے کی، کہ جب جاپان کا سلطان امریکی جنرل
کے سامنے ہاتھ باندھ کر آیا تھا جنگی مجرموں کی طرح سے، پچاس برس گذرے
ہیں اس، جاپان ترقی میں اب امریکہ کے شانہ بشانہ چل رہا ہے

ہم تو اپنی کھلی آنکھوں سے دنیا کے بنتے بگڑتے نقشے دیکھ رہے ہیں۔
معلوم ہوا کہ جو میدان میں طاقت کے بل بوتے پر جنگ جیتتے ہیں، ایک
صدی بھی نہیں گذرتی کہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے، حسینؑ اگر یزید کو طاقت
کے بل پر کچل دیتے تو چالیس پچاس برس بعد پھر یزیدیت سر اٹھا کر حسینیت
کے سامنے آ جاتی، حسینؑ نے روحانیت کے بل پر کچلا تھا تاکہ صبح قیامت
تک یزیدیت یزیدیت رہے۔ حسینیت کے سامنے سر اٹھا کے نہ آئے، "صلوٰۃ"
لیکن یہ لڑائی ہر ایک نہیں لڑ سکتا جو حسینؑ نے لڑی۔ یہ بھی سن لیجئے کہ اگر
کوئی صاحب یہ چاہیں بھی کہ میں حسینؑ والی لڑائی لڑوں، تو دنیا میں
نہ اب حسینؑ ہوگا نہ حسینؑ والی لڑائی ہوگی، اگر کوئی حسینؑ والی لڑائی لڑنا
چاہے تو محمدؐ کی گود کیسے نصیب ہوگی شیر فاطمہؑ کیسے نصیب ہوگا، علی کا خون
کس کی رگوں میں ہوگا۔ فاطمہ زہراؑ کے دل کے ٹکڑے کس کے ساتھ میدان
میں آئیں گے، یہ لڑائی ہر ایک نہیں لڑ سکتا، جوان بیٹے کے لاشے پر جو شکر کا
سجدہ کرے وہ لڑائی لڑے، دم توڑتے بچے کے گلے سے جو مسکرا کے تیر نکالے
وہ لڑائی لڑے، برابر کے بھائی کی میت پر جو جا کے کلیجہ تھام لے وہ لڑائی
لڑے۔ بھتیجے کی لاش کے ٹکڑے جو میدان سے چن کے لائے وہ لڑائی لڑے
ہر ایک کے بس میں نہیں ہے، سوگوارانِ حسینؑ ماہِ عزا آ گیا، محرم آ گیا۔ سیدہ
کے لال یہ غلام آپکا استقبال کرتے ہیں، مولا ہم سب آپ کے چاہنے والے
آپکا استقبال کرتے ہیں۔ حدیثوں میں ہے کہ چھٹے امام جب محرم کا چاند
دیکھتے تھے تو اسقدر گریہ کرتے تھے کہ آپ کے گریہ کی آواز سے پڑوسیوں کو
معلوم ہو جاتا تھا کہ محرم کا چاند ہو گیا، سنیئے عزادارو، محرم کی پہلی تاریخ
آٹھویں امام کا دربار سجا ہے۔ سوگوار بیٹھے ہیں، امام کے چاہنے والے حاضر ہیں،

کہ ایک مرتبہ مشہور شاعر دعبل خزاعی آئے، امامؑ نے دعبل کو دیکھا، امامؑ نے کہا اے دعبل مبارک ہو تم ہمارے ناصر ہو، ہمارے مدّاح ہو، دیبل آج محرم کی پہلی ہے، دعبل ہمارے جَد کی شان میں مرثیہ کہا ہے کوئی، دعبل نے آنکھوں میں آنسو بھرے ہاتھوں کو جوڑ کر کہا یا بن رسول اللہ مرثیہ لیکے حاضر ہوا ہوں، مرثیہ ہی سنانے آیا ہوں، کہا اچھا دعبل ابھی ٹھہرو، ابھی نہ سناؤ ذرا دیر ٹھہر جاؤ، یہ کہہ کے امامؑ بہ نفس نفیس اٹھے۔ اپنے دست مبارک سے پردہ ڈالا، بیت الشرف میں گئے کہا رسولؐ اللہ کی بیٹیو! چلو تمہارے جَد کا مرثیہ ہو رہا ہے، آن کے مرثیہ میں شریک ہولو۔ مخدرات عصمت وطہارت پردے کے پیچھے تشریف لائیں، سیدانیاں پردے کے پیچھے تشریف فرما ہوئیں، امامؑ تشریف لائے، اب دعبل کو حکم دیا دعبل مرثیہ پڑھو، دعبل نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا، مرثیہ کا مطلع تھا، اے فاطمہؑ اے جبرِ حق بیٹی اٹھ کے دیکھئے آسمانِ عزّت کے ستارے زمین پر بکھرے پڑے ہیں، امامؑ نے رونا شروع کیا، سیدانیوں نے رونا شروع کیا، دعبل مرثیہ پڑھتے رہے، مصائب حسینؑ نے بیان کرتے رہے۔ امامؑ بھی گریہ کرتے رہے، شہزادیاں بھی گریہ کرتی رہیں۔ آخر میں دعبل نے شعر پڑھے کہ کوئی کربلا میں سو رہا ہے، کوئی نجف میں، کوئی کاظمین میں آرام کر رہا ہے کوئی مدینے میں، یہ کہہ کے مرثیہ تمام کیا، اور امامؑ نے ایک شعر کا اضافہ کر دیا۔ کہ ارے کوئی سب سے دور زمینِ طوس پر سو رہا ہے۔ دعبل نے شعر پڑھ تو دیا لیکن حیرت سے امامؑ کی طرف دیکھنے لگا، کہا یا بن رسول اللہ،
میں آپکے گھر کا پرانا غلام ہوں اور مجھے آج تک نہیں معلوم کہ زمینِ طوس پر کون ہے؟

کہا دعبل تجھے کیا خبر زمینِ طوس پر تو میری قبر بنے گی، اور میں سب سے دور شہید کیا جاؤں گا۔ بس غضب یہ ہوا کہ دعبل نے پھر شعر پڑھ دیا۔ اب جو پڑھا تو کنیز آئی اور کہا دعبل رک جا امامؑ کی بہن کو غش آگیا، میں کہوں گا اے معصومہ خواہرِ امامؑ، آپ بھائی کی شہادت کی خبر نہ سن سکیں، ہائے زینبؑ، ارے شہزادی زینبؑ بھائی کا سر نوک نیزہ پر بہن کلیجہ تھامے ہوئے، ارے مرا بھیّا ارے مرا حسینؑ"

اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَومِ الظّٰلِمِین

۷۸۶

تیسری مجلس

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَام

ارشادِ اقدسِ جنابِ ربّ العزت ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک
اسلام ہے۔ سلسلۂ کلام ذہنِ عالی میں ہوگا، ہمارے آپ کے درمیان
اس سال گفتگو تاریخِ اسلام کے ان پچاس سال کے اوپر ہے جو رسولؐ
کے فوراً بعد شروع ہوتے ہیں، یعنی سنہ ۱۱ھ سے لیکے سنہ ۶۱ھ تک تاریخِ
اسلام کا سروے میرا موضوع اس سال بہت تاریخی بھی ہے اور بہت
دشوار بھی ہے۔ دشواریوں ہے کہ جس راستے پر مجھے چلنا ہے اس راستے پر
ہر قدم پر عقیدتوں کے چراغ روشن ہیں،

لہٰذا دونوں ہی باتوں کا خیال رکھنا ہے، چراغ کی لَو سے اپنا دامن
جل نہ جائے اور اپنے دامن کی ہوا سے کسی کی عقیدت کا چراغ بجھ نہ جائے
یہ بات آپ خود اندازہ لگائیں کہ کجا کے یہ ہمت پیدا ہوئی کہ ہم تاریخ کے
اس دور کا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کریں،

چنانچہ میں نے آپکی خدمت میں کل سرورِ کائناتؐ کی حیاتِ طیبہ کے
سلسلے میں ایک مختصر جھلکیاں کچھ پیش کیں۔ وہ آفتاب جو ساری دنیا کو منوّر
کرنے کیلئے عربستان میں چمکا اور ترسٹھ سال تک اپنی شعاعوں سے انسانیت
کے دل و دماغ کو منوّر کرتا رہا۔ اپنے سیرت و کردار اپنے پاکیزہ عمل اور اپنے
بلند اخلاق اپنی بے مثال سیرت اور اپنی نورانی صورت سے دنیا کو وہ سب

کچھ عطا کرتا رہا جسکی دنیا کو حاجت تھی، تو تیئیس سال تک احکام اسلامی،
ارشاداتِ پروردگارِ عالم قرآنِ پاک احادیثِ نبویؐ، سیرتِ طیبہ کے ذریعہ
بیمار انسانیت کا علاج کرتا رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۱ھ آئی اور سنہ ۱۱ھ میں صفر کے
مہینے میں، یا ربیع الاوّل کے مہینے میں، مجھے تاریخ کے اس اختلاف میں پڑ
کے اپنا وقت نہیں صرف کرنا ہے، بہرحال سنہ ۱۱ھ کے ابتدائی مہینوں میں
کسی وقت وہ آفتابِ ہدایت غروب ہوگیا، اور یہ بات میں آپکی خدمت میں
عرض کردوں کہ اس سال جو یہ سال شروع ہوا ہے سنہ ۱۱ھ یہ عام الحزن ہے
یعنی غم کا سال ہے، اور سال جو گذر گیا یہ مسرت کا سال تھا اور ولایت کے
اعلان کا سال تھا، ویسے یہ سال جو آیا ہے تو عزیزانِ محترم میں آپکی خدمت
میں عرض کروں کہ سنہ ۱۱ھ ہمارے لئے غموں کا سال ہے' اس لئے کہ اسی
سال سرکارِ عالم دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، اور اسی سال معصومۂ کونین
جناب فاطمہ زہراؑ کی شہادت بھی ہوئی ہے' اور اس سال سنہ ۱۴۱۱ھ میں چودہ
سو سال پورے ہوئے ہیں، لہٰذا اگر حضورِ سرورِ کائنات، امّ المومنین خدیجہؑ
اور ابو طالبؑ کی وفات کے سال کو عام الحزن کہہ سکتے ہیں تو حضورِ سرورِ
کائنات اور معصومۂ کونین کے وصال کو اگر ہم عام الحزن کہیں تو غلط نہیں
ہے، غور فرمایا آپ نے، اور بہرحال یہ بھی میں گذارش کروں گا آپ سے کہ
جیسے آپ نے اس ولایت کے سال کو شاندار طریقے سے منایا ویسے ہی
رحلتِ رسولؐ اور شہادتِ سیدہؑ کے سال کو اسی شایانِ شان طریقے
کے اوپر اور اسی شاندار طریقے پر منایا جانا چاہیئے جو اس کیلئے زیبا ہے جو بات
مجھے عرض کرنا ہے جو بات مجھے شروع کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات
ترسٹھ سال اپنی سیرت کے طے کرنے کے بعد، اور تیئیس سال احکامِ الٰہی

پہونچانے کے بعد ۱۱ ہجری کو یہ آفتابِ ہدایت غروب ہوگیا، اور اللہ نے جس
کو سببِ تخلیق بنا کے بھیجا تھا جس کی وجہ سے یہ زمین و آسمان خلق ہوئے
تھے، جس کے بھیجنے کے بعد اللہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے بنی نوعِ انسان کے
اوپر یہ احسان کیا کہ جو ہم نے اپنے رسولؐ کو اس دنیا میں بھیجا، اور وہ معجزۂ
سیرت و کردار جو اس دنیا میں تشریف لایا تھا، وہ دنیا کے ظاہری اعتبار
سے ترسٹھ سال زندگی گذارنے کے بعد اس کا وجودِ مبارک ہمارے
درمیان سے رخصت ہوا، اور اس نے ہم سے پردہ کر کے عالمِ انوار کی
طرف مراجعت فرمائی۔ ظاہر ہے کہ انسانیت کے واسطے یہ سانحہ سب سے
بڑا سانحہ اور انسانیت کے واسطے یہ غم سب سے بڑا غم، کہ وہ رحمت، وہ نور،
وہ پاکیزہ ہستی، وہ مرسلِ اعظم اور وہ اللہ کا رہبر جو سب سے بڑی ہدایت
کی طاقت لیکر آیا تھا، وہ ہمارے درمیان سے رخصت ہوگیا، عزیزان
گرامی لیکن میں صرف اس وقت کی منظر کشی کرنا چاہتا ہوں"

جب یہ سانحہ ہوا ہے، اب آپ میری طرف متوجہ رہیں، میں حتی الامکان
اس بات کی کوشش میں رہوں گا کہ تاریخ کو تاریخ کی طرح پڑھوں،
اس سے کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا مقصود نہیں ہے، لیکن اگر
کوئی سوال میرے دل میں ہے تو میں آپ تک پہونچاؤں گا۔ اگر کوئی فکر
ہے میری تو میں آپکو بتاؤں گا تاکہ ہم آپ دونوں مل کے سوچیں کہ کیا
ہے؟ جس وقت حضورِ سرورِ کائناتؐ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، اس
وقت کا عالم یہ تھا کہ قرآن پاک مرتب نہیں تھا باقاعدہ کتاب کی شکل میں،
بلکہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ [۶۶۶۶] آیتوں پر ایک سو چودہ [۱۱۴]
سورہ ں پر مشتمل یہ عظیم کتاب آسمانی تھی اور اللہ کا آخری پیغام تھا، باقاعدہ

ایک کتابی شکل میں جیسے آج آپ کے ہاتھوں میں ہے ایسے ان لوگوں کے
ہاتھوں میں نہیں تھی، بلکہ قرآنی آیات لوگوں کے سینوں کے اندر محفوظ تھیں،
جتنا ضخیم اور جس قدر معتبر کتاب ہے، جس کا نام ہے قرآن اس سے چار گنا زیادہ
موٹی، ضخیم کتاب بن جائے جو احادیث رسولؐ تھیں، وہ بھی کتابی شکل میں
نہیں تھیں بلکہ وہ بھی لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھیں، پوری اسلامی
شریعت جس کے اندر اصولِ دین، فروعِ دین اسلامی سزائیں، ثواب،
عذاب، واجب، حرام، مستحب، مکروہ ہر ایک کے احکام، نماز کے احکام، روزے
احکام، حج کے احکام، زکوٰۃ و خمس کے احکام، جہاد کے احکام، مسجد کے
مسائل، نکاح کے مسائل، طلاق کے مسائل، تجارت کے مسائل، بیچنے کے
مسائل، خریدنے کے مسائل، زندگی کے مختلف مسائل، یہ باقاعدہ کسی فقہ کی کتاب
میں نہیں تھے، بلکہ لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں محفوظ تھے وہ مسائل غور
فرمائیے گا آپ، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں،
یہ پورا اسلام اس مجمع کے اندر پھیلا ہوا تھا۔ جو مجمع حضورِ سرورِ کائناتؐ کے
گرد جمع رہتا تھا، جو آپ کے تعلیمات کو سنتا تھا آپکی بات کو سنتا تھا، آپکی
نصیحت کو سنتا تھا، ان کے سینوں میں یہ چیزیں محفوظ تھیں، اب میرا ایک
سوال ہے، اللہ کا رسولؐ اتحاد چاہتا ہے اپنی امت میں کہ اختلاف چاہتا
ہے؟۔ ہماری پبلک سے بحث ہی نہیں ہے کہ پبلک کیا چاہتی ہے، اللہ ملت
کو مختلف راستوں پر چلتا دیکھنا چاہتا ہے یا اتحاد کے راستوں پر چلتا دیکھنا
چاہتا ہے، وہ چیز کہ جو اجتماعی طور کے اوپر لوگوں میں پھیلی ہوئی ہو کبھی
ایک بن کے ظاہر نہیں ہو سکتی، عزیزان گرامی اس مسئلے پر آپ غور کریں اور
سوچیں، میں نے آپکے سامنے تقریر کی، اور اس تقریر کو اتنے بڑے مجمع نے

سنا اور میں تقریر کر کے اٹھ گیا، اور میری تقریر مجمع نے سن لی، اور اب اس تقریر کے اوپر عمل کریں گے"، اب جس کے پاس جتنا ذہن تھا جس کے پاس جتنی فکر تھی، جس کے پاس جتنی عقل تھی اس نے اتنا میری تقریر کو سمجھا، تو اب ہر ایک نے اپنی حیثیت سے میری تقریر کو بیان کیا، میری تقریر ایک تھی لیکن جب مسجد سے باہر نکلی تو مختلف تقریریں ہو چکیں کیا اسلام کے واسطے اس بات کا خطرہ نہیں تھا، کیا اسلام کے واسطے اس بات کا اندیشہ نہیں تھا، لیکن اگر تقریر کا ماحول یہ ہو کہ کوئی آیا، کوئی گیا، کسی نے آخر کی دس منٹ کی تقریر سنی کسی نے شروع کی دس منٹ کی تقریر سنی، کسی نے بیچ میں پندرہ منٹ کی تقریر سنی، لیکن رسول اللہؐ کی تیئس ۲۳ برس کی تبلیغی زندگی میں آنے والے آبھی رہے ہیں، کوئی آج سمجھدار ہوا، کوئی کل سمجھدار ہوا، کسی نے مکے کی تبلیغ پائی کسی نے مدینے کی تبلیغ پائی۔ کوئی آغازِ تبلیغ کے وقت بچہ تھا بعد میں جوان تھا، کوئی بوڑھا تھا اور رسولؐ کے بعد بہت زیادہ ضعیف ہو گیا، یہ سارے انسانی مسائل جو ہیں یہ سب کچھ تبلیغ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اگر عوام کے ذہن کے بھروسے یہ چھوڑ دیا جائے گا، تو نہ قرآن ایک ملیگا نہ حدیث ایک ملیگی نہ فقہ ایک ملیگی"، صلوات، "کیا عقل کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ کوئی ایسا انسان بھی ایک ہو جو اس سارے مسئلہ کا ذمہ دار ہو؟ کوئی ایسا بھی انسان ہو جس کا قول تمام معاملات میں قولِ فیصل ہو، اور جس کا آخری قول ہو جو کہہ دے وہی طے ہو جائے، غور فرمایا آپ نے؟ رسولؐ کے بعد اگر عوامی بھروسے پر حدیثیں چھوڑی جائیں، قرآن چھوڑا جائے، دین چھوڑا جائے، تو کیسے ہم بھروسہ کریں کہ ہم کو وہی مل گیا، جو رسول اللہؐ دیکے گئے تھے، جبکہ سب ایک علم کے لوگ نہیں، سب ایک سمجھ کے لوگ نہیں، سب ایک عمر کے لوگ نہیں۔ سب ایک معیار کے لوگ

نہیں، لہٰذا عقل یہ کہتی ہے کہ اگر رسولؐ دنیا سے جانے والے ہیں، تو یا تو ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں، قرآن مرتّب کروا دیں، حضور کا کیا یہ فرض نہیں بنتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں قرآن مرتب کروا دیں، اور اس کے اوپر دستخط کر دیں کہ ہاں اس کو میں نے سن لیا، اور پڑھ لیا، یہی وہ وحیِ ربّانی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی تھی، اپنی زندگی میں اپنی حدیثوں کی کتابیں مرتّب کروا دیں۔ اور ان کو ملاحظہ فرمالیں، اور اس پر مہر لگا دیں کہ ہاں یہ میری حدیثیں ہیں، اپنی زندگی میں ایک ایک صحابی کو مقرر کر دیں کہ تم نماز کے مسائل لکھو، تم روزے کے مسائل لکھو، تم حج کے مسائل لکھو، تم زکوٰۃ و خمس لکھو، تم فقہ کا فلاں چیپٹر لکھو، حضور سارے چیپٹر لکھوا دیں، اور اس کے بعد جنہوں نے لکھا ہو ان کو بٹھا کے سنیں جہاں جہاں مطابق نہ ہو ان کو ٹھیک کریں، اچھا یہ بھی سن لیجئے کہ حضور سرورِ کائنات کی رحلت اچانک نہیں ہوئی ہے، یعنی انسان کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کے کاروبار پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، اس کے معاملات الجھے ہوئے ہوتے ہیں، کچھ خبر نہیں گھر والوں کو پھیلا ہوا کاروبار ہے، کس سے کیا لیا ہے، کس کو کیا دیا ہے، کس سے کیا وعدہ کیا ہے، کس پہ کیا باقی ہے، کہا اچھے خاصے بیٹھے تھے آفس میں یکا ایکی دل گھبرایا پانی پیا، ڈاکٹر کو کہا ٹیلی فون کرو، جتنی دیر میں ڈاکٹر آیا اتنی دیر میں کہا یہ ختم ہو گئے، اب گھر والے سر پکڑے بیٹھے ہیں، کہا ہائے ہائے ہمیں کیا معلوم تھا کہ اتنی جلدی یہ ہو جائے گا، ہوتا ہے زندگی میں ایسا، لیکن یہ اچانک موتوں میں ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی ایسی بیماری میں مبتلا ہے، جس کی زندگی میں دو مہینے باقی ہیں، مان لیجئے کوئی سمجھدار آدمی ہے، جس سے اسکی بیماری چھپائی نہیں گئی، پڑھا لکھا آدمی ہے اس کو ڈاکٹر نے بتا دیا کہ آپ زیادہ نہیں چلنے والے ہیں دو مہینے میں

چار مہینے میں آپ ختم ہیں، تو اب اس کا تو فرض یہ ہے کہ وہ سب کو بتا دے،
اپنے خاندان والوں کو متعلقہ لوگوں کو بٹھا کے بتا دے کہ دیکھو مجھے فلاں
مرض ہو گیا ہے اب میں بچنے والا نہیں ہوں، فلاں کے یہاں پیسے باقی
ہیں، فلاں سے یہ کرنا ہے، فلاں سے یہ معاملات ہیں اس کو نوٹ کر لو،
وہ فائل نکال لو اس پہ فلاں سے دستخط کرا لو، یہ پلان ہے ہو سکے تو اس کو
چلانا، یہ پروجیکٹ ہے ہو سکے تو اس کو بنانا، یہ سب کچھ ہے کہ نہیں ہے اس
کو علم ہوتے بھی ئے بھی معاملات اس طرح پھیلے ہوئے ہوں، تو عزیزانِ
گرامی دنیا کا ایک معمولی سمجھدار انسان اپنی موت کا زمانہ قریب آنے کے بعد ایسا
نہ کریگا، تو جو دنیا کا سب سے بڑا رسولؐ ہو وہ اسلام کو یوں پھیلا ہوا چھوڑ کے
چلا جائے گا؟ کیا عقل اس کو تسلیم کرتی ہے؟ کیا عقل اس کو مانتی ہے؟ یہ عقل
نے تسلیم نہیں کیا، کہ رسولؐ اپنے دین کو ایسے چھوڑ کے چلے جائیں اور جس کی
جو سمجھ میں آئے وہ تفسیر قرآن کردے، جس کی جو سمجھ میں آئے وہ تاویلِ حدیث
بیان کردے جس کی جو سمجھ میں آئے وہ فقہ اسلامی بیان کردے، اور حضورؐ دنیا
سے رخصت ہو کے چلے جائیں، یہ فرض تھا خدا کی طرف سے کہ قرآن مرتب کر
کے، حدیثوں کی کتابیں لکھوا کے، فقہ کے سارے مسائل لکھوا کے دنیا سے جاتے۔
یا تو حضورؐ یہ سب کر کے جائیں یا کوئی ایک ایسا ذمہ دار آدمی چھوڑ کے جائیں کہ
اگر رسولؐ نہ ہے تو وہ وہی بتائے جو اگر حضورؐ ہوتے تو وہی بتاتے "صلوات"
غور فرمایا آپ نے؟ ہم اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ دنیا سے رخصت ہو گئے
لیکن ان پر الزام نہیں دیا جا سکتا، اس لئے کہ وہ اپنے بعد امامِ معصومؑ چھوڑ
کے گئے، امام چھوڑ کے نہیں گئے، امامِ معصومؑ چھوڑ کے گئے، امامِ معصومؑ وہ رہبر
ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہو۔ اور جس سے غلطی کا امکان نہ ہو، عجیب وغریب

منزل پر میں لے آیا آپکو، امام معصومؑ وہ ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہو اور اس
سے غلطی کا امکان نہ ہو، آپ کہیں گے کیوں؟
اگر غلطی کا ایک امکان بھی ہے تو پورا اسلام مشکوک ہو جائے گا کہ خدا جانے کہاں
غلطی کر گیا، لہٰذا اس کی پوری زندگی میں ایک غلطی کا بھی امکان نہ ہو، وہ امام
معصومؑ، حضورؐ نے پوری تبلیغ جو کی، اچھا دیکھئے میں ایک بات کہوں کہ اگر میں
آپ سے پوچھوں کہ یہ بتائیے کہ میں نے ۸۵ء میں کیا پڑھا تھا آپکے سامنے؟
تو آپ نہیں بتا پائیں گے"، اچھا میں نے ۸۹ء میں کیا پڑھا تھا؟ وہ بھی
نہیں بتا پائیں گے سوائے اس کے کہ میری دس گھنٹوں کی تقریر میں سے
کہیں سے آپکو دس منٹ کی گفتگو یاد ہو۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ آپکو یاد نہیں
اور آپ مجھ سے روٹھ گئے کہ لیجئے آپ نے ہم کو کافر کہا ہم کو ظالم کہا، ہم کو
بے دین کہا، کچھ نہیں کہا ہم نے آپکو، لیکن آپ اپنی کمزوری اور مجبوری کو تو
سوچئے کہ آپ کا دماغ اتنا قوی نہیں ہے کہ جو میری زبان سے نکلے وہ آپ
یاد کرلیں، تو اب کیا ہو؟ توجہ چاہتا ہوں عزیزانِ گرامی، اب کیا ہو؟ اگر
مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ میں نے ۸۹ء میں کیا پڑھا ہے مغل مسجد میں، تو
کیا ہو پھر؟ اب آپ جانتے ہیں کیا ہوگا؟ میں آپ کے پاس نہیں جاؤں گا،
ایک سے ایک بزرگ ایک سے ایک عالم، ایک سے ایک پڑھے لکھے لوگ ہیں
اس مجلس میں شریک، میں کسی کے پاس نہیں جاتا، میں اس لڑکے کو
ڈھونڈ رہا ہوں، یہ عمران جو ہے اس لڑکے کو ڈھونڈ رہا ہوں، یہ کمسن
چھوٹا سا لڑکا، اس کی فکر میں ہوں کہ یہ مل جائے یہ پیدا ابھی بعد میں ہوا
ہے، ہم بمبئی پہلے سے آتے ہیں بہت بعد میں پیدا ہوا، لیکن ہم اس
کی تلاش میں ہیں، ایک سے ایک بزرگ مل رہے ہیں ہم ان سے کچھ نہیں

کہتے، کہا اطہر صاحب پریشانی کیا ہے۔
آپ کو، کیوں پوچھ رہے ہیں اس کو؟ اس کے پاس ہمارا وڈیو کیسٹ
ہے، انھوں نے کہا ارے یہ بھی تو مجلس میں شریک تھے؟ انھوں نے کہا
شریک تو تھے مگر بتا تھوڑا ہی پائیں گے، بتائے گا تو وہی جس کے پاس وڈیو
کیسٹ ہوگا، اس لئے کہ جس کے پاس وڈیو کیسٹ ہے صورت بھی نہیں بدلے
گی آواز بھی نہیں بدلے گی، لفظیں بھی نہیں بدلیں گی، معنیٰ بھی نہیں
بدلیں گے" صلوات" اب سمجھے آپ اسلام غیر محفوظ نہیں ہے، کوئی یہ نہ
سمجھے کہ اسلام غیر محفوظ ہے، اسلام غیر محفوظ نہیں، اسلام محفوظ ہے،

لہٰذا امام معصومؑ بزم رسولؐ میں اوّل سے آخر تک ہو، علیؑ دعوت عشیرہ کے
دن بھی تھے، علیؑ اس وقت بھی تھے جب رسولؐ دنیا سے جا رہے تھے" صلوات"
سُنئے آپ میں اکثر پڑھتا ہوں کہ کوئی الہ آباد سے کانپور سے لکھنؤ سے،
حیدرآباد سے کہیں سے آیا، پہلی مرتبہ آیا بمبئی، آپ پرانے رہنے والے
یہاں کے آپ نے کہا ہم گھمائیں گے تمہیں بمبئی، ہم تمہیں چوپاٹی دکھائیں
گے ہم تمہیں جوہو لے جائیں گے، ہم تمہیں بمبئی کی تفریح گاہیں دکھائیں
گے، وہ بے چارہ بیٹھا سن رہا ہے کہ ہاں، ہاں، کیونکہ وہ آیا ہے بمبئی
گھومنے کے لئے آپ یہیں کے رہنے والے ہیں، تو جو خاص خاص چیزیں
وہ آپ کہہ رہے ہیں کہ دکھائیں گے تمہیں، ہم بھی اسی بمبئی میں پیدا ہوئے
اور آپ بھی بمبئی میں پیدا ہوئے، آپ نے ہم سے کہا کہ چلئے بمبئی گھما
دیں، فلاں چیز دکھائیں گے، فلاں دکھائیں گے، وی ٹی دکھائیں گے اور
انٹرنیشنل ایئرپورٹ دکھائیں گے

انھوں نے کہا آئیں، یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ ارے جس بمبئی میں آپ

پیدا پرورش ہوئے ہیں، اسی بمبئی میں آپ پیدا پرورش ہوئے ہیں آپ
ہمیں کیا دکھائیں گے جوہو، ہمیں کیا دکھائیں گے چوپاٹی، ہمیں کیا، دکھائیں
گے وی ٹی، ہمیں کیا دکھائیں گے انٹرنیشنل ایئرپورٹ، چلئے ہم خود ہی
آپ کو دکھا دیں، یہ تو نئے سے کہئے، بمبئی کا آدمی بمبئی کے آدمی سے کیا کہے
گا؟ ابھی بمبئی کا آدمی بمبئی کے آدمی کو کیا گھمائے گا؟

جب رسولؐ دنیا سے اٹھ گئے، تو بمبئی والے نہیں موجود تھے وہاں، مکّے
مدینہ والے موجود تھے، علیؑ نے ان میں بیٹھ کے کہا آؤ میں تمہیں بتاؤں
کون سی آیت دن میں اتری؟ کون سی رات میں اتری، کون سی میدانی
علاقے میں اتری، کون سی پہاڑی علاقے میں اتری، کون سی حالتِ
جنگ میں اتری، کون سی حالتِ امن میں اتری کون سی ناسخ کون سی
منسوخ، ہم نہیں تھے وہی لوگ تھے سر جھکائے بیٹھے رہے، سُنتے رہے کسی
نے یہ نہ کہا کہ علیؑ تم ہمیں کیا بتاؤ گے جہاں تم تھے وہیں ہم تھے، جو تمہیں معلوم
ہے وہ ہمیں معلوم ہے" صلوات" تو عزیزانِ گرامی اس مسئلے کو سمجھئے کہ اگر رہبر
معصومؑ نہ ہو تو یہ دین دینِ عقل ہے، اسلام دینِ عقل ہے، ہم سے آپ کہئے کہ
آنکھیں بند کر کے مانو، ہم نہیں مانیں گے یہ اگر کہئے کہ آنکھیں بند کر کے مان
لیں تو یہ اللہ نے آنکھیں دی کیوں ہیں کہ بند کر کے مانیں؟ بھئی سوال یہ
ہے کہ آنکھیں بند کر کے ماننے کی بات ہے تو پھر آنکھیں دیں کیوں؟ جو ہم
بند کر کے مانیں ہم تو آنکھیں کھول کے مانیں گے، اور آنکھیں کھول کے ماننے
کی بات جہاں تک ہے اس میں آپ مجھے بہت پیارے ہیں مگر میں آپ کے
ذہن پر اتنا بھروسہ نہیں کر سکتا، کہ آپ اگلے سال کی میری تقریر اس سال
مجھے سنا دیں، سال بھر بات تو میرے دوستو بہت رہی۔ آج ہی کی تقریر آج

ہی سنا دیجئے تو میں جانوں، رہ گیا جہاں تک تعریف کرنے کا سوال ہے، تعریف کرنا الگ بات ہے، بھئی بہت پسند آئی آج آپکی تقریر، اطہر صاحب بہت اچھی تقریر تھی، وہ ایک الگ بات ہے، اس کا کچھ جز یاد رہ گیا ہو آپ کو یہ بھی ایک الگ بات ہے، اسے مِن وعَن کہنا، اگر میں نے صبح کہا ہے تو صبح ہی کہیں اسے دن نہ کہیں آپ، اگر میں نے شام کہا ہے تو شام ہی یاد ہو رات نہ کہیں آپ جہاں پہ جو لفظ میں نے استعمال کیا ہے وہاں کے اوپر وہی لفظ ہو، یہ کام آسان نہیں ہے، یہ کام وہی کرے گا جس سے خطا کا امکان نہ ہو، اسی لئے یہ شرط ہے کہ امام معصوم ہو، بزمِ رسولؐ میں امام معصومؑ ہو، جو پہونچائے رسولؐ وہ معصومؑ اپنے عصمت کے ذہن میں ریکارڈ کرتا جائے، تاکہ وہی لفظیں ذہن سے نکلیں جو رسولؐ کے ذہن سے نکلی ہیں، اور وہی لفظیں آئیں جو اللہ نے نازل کی ہیں، تو جب رسولؐ بول رہے تھے تو علیؑ تھے، سنئے یہ فلسفہ کیا ہے؟ جو آج لوگ ہم سے پوچھتے ہیں یہ آپ کے یہاں ہے کیا؟ میں آپ کو دو جملوں میں سمجھا دوں کیا ہے؟

رسولؐ بول رہے تھے تو علیؑ بیٹھے تھے، یہ ہے اسلام کا تسلسل، یہ ہے اسلام کا اعتبار، ورنہ اعتبار نہ رہیگا تو سارا معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا، بھیا یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے، قابلِ اعتبار وہی اسلام ہے جو خدا نے بھیجا۔؟ وہی اسلام ہے۔

جو رسولؐ نے کہا؟ خدا بھی سچّا اس کا رسول بھی سچّا، اسلام بھی سچّا، یہ کیا گارنٹی ہے کہ چودہ سو برس کا راستہ طے کر کے مال جو ہم تک آیا، تو وہی ہے جو خدا نے بھیجا؟، معاملہ یہ ہے ابھی، تو جب رسولؐ بولے تو علیؑ بیٹھے تھے، جب علیؑ بولے تو حسنؑ بیٹھے تھے، جب حسنؑ بولے تو حسینؑ بیٹھے تھے، جب حسینؑ بیٹھ کے بولے تو زین العابدینؑ بیٹھے تھے، جب زین العابدینؑ بولے تو محمد باقرؑ بیٹھے

تھے، جب محمد باقرؑ بولے تو جعفرِ صادقؑ بیٹھے تھے، جب جعفرِ صادقؑ بولے تو موسیٰ کاظمؑ بیٹھے تھے، جب موسیٰ کاظمؑ بولے تو علی رضاؑ بیٹھے تھے، جب علی رضاؑ بولے تو محمد تقیؑ بیٹھے تھے، جب محمد تقیؑ بولے تو علیؑ النقی بیٹھے تھے، جب علی النقیؑ بولے تو حسنِ عسکریؑ بیٹھے تھے، اور جب حسن عسکریؑ بولے، تو حضرت ولیِ عصرؑ بیٹھے تھے،" ہم نے بارہ دفعہ ایک سبق سنا، اب ہم پہ بھروسہ ہوا کہ تمہیں یاد ہو گیا ہو گا، اب جو آخری کاپی بچی تو وہ رکھ لیا ریکارڈ میں، کہا تم دین کا کام چلاؤ، جب اختلاف حد سے بڑھیں گے ہم اور یہ کاپی نکال کے مِلان کریں گے کس کا صحیح ہے، "صلوات" اب سمجھے حضور کہ کیا چیز ہے امامت؟

حضورؐ کی آنکھ بند ہوئی اور حضورؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد ضرورت اس بات کی تھی کہ اسلام کا کوئی پوری طرح جاننے والا موجود ہو، جس کو تمام اسلامی مسائل پر عبور حاصل ہو اور جو تمام مسائل سے واقف ہو، جس کے پاس علمِ قرآن بھی ہو، جس کے پاس فہمِ حدیث بھی ہو، جو فقہ اسلامی کا بھی جاننے والا ہو، جو مزاج شناسِ رسالت بھی ہو، جو زبانِ رسالت کے الفاظ کے مطلب بیان کر سکتا ہو، ہم نے اسلام کی تاریخ میں علیؑ ابن ابیطالبؑ سے زیادہ نمایاں کوئی دوسری شخصیت نہیں پائی، علیؑ صرف میدانِ جنگ کے فاتح نہیں تھے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ علیؑ صرف ایک بہادر کا نام ہے، جس کے سامنے کوئی جوان ٹھہر نہیں پایا، علیؑ ایک بہت بڑے عالم کا نام ہے جس کے سامنے کسی کا علمی چراغ نہ جلا، علیؑ ایک بہت بڑے فلسفی کا بھی نام ہے جس کی فکر کے آگے کوئی ٹھہر نہ سکا، علیؑ ایک بہت بڑے فقیہ کا بھی نام ہے کہ جس کے او پر سارا عالمِ اسلام دنگ رہ گیا، علیؑ ایک بڑے جج کا بھی نام ہے جس نے فیصلے میں کبھی خطا نہ کی، علیؑ کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ صرف خندق، خیبر کے

کہتے ہیں کہ علیؑ کے بازوؤں میں طاقت تھی خالی، نہیں علیؑ کو رسولؐ سے سمجھئے
اگر علیؑ کی طاقت کا اندازہ لافتیٰ الاّ علیؑ سے لگے گا، تو علیؑ کے علم کا اندازہ اَنَا
مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا سے لگے گا علیؑ کے قوت فیصلہ کا اندازہ، اقضاکم
علیؑ سے لگے گا کہ تم میں سب سے زیادہ قوت فیصلہ علیؑ میں ہے، علیؑ کی
منزلت کا اندازہ اس حدیث رسولؐ سے لگے گا کہ "علیٌ مِنّی بمنزلۃ ھارونَ
مِن موسیٰ، علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت جو ہارون کو موسیٰؑ سے ہے، علیؑ ولی تھے، علیؑ
ولی تھے، اور ولیِ اَمر مسلمین صرف طاقت کے بل کے اوپر نہیں ہو سکتا،
جب تک اس کے دماغ میں فکر مستقیم نہ ہو، جب تک اس کے سینے میں علم
کا سمندر نہ ہو، علیؑ کو اگر خطیب کی حیثیت سے دیکھتے ہیں ہم تو ثبوت میں نہج
البلاغہ موجود ہے، علیؑ کو اگر ہم قاضی کی حیثیت سے دیکھتے تو وہ قضایا آج تک
موجود ہیں جو فیصل کئے، علیؑ کو اگر ہم فقیہہ کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو اسلامی
فقہ میں علیؑ نے جو چراغ جلائے ہیں وہ آج تک روشن ہیں، علیؑ کو اگر ہم مفسّرِ
قرآن کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو آج تک علیؑ کی تفسیر یادگار ہیں، تو جب اسلام
میں ایسی غیر معمولی شخصیت موجود ہے تو اب نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ لوگ ہیں نہ
وہ دور رہے حکومت کسی اور کے پاس ہے، دولت کسی اور کے قبضے میں ہے،
خزانہ کسی اور کے نام ہے، علاقہ کسی اور کے نام ہے تو اب اس جھگڑے کو
چھوڑ دیجئے اختلاف نہ ہو جائے کہیں، کہ اقتدار کس کے پاس رہا۔ اس لئے
کہ اب تو کسی اور ہی کے پاس ہے نہ اِن کے پاس ہے نہ اُن کے پاس ہے مکہ
مدینہ میں اقتدار کسی اور کے پاس ہے، اب نہ علیؑ کے پاس ہے نہ علیؑ کے
علاوہ اور دوسروں کے پاس، اب تو کسی کے پاس نہیں، نہ اس اقتدار
سے ہمیں لینا دینا ہے کچھ، اس لئے کہ ہم دوسرے ملک میں رہتے ہیں، دوسرے

علاقے میں رہتے ہیں، توجہ چاہتا ہوں عزیزان گرامی بس آج کے بیان کی
یہ آخری بات زندہ رہا تو کل سناؤں گا، دیکھئے سُنئے، حکومت سے جن
معاملوں کا تعلق ہوتا ہے ان معاملے سے تو ہمارا کوئی تعلق رہا نہیں چودہ
سو برس کے فاصلے کی وجہ سے، پیسہ لینا ہے، ٹیکس دینا ہے، جاگیر ملنا ہے،
سزا پانا ہے، تو نہ تو ہمیں پیسہ مل سکتا ہے چودہ سو برس پرانی حکومت سے،
نہ چودہ سو برس پرانی حکومت ہم سے ٹیکس لینے آئیگی، نہ ہمیں سزا دے سکتی ہے
نہ جاگیر انعام میں دے سکتی ہے، لہٰذا وہ تاریخ کا چیپٹر تو بند ہی رہنے دیجئے
ورنہ اختلاف اُبھریں گے

آج ہمیں جس چیز کی اب بھی ضرورت پڑتی ہے مسلمان ہونے کے
ناطے، وہ حدیثِ رسولؐ کی ضرورت پڑتی ہے، تفسیرِ قرآن کی ضرورت پڑتی
ہے، یہ آج بھی بمبئی میں رہ کے ہمیں ضرورت پڑتی ہے کہ اس مسئلہ میں حکمِ خدا
کیا ہے، اس مسئلہ میں حدیثِ رسولؐ کیا ہے

اس پارے میں فلاں آیت کے معنی کیا ہیں؟ کیا مسلمان اس بات
پر راضی ہو سکتے ہیں کہ سابق اختلافات کو وہیں چھوڑئیے، آج جن باتوں
کی ضرورت ہو اس کے لئے درِ علیؑ پر آ جایا کریں، اس لئے کہ علیؑ سے بڑھ
کے عالم نہیں گذرا، آپ غور کیجئے تفسیر قرآن، ارشاد رسولؐ، حدیث نبویؐ، فقہ
اسلامی، انکی ضرورت آج بھی ہے، حکومت و سلطنت و دولت کا دور ختم ہو گیا،
تو کیا مسلمانوں کے اتحاد کا یہ راستہ کچھ بے جا ہے؟ کہ سارے مسلمان مل کے علیؑ
ابن ابیطالب کے تعلیمات پر عمل کریں؟ اور ان کی سیرت کو اپنائیں، اور ان
کے راستے پر چلیں اس لئے کہ وہ رسولؐ کے داماد بھی تھے، رسولؐ کے بھائی بھی
تھے، رسولؐ کے خلیفہ بھی تھے، رسولؐ کے وصی بھی تھے ولی بھی تھے، امام بھی

تھے، تمام صفتیں ان کی ذات میں جمع تھیں، تو اگر مسلمان علیؑ کو اپنا رہبر فرض
کریں تو کسی منزل پہ شرمائے گا نہیں کسی منزل پر اس کی شرم سے پیشانی
جھکے گی نہیں، بلکہ ہمیشہ فخر کے ساتھ اس کا سر بلند رہے گا۔

کہ ہمارا رہبر و پیشوا حیدرِ کرّار ہے۔ غور فرمایا آپ نے؟ بس آج یہیں
پہ بات تمام ہے

تو علیؑ سے ہم کو حسنؑ ملے اور حسنؑ سے ہم نے حسینؑ کو پایا، اور یہ وہ
سلسلہ ہے کہ اگر حسنؑ ملے تو ہم کو خلق رسولؐ ملا، اور اگر حسینؑ ملے تو ہمیں
جوہر شہادت ملا، حسنؑ نے ہم کو اخلاقِ رسول کی تعلیم دی، حسینؑ نے ہم کو
راہِ حق میں مر مٹنے کا جذبہ دیا، عزیزانِ گرامی زندہ رہنے کی تمنا ہر انسان کے
دل میں ہوتی ہے، مگر ہر انسان منزلِ موت کا مسافر ہے، زندہ رہنے کی تمنا
ہر انسان کے دل میں ہے، مگر ہر انسان منزل موت کا مسافر ہے، آخری
منزل جو ہے اس کا نام موت ہے، یہ ساری کشتیاں زندگی کے سمندر میں
ضرور چل رہی ہیں مگر موت کے ساحل کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہیں،
زندہ رہنے کی آرزو تو ہر دل میں ہے مگر مر جانے کا سلیقہ بھی کسی میں ہے
کہ نہیں، مر جانے کا سلیقہ سیکھنا ہو تو حسینؑ سے سیکھو

زندگی پیاری ہر ایک کو ہے، مگر ہاتھ ملتے ہیں جب زندگی چلی جاتی
ہے، کیوں نہ ایسے بن جاؤ کہ زندگی خود تمہارے قدموں سے لپٹ کے رہ
جائے، مگر بنے کون ایسا جب تک حسینؑ سے سبق نہ لے، جب تک حسینؑ سے
سبق نہ لے، عزیزانِ گرامی جان دے دینے کی بات بھی نہیں ہوتی ہے،
جو لوگ کہتے ہیں اچھائی کے لئے جان دیدی اور فلاں کیلئے جان دیدی
سینکڑوں لوگ صبح سے شام تک جان دیا کرتے ہیں اپنے اپنے کاز کیلئے،

ڈیلی اخبار پڑھئے آپ تو آپکو پچیس، تیس، چالیس، پچاس آدمی ملیں گے جو
اپنے کسی مقصد کیلئے جان دیا کرتے ہیں روز، لیکن اخبار کے فائلوں میں دب
جاتی ہے بات تاریخ کے صفحوں تک آتی بھی نہیں ہے، یہ کون سے بہتّر تھے
جنہوں نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جان دی، مگر آج تک فنا
بن کے چمک رہے ہیں، عزیزانِ گرامی آج بہتّر پیاسوں کا قافلہ کربلا پہونچ
گیا، آج دوسری محرم ہے، آج بھوکا پیاسا قافلہ جس نے راستے میں حر کے
لشکر کو سیراب کیا تھا، چلتے چلتے حسینؑ کا گھوڑا رُکا، پوچھا کون سی زمین ہے؟
جب کسی نے کہا کربلا تو اتر پڑے، کہا بھیا عباسؑ ہمارا سفر تمام ہوا" زہے
نصیب کربلا، ہم دعا مانگتے ہیں' اَللّٰھُمَّ مِدفَنِی عِندَ قَبرِ الحُسَین'، پالنے والے
ہم دفن زمین کربلا پہ ہوں کربلا حسینؑ کی خرید کی ہوئی زمین ہے، پہلے جا کے
کام یہ کیا کہ زمین داروں کو بلا کے زمین خریدی" تاکہ اب کوئی یہ نہ کہے کہ
حسینؑ دوسرے کی زمین پہ تھے، بلکہ دشمن آیا تو حسینؑ کی زمین پہ حسینؑ سے
لڑنے آیا، اور اس کے بعد کہا کہ میں یہ زمین تمہیں کو واپس کرتا ہوں
ہمیں یہاں رہنا نہیں ہے، خالی ہماری قبریں بنیں گی یہاں، تم سے اتنی
گذارش ہے کہ جب کوئی ہماری زیارت کو آئے تو ہماری قبروں کے نشان بتا
دینا، فاطمہؑ کا بھرا گھر کربلا میں آ گیا،

بس عزیزانِ گرامی، کیا آپ میرے ساتھ منظر دیکھیں گے؟ آج کی رات
کربلا کو دیکھ لیجئے، اور اس کے بعد ایک رات اور کربلا دیکھ لیجئے، دو منٹ کے
اندر میں آپکو ایک منظر دکھاؤں، آج چلئے آپ میرے ساتھ کربلا، یہ اصحاب
باوفا کے خیمے لگے ہیں یہ زُہیر ہیں یہ جَون ہیں، یہ حسینؑ کے ناصر ہیں، یہ ہلال ہیں،
یہ حسینؑ کے چاہنے والے سب جمع ہیں، اصحاب کے خیموں کے پہلو میں دوسری

طرف عزیزوں کے خیمے لگے ہیں، یہ عقیلؑ کے بیٹے ہیں، یہ جعفرؑ کے لال ہیں، یہ زینبؑ کی گودیوں کے پالے ہیں، یہ حسینؑ کا حسین وجمیل ہم شبیہ پیغمبر بیٹا علی اکبرؑ ہے، یہ چاند سا ٹکڑا جو چمک رہا ہے یہ حسنؑ کا لال قاسمؑ ہے، اور یہ جو خیموں کے چاروں طرف ٹہل رہا ہے، یہ علیؑ کا شیر عباسؑ، یہ ہے دوسری محرّم کی رات کی کربلا، اور بنی ہاشم کے خیموں کے اندر پیچھے، مخدّرات عصمت وطہارت کے خیمے ہیں، جہاں نہ نظر جائیگی نہ تصوّر جاتا ہے، یہ دوسری کا دن گذر کے رات کو ہے اب آیئے چلئے کربلا پھر چلیں، دسویں کا دن گذر کے رات کو، جگہ جگہ لاشیں بکھری ہیں، جگہ جگہ میّتیں پڑی ہیں، جگہ جگہ لوگ گردنیں کٹائے آرام کر رہے ہیں، یہ حسین وخوبصورت ہلالؑ سو رہا ہے، یہ جونؑ آرام کر رہے ہیں، یہ بچپن کے دوست حبیبؑ گردن کٹائے سو رہے ہیں، یہ میمنے کا سردار، زہیر سو رہا ہے، کیا آپ کلیجہ تھام کے میرے ساتھ اور چند قدم آگے چل سکیں گے، یہ بڑے خوبصورت لوگ جو سو رہے ہیں، یہ سب بنی ہاشم کے جوان ہیں، یہ فاطمہؑ کی کمائی ہے، یہ محمدؐ کا باغ ہے جو کربلا میں اجڑ گیا، یہ علیؑ کے بیٹے ہیں، اور یہ چاند کا ٹکڑا جو ٹکڑے ٹکڑے ہے یہ وہ ہے جس کے منھ پہ منھ رکھ حسینؑ کہہ رہے ہے مرے لال، تیر اچھا آگیا، اور آگے دیکھئے اگر آپ اپنا کلیجہ سنبھال سکئے یہ بہت خوبصورت جوان جو سو رہا ہے اس کیلئے کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

چمک رہی تھی جبیں آفتاب کی صورت ملی تھی اس کو رسالتمآب کی صورت

یہ حسینؑ کا اٹھارہ برس کا بیٹا علی اکبرؑ آرام کر رہا ہے۔

اور چلئے میرے ساتھ تھوڑی دور، دریا کی ترائی میں ایک شیر سو رہا ہے، ہیبت سے کوئی قریب نہیں جا رہا ہے، یہ حسینؑ کے لشکر کا سردار، علیؑ کا چونتیس برس کا جوان عباسؑ، بس عزیزو ایک منٹ میں مجلس تمام، کیا آپ میرے ساتھ

تھوڑی دور اور چلیں گے تصور کو لیکے، آیئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے، یہ آپ کربلا کی زمین میں ایک نشیب دیکھ رہے ہیں، جہاں سے ایک روشنی آسمان تک جا رہی ہے، یہاں وہ سو رہا ہے جس کو فاطمہؑ نے چکی پیس کے پالا، یہاں حسینؑ سو رہے ہیں، اور یہاں سے ایک رونے کی آواز آرہی ہے کوئی بچی رو رہی ہے بابا، ارے مرے بابا، اے بابا شمر نے طمانچے لگائے، اے بابا، اندھیری رات آگئی بابا، اے بابا اب میں کس کے سینے پہ سوؤں گی"

اَلَا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظّالمینْ

چوتھی مجلس

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ"

ارشادِ اقدس جناب رب العزت ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام
ہے، سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا، ہمارے آپ کے درمیان جس گفتگو
کا سلسلہ جاری ہے، وہ یہ ہے کہ تاریخ اسلام کا مطالعہ اور سروے ۱۱ھ سے
۶۱ھ تک، کل میں نے آپکی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ جب حضور سرور
کائنات اس دنیا سے سدھارے ہیں، تو اس وقت قرآن لوگوں کے سینو
میں تھا، حدیثیں لوگوں کے حافظے میں تھیں، احکام اسلامی لوگوں کو یاد
تھے مگر کتابی شکل میں مرتب ہوکر لوگوں کے سامنے نہیں آئے تھے
لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی رہبری کرنے والا ہو کہ جو دنیا
کو بتائے کہ مقصد پروردگار کیا ہے، ارشادِ ربانی کیا ہے، سیرت نبویؐ
کیا ہے؟ تاکہ سچے اور صحیح اسلام کی نشاندہی ہو سکے اور ہمیں وہ چیز
مل سکے جو ہمارے پروردگار کی جانب سے ہماری اصلاح کیلئے آئی
تھیں، اس سلسلے میں یہ بات میں آپ کے سامنے عرض کردوں کہ ۱۰ھ
کے آخر میں اور ۱۱ھ کے شروع میں حضورؐ نے بار بار اپنے دنیا سے رخصت
ہونیکی نشاندہی کی ہے، اور مسلمانوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ
میں تمہارے درمیان بہت تھوڑے دنوں کا مہمان ہوں، اور دنیا سے

رخصت ہونیوالا ہوں، چنانچہ جب حج کیلئے گئے تو اس اعلان کے ساتھ گئے
کہ یہ میرا آخری حج ہے اس کے بعد مجھے کسی اور حج کا موقع نہیں ملیگا جس کو
شرکت کرنا ہو وہ اس میں شرکت کرے، اور حضور سرورِ کائناتؐ پر ہم الزام
بھی نہیں دے سکتے کہ انھوں نے ہماری ہدایت کے واسطے انتظام نہیں کیا
اس لئے کہ تمام تاریخیں اس بات پر اتفاق کرتی ہیں کہ انھوں نے حج سے
واپسی پر "غدیرخم" کے مقام پر اٹھارہویں ذی الحجہ کو لاکھوں کے مجمع میں یہ صاف
اعلان کردیا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ جس کا میں مولا ہوں اس
کا یہ علیؑ مولا ہے، اور اس اعلانِ ولایت کے بعد اب یہ مسئلہ تمام ہوگیا کہ دین
کے مسئلے میں ہم کس کے پاس جائیں اور کس سے پوچھیں، اس لئے کہ مولاؑ
کے لفظ کو جس طرح حضورؐ سرورِ کائنات نے استعمال کیا، اس سے یہ تنگ و
شبہ بھی دور ہوگیا کہ مولاؑ کے معنی کیا ہیں، حضور نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا
اَللّٰہُ مَوْلَایَ، وَاَنَا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ، اَنَا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ،
اللہ میرا مولا ہے، میں مومنوں کا مولا ہوں، جس کا میں مولا ہوں اس کے
علیؑ مولا ہیں، تو جن معنوں میں اللہ مولا ہے، جن معنوں میں رسول مولا ہے
انہیں معنوں میں علیؑ مولا ہے" "صلوات" میرے ایک دوست نے یہ ایک بات
کہی کہ بہت زور ہے آپکا اس حدیث کے اوپر پھر بھی یہ حدیث ہے قرآن کی آیت
تو نہیں ہے؟ قرآن کی آیت تو نہیں ہے یہ حدیث ہے وہ بہت معتبر بھی مگر حدیث
ہے، آیت قرآن نہیں ہے، تو میں آپکی خدمت میں یہ بھی عرض کردوں کہ حدیث
کے پرکھنے کی کسوٹی ہمیں خود رسولؐ نے بتائی ہے کہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ جب
ہماری حدیثیں تمہارے سامنے آئیں، تو تم اس کو قرآن سے ملاکے دیکھ لینا،
اگر قرآن کے مطابق ہیں تو ہمارا فرمان ہے، ہم نے کہا ہے، اور اگر ہماری حدیث

کا مضمون قرآن کے خلاف ہو تو سمجھ لینا کسی نے جھوٹ ہماری طرف منسوب کیا ہے
ہم نے نہیں کہا ہے، اس لئے کہ ہم خدا کے قول کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتے تو
حضورؐ نے حدیث کے پرکھنے کی یہ کسوٹی صبح قیامت تک کیلئے ہمیں دیدی کہ جب کوئی
حدیث سامنے لائی جائے تو اس کو قرآن سے ملا کے دیکھا جائے، اگر قرآن میں
اس مضمون کی آیت ملتی ہے تو وہ حدیث صحیح ہے اور اگر جو حدیث میں مضمون ہے
اس کے خلاف کی آیت قرآن میں ملتی ہے تو وہ قول رسولؐ نے نہیں ہے بلکہ
کسی نے اپنے ذاتی مقصد کیلئے رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا ہے، حضور سرور کائنات
کا ارشاد نہیں ہے، اب حدیث ہم کو یہ ملی کہ اللہ مولایا۔ وانا مولی المومنین
من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ اللہ میرا مولا، میں مومنوں کا مولا جس کا
میں مولا اس کے علیؑ مولا، ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن سے پوچھیں کہ اے قرآن
تیرے اندر اس مضمون کے سلسلے کی کوئی آیت ہے کہ نہیں، اگر ہے تو یہ حدیث صحیح ہے
اگر نہیں ہے تو یہ حدیث غلط، تو کہا اگر آیت چاہئے تو سنو- انما ولیکم اللہ و
ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ
وھم راکعون۔ تمہارا ولی اللہ ہے، اس کا رسولؐ ہے، اور وہ صاحبان
ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ رکوع کر رہے ہوتے
ہیں، حدیث میں بھی تین ولایتوں کا ذکر ہے، قرآن میں بھی تین ولایتوں کا
ذکر ہے،،صلوات،،

سرور کائنات نے ایک طرف اعلانِ ولایت کر کے دنیا کو یہ بتا دیا کہ میرے
بعد رہنمائی کون کریگا۔ دوسری طرف ایک دوسری حدیث ارشاد فرمائی
جو صبح قیامت تک کیلئے مسلمانوں کی رہبری کیلئے کافی ہے، دنیا سے جانے
سے پہلے پہلے آپ نے مسلمانوں کے مجمع میں بار بار یہ فرمایا کہ انی تارک فی کم الثقلین

کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلو بعدی و انھما لن
یفترق حتی یردا علی الحوض

یہ حدیث جو حدیثِ ثقلین کے نام سے مشہور ہے عالم اسلام کے تمام علماء
نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیا ارشاد
فرمایا حضور نے؟ کہ انی تارک فی کم الثقلین، میں تمہارے درمیان دو بھاری
چیزیں وزنی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں کتاب اللہ وعترتی ایک اللہ کی کتاب
دوسرے میری عترت یعنی میرے اہلبیتؑ ہیں، ما ان تمسکتم بھما، جب تک
تم ان دونوں سے متمسک رہوگے، دونوں سے، لن تضلو بعدی، ہرگز ہرگز
میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، وانھما لن یفترق اور یہ ہرگز ہرگز ایک دوسرے
سے الگ نہ ہوں گے، حتی یردا علی الحوض یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ
کوثر پر پہونچ جائیں، تمام عالمِ اسلام اس حدیث کو مانتا ہے تمام مسلمان
اس بات کے قائل ہیں کہ سرکارِ ختمی مرتبت نے حدیثِ ثقلین ارشاد فرمائی
اور فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب ہے
دوسرے میری عترت ہے،

عزیزانِ گرامی ہم کچھ لوگوں کی نظر میں صرف اس بنیاد پر مجرم ہیں کہ
اہلبیتؑ کے فضائل پڑھتے ہیں، بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان
اس بات پر اعتراض کرے کہ فضائل اہلبیتؑ کیا ہیں؟ اہلبیتؑ سے مطلب گھر
والے،، بیت،، عربی میں گھر کو کہتے ہیں، اہل بیت معنی گھر والے، اہلبیتِ رسولؐ
کا مقصد ہے رسولؐ کے گھر والے، رسولؐ کے خاندان والے، رسولؐ کے رشتہ
دار، رسولؐ کے فیملی ممبرس، شکوہ جب کیجئے جب میں اس منبر پہ بیٹھ کے اپنے
خاندان والوں کا ذکر کروں کہ ہمارا گھنٹہ برباد کر دیتے ہیں اپنے خاندان کی

تعریف کیا کرتے ہیں" میں اپنے خاندان والوں کے لئے آج اتنے دنوں سے
ایک حرف نہ بولا۔ میں جو کچھ بولتا ہوں وہ رسولؐ کے خاندان کے لوگوں کے لئے
بولتا ہوں، آپ جیسے کلمہ گو ہیں کہ اپنے رسولؐ کے گھر والوں کی تعریف سنکے خوش نہ ہوں
"صلوات"، ہم اپنے گھر والوں کی تعریف تھوڑی کر رہے ہیں، ہم تو رسولؐ کے گھر
والوں کی تعریف کر رہے ہیں، اور رسولؐ کے گھر والوں کی تعریف بھی اس
لئے کر رہے ہیں کہ وہ قابلِ تعریف ہیں، دیکھئے رشتہ داری کی کوئی بنیاد
نہیں ہے، ہمارے پاس اُصول ہیں، رشتہ داریاں نہیں ہیں،

پیغمبروں کے رشتے جو بگڑے ہم نے ان کی مذمت بھی کی ہے ارے پہلے
نبی حضرت آدمؑ انہیں کے بیٹے کی مذمت ہوتی ہے کہ نہیں، آدمؑ کے صاحبزادے
جو قابیل تھے، جو قاتل نکل گئے، کوئی ان کی تعریف کرتا ہے؟ تو اگر رشتہ داری
کی بنیاد پر تعریف ہوتی، تو قابیل کے لئے چپ رہتے کہ بھائی پیغمبر کے صاحبزادے
ہیں کچھ نہ کہو جناب نوحؑ کے صاحبزادے جنہوں نے کشتی چھوڑی، بھئی ذکر قرآن
میں ہے، قرآن آج تک بُرا کہہ رہا ہے ہم کیا کہیں گے، اچھا رسولؐ کے رشتہ
داروں میں لیجئے اپنے رسولؐ کے رشتہ داروں میں لیجئے، رسولؐ کے سگے
چچا ابولہب صاحب، پورا سورہ ان کی مذمت میں موجود، آپ ذرا اس بات
کو سوچئے اور انصاف کیجئے کہ اگر قرآن کو، اسلام کو، رشتہ داریوں کا خیال
ہوتا، تو وہ اس معاملے کو دبا دیتا، کیا مکہ میں اکیلا ابولہب کافر تھا، کیا
ابوجہل کافر نہیں تھا، کیا عتبہ کافر نہیں تھا؟ کیا شیبہ کافر نہیں تھا کیا اور
بہتیرے کفار جن کے نام کتابوں میں لکھے ہیں ظالم موذی قسم کے عقبہ ابن ابی
معیط، جس ملعون نے حضورؐ کے گلوئے اقدس میں کپڑا ڈال کے کھینچا، کتنا
ملعون کافر تھا وہ جس نے سرکار سے گستاخی کی؟ لیکن قرآن نے نہ عقبہ کیلئے

سورہ بھیجا، نہ عقبہ کیلئے سورہ بھیجا، نہ ابوجہل کیلئے سورہ بھیجا، ابولہب کیلئے سورہ
کیوں آیا؟ اگر قرآن کو رشتے داری کا پاس ہوتا تو ابولہب کا تذکرہ نہ کرتا، لیکن
قرآن نے سورہ بھیج کے ایک نظیر قائم کر دی کہ اگر رسولؐ کا چچا ہو اور کافر ہو،
رسولؐ کا چچا ہو اور کافر ہو تو اسپیشل سورہ آتا ہے، تو اگر رسول کا چچا ہو اور
رسول پر پروانہ وار نثار ہو تو ہم مدح کریں تو بگڑے کیوں ہو؟ صلوات"

تو رسولؐ نے سنہ ھ کے آخر میں اور سنہ ۱۱ھ کے اوائل میں یہ
آیت بار بار پڑھی کہ مسلمانوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں
ایک اللہ کی کتاب ایک اہلبیتؑ، تو گیا اب اس کے بعد بھی کوئی شک وشبہ رہ جاتا
ہے کہ ہم ہدایت کا راستہ کیسے تلاش کریں، اور سچائی کیسے ڈھونڈھیں؟

اب اہلبیتؑ رسول کو ہم سے نہ پوچھئے یہ دونوں ایک دوسرے الگ
نہیں ہوں گے، کہاں تک؟ یہاں تک کہ ہمارے پاس حوض کوثر پہ پہونچ
جائیں، میں مثالوں سے بچوں کو سمجھاتا ہوں، جب جس کا دل چاہے، دیکھئے
ہمیں یہاں سے ایمان اور عقیدے کی دولت لیکے جنت تک جانا ہے، ایک
مسلمان کا اصلی ٹھکانہ جو ہے وہ جنت ہے، تو ہماری آخری منزل جو ہے وہ جنت
ہے، یہاں سے ہم کو لے کیا جانا ہے؟

ایک اٹیچی میں تو عقائد ہیں اور دوسرے میں اعمال ہیں، یہ دونوں
سمجھئے بھری ہوئی ہیں، ایک میں کرنسی، ایک میں جیولری، عقائد کی جیولری،
اعمال خیر کی کرنسی یہ لیکے ہم کو دونوں اٹیچیاں جانا کہاں ہے؟ گھر کہاں ہے آپکا؟
کہاں جانا ہے؟ کہا جنت میں جانا ہے، تو اگر بمبئی میں ہم نے دھندھا کر کے
کمایا، انھوں نے کہا بھئی کہاں جانا ہے؟ کہا لکھنؤ جانا ہے، انھوں نے کہا
یہ تو آپکا سامان لُٹ جائے گا راستے میں بڑے خطرے ہیں، بہت سے لکھنؤ

جاتے ہوئے راستے میں لُٹ چکے ہیں، کہا بھئی ہم کو تو خیریت سے پہونچنا ہے لکھنؤ،
تو کیا کریں؟ تو سرکار سے کہا کہ ہم کو محافظ دیجئے، تو انھوں نے دو محافظ دیئے،
یہ کہاں تک پہونچائیں گے، ہم نے پوچھا کہاں تک چلیگا ہمارے ساتھ، کہنے لگے
ہم تمہیں کلیان تک چھوڑدیں گے، انھوں نے کہا واہ بھئی یہ تو کوئی بات ہی نہ
ہوئی کہ کلیان تک چھوڑدیں گے، کلیان سے لکھنؤ تو بہت دور ہے، راستے میں
لُٹ جائیں گے تو کیا ہوگا؟ ہمیں تو ایسے محافظ چاہئیں جو ہمیں ہمارے گھر تک
چھوڑ کے آئیں، کلیان تک چھوڑدیں گے یا بھساول تک چھوڑدیں گے یا بھوپال
تک چھوڑدیں گے، یا جھانسی میں چھوڑدیں گے، ایسے محافظ ہمیں کیا کام آئیں
گے؟ اس لئے کہ جہاں آپ چھوڑدیں گے وہیں سے ہمیں کوئی لوٹ لے تو ہم
کیا کریں گے؟ تو ایک تو یہ ہے کہ محافظ ہمارے ایسے ہوں، جو ہمارے گھر تک جائیں
اچھا تو انھوں نے کہا ٹھیک ہے چلئے ہم آپکو گھر تک چھوڑدیں گے، اب جو چلے
تو ہم نے کہا کہ کیسے چلیں گے؟

تو ایک بولا بائی روڈ چلئے، سیف رہے گا، اپنے قابو کی سواری ہوگی
کار یہاں سے طے کیجئے اسی سے لکھنؤ تک چلیں گے، اور ٹرین میں بس میں
کوئی ٹھیک نہیں ہے کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے، دوسرے نے کہا نہیں
بائی ٹرین چلئے وہ ٹھیک ہے، گاڑی کے اوپر کوئی بھروسہ نہیں ہے، چار
آدمیوں نے گاڑی گھیر لی اور کار لوٹ لی، ہم نے کہا یہ تو بڑی مصیبت ہو
گئی دونوں محافظوں میں اختلاف ہوگیا، ایک کہتا ہے کہ بائی ٹرین
چلئے، ایک کہتا ہے بائی روڈ چلئے، کہیں دونوں مل تو نہیں گئے ہیں مخالف
سے، کہ ہم بائی روڈ جائیں اور لُٹ جائیں انھوں نے کہا دیکھئے ہم نے پہلے
ہی کہا تھا کہ بائی ٹرین چلئے آپ نے ہماری نہیں مانی، اور بائی ٹرین

جائیں اور لُٹ جائیں اس نے کہا دیکھئے ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ بائی روڈ
چلئے آپ نے ہماری نہیں مانی اب ہم کیا کریں،

لہٰذا دونوں محافظ جو ہیں ان کو ایک زبان ہونا چاہیئے، جی تو اب محافظ
ایسا ہو جو ہم کو منزل تک پہونچائے، دوسرے دونوں محافظ جو ہیں وہ ایک
زبان ہوں یہ نہ ہو کہ یہ کچھ کہے وہ کچھ کہے،

حدیث میں دونوں کی سیکورٹی موجود ہے، یہ جدا نہیں ہوں گے
یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر تک پہونچیں، اب جو دنیا کہتی ہے، یہ
محافظ وہ محافظ، ارے کوئی محافظ سہی، ہم سب کو محافظ ماننے کیلئے تیار
ہیں، مگر سو پچاس برس کیلئے، حوض کوثر تک کے لئے محافظ نہیں "صلوات"
ان کی رائے کبھی جدا نہیں ہوگی، جو قرآن وہ اہلبیتؑ، جو اہلبیتؑ وہ قرآن
اب ایک بات سنیئے گا؟ دو آدمی کہاں تک ساتھ رہ سکتے ہیں عالم اور جاہل
کا ساتھ تھوڑی دور تک رہیگا، اس کے بعد چھوٹ جائے گا، اگر دو آدمی ہیں،
ایک پڑھا لکھا ہے ایک جاہل ہے تھوڑی دور تک تو دونوں ساتھ چلیں
گے، اس کے بعد ان کا ساتھ چھوٹ جائے گا

اسکی وجہ یہ ہے کہ، پڑھا لکھا جانا چاہتا ہے مثلاً لائبریری میں، اور
جاہل جو ہے وہ تماشہ دیکھنے جانا چاہتا ہے، اس لئے کہ لائبریری میں اس
کا کوئی کام نہیں ہے، ساتھ الگ الگ ہو جائے گا، ایک کنجوس ہے بہت ایک
اک پیسے پہ جان دینے والا، ایک سخی ہے، وہ کہتا ہے اس ہوٹل میں ٹھہرو،
وہ کہتا ہے ارے وہاں اتنا پیسہ پڑیگا ادھر ہی ٹھہر جاؤ، فٹ پاتھ ہی پہ
بستر بچھا لو یہ پیسہ بچ جائے گا، ایک سچا ہے ایک جھوٹا ہے، کیسے ساتھ چلیگا بہت
دنوں، ایک نیکوکار ہے، ایک بدکردار ہے، وہ مسجد پوچھ رہا ہے کہاں ہے؟

اک شراب خانہ پوچھ رہا ہے کہاں ہے؟

تھوڑی دور تک تو ساتھ جا سکتے ہیں، مگر زیادہ دیر تک جو دو الگ الگ کیریکٹرس کے مالک ہوں ان کا ساتھ نہیں رہ سکتا، اہلبیتؑ اور قرآن رسولؐ کہتے ہیں کہ حوض کوثر تک ساتھ رہیں گے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ نے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی، اہلبیتؑ کا کیریکٹر بیان کر دیا، اب اس کے علاوہ اس سے بڑھ کے کوئی کیریکٹرائیزیشن ہو نہیں سکتا کہ اہلبیتؑ کے کیریکٹر کو اگر سمجھنا چاہتے ہو تو قرآن کے کیریکٹر کو سمجھ لو اہلبیتؑ کا کیریکٹر سمجھ میں آ جائے گا، تو اب اگر قرآن علم ہوگا تو اہلبیتؑ بھی علم ہوں گے، قرآن نور ہے تو اہلبیتؑ بھی نور ہونگے، قرآن معجزہ ہے تو اہلبیتؑ بھی معجزہ ہوں گے قرآن طہارت ہے تو اہلبیتؑ بھی طہارت ہوں گے" صلوات"

تو عزیزان گرامی قرآن اور اہلبیتؑ، اگر قرآن پاک تو اہلبیتؑ بھی پاک، قرآن نور تو اہلبیتؑ بھی نور، قرآن ہدایت تو اہلبیتؑ بھی ہدایت، قرآن اللہ کی جانب سے تو اہلبیتؑ بھی اللہ کی جانب سے، اچھا قرآن میں ایک صفت اور بھی ہے، یہ بتائیے کہ سورۂ بقر مرتبے میں زیادہ ہے کہ سورۂ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر؟ ان دونوں سوروں میں سے کسی کا مرتبہ بڑا ہے؟ آپ کہیں گے یہ بیکار کی بحث نہ چھیڑیئے، قرآن کا چھوٹا سورہ ہو یا بڑا سورہ ہو مرتبے میں برابر، تو معلوم ہوا قرآن میں چھوٹے بڑے کا فرق نہیں سب برابر، تو اہلبیتؑ میں بھی چھوٹے بڑے برابر، اب میں قرآن میں ایک اور چیز پیش کر رہا ہوں، قرآن میں بہت سے حروف ایسے ہیں، جنکو حروف مقتعات کے نام سے جانا جاتا ہے، الٓمٓ، الٓرٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ، ان کے معنی کیا ہیں؟ تو یا تو ترجمہ کرنے والوں نے ان کے معنی نہیں لکھے۔ یا یہ کہہ دیا کہ ہمیں نہیں معلوم، تو پھر لکھنے کا کیا مطلب؟ کہا یہ کوٹ وردس

ہیں، اللہ ورسولؐ کے بیچ کی گفتگو ہے ہمیں نہیں معلوم اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ بالکل ٹھیک ہے کوٹ ورڈس ہونا چاہیئے، اللہ اور رسولؐ کے بیچ گفتگو ہونا چاہیئے ہم مخالف نہیں، مگر پھر قرآن میں ذکر کیوں ہے ان کا؟ کیا ابھی سے جو قرآن چاہیں تو یہ حروف ہٹا دیں؟ کہا کافر ہونے کو دل چاہا ہے، قرآن میں ترمیم کرو گے، اچھا تو رہیں گے یہ معنیٰ ان کے نہیں معلوم، کہا معنی نہیں تو کیا ہوا چونکہ قرآن کے جز ہیں اس لئے یہ رہیں گے، اس کا مطلب کہ قرآن میں بھی اک ٹکڑا ایسا ہے جس کے معنیٰ غائب ہیں، تو اب اگر اہلبیتؑ میں بھی کوئی غائب ہو تو اب یہ نہ کہیئے گا کہ وجود کا فائدہ کیا" صلوات"۔ تو وجود کا فائدہ کیا ہے؟

اِنّی تارکٌ فی کمُ الثقلین، میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب چھوڑ رہا ہوں، ایک اپنے اہلبیتؑ چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب وہ ہے کہ جس کو پاک و پاکیزہ لوگوں کے علاوہ کوئی مَس نہیں کر سکتا، تو اہلبیتؑ بھی وہ ہیں کہ قرآن جس کی طہارت کیلئے وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا کی آواز دے رہا ہے، قرآن وہ ہے کہ جس کے لئے خود قرآن میں ارشاد ہوا۔ ہم نے تمام خشک و تر قرآن میں رکھ دیئے، تو قرآن خود پکارا اہلبیتؑ کیلئے، کہ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاهُ فِی اِمَامٍ مُّبِینٍ۔ قرآن قانون ہے، اہلبیتؑ تشریحِ قانون ہیں، قرآن اللہ کا کلام ہے اہلبیتؑ منشائے کلام کو واضح کرنے والے ہیں، اس لئے کہ امت کتاب میں دیکھے گی اہلبیتؑ سے سمجھے گی، اور اہلبیتؑ کو حضورؐ نے چھوڑا ہی اسلئے ہے کہ اہلبیتؑ بتائیں گے کہ اسلام کیا ہے اب اہلبیتؑ سے اسلام سمجھ میں آئیگا، پیغمبرؐ جس کے ساتھ اسلام کر کے گئے ہیں اگر اس کے ساتھ ہے تو اسلام ہے، اور اگر اس کے ساتھ نہیں ہے تو اسلام نہیں ہے، محمدؐ جس کے ساتھ کر کے گئے ہیں اگر اس کے ساتھ ہے تو اسلام ہے اور اگر اس کے ساتھ نہیں اسلام نہیں ہے، اگر قرآن اور

اہلبیت کے ساتھ چل رہا ہے، تب تو اسلام ہے، اگر قرآن و اہلبیتؑ سے منھ موڑے
ہے تو وہ سلطنت ہوگی اسلام نہیں ہوگا،

عزیزان گرامی آج سے زیادہ دنیا میں اسلام کو کب سمجھا جائیگا؟ دنیا
میں آج سے زیادہ موقع نہیں ہے اسلام کو سمجھنے کا ہم نے اپنی آنکھوں سے
دیکھ لیا کہ محمدؐ کا اسلام کیا ہے، سیاست کا اسلام کیا ہے؟ امریکہ کا اسلام
کیا ہے اب کیا کہیں، اور کیوں کہیں، ہم کو اس کے علاوہ اور کچھ کہنا بھی نہیں ہے
ہے، کہ اللہ نے ہم کو دکھا دیا اپنی زندگی میں بھی، یقین تو ہمیں پہلے سے
بھی تھا، مگر پریکٹیکل آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یقین میں کچھ اضافہ ہو جاتا
ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شانِ رسالت میں گستاخی ہوئی، اور
عالمِ اسلام کا بیشتر حصہ چپ رہا، شانِ رسالت میں گستاخی ہوئی اور رہبرے
مسلمان چپ رہے، جو خاص اسلام کے ٹھیکیدار تھے اور جہاں سے چھوٹے
چھوٹے مسئلوں پر فتوے آتے تھے، کہ ماتم کرو تو فتویٰ، مجلس کرو تو فتویٰ،
آنکھوں میں آنسو بھر لاؤ تو فتویٰ، میلاد النبیؐ مناؤ تو فتویٰ، یا حسینؑ کہدو تو
فتویٰ، یا علیؑ کہدو تو فتویٰ، یا محمدؐ کہدو تو فتویٰ، وہ اتنے بڑے مسئلے پر فتویٰ
نہ دے سکے، تو اب ہم سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ فتویٰ ایشو کہیں اور سے ہوتا
ہے، ڈھل کے کہیں اور سے آتا ہے، جب ان کے پاس سے آیا ہی نہ ہو تو ایشو
کریں کیا؟، اور دوسری طرف عالمِ اسلام کی یہ ناانصافی کہ جو مدحِ اہلبیت
کرتے ہیں تو بگڑ بگڑ کے یہ کہتے ہیں کہ تم صحابہ کو تو مانتے ہی نہیں تم ازواج کو تو
مانتے ہی نہیں، تم رسولؐ کو تو مانتے ہی نہیں، تم تو بس اہلبیتؑ والے ہو، بقیہ
کی تو کوئی عزت نہیں، جب صحابہ کی عظمت پر حملہ ہوا، جب ازواج کے تقدس
پہ حملہ ہوا، جب شانِ رسالت پہ حملہ ہوا تو سب چپ ہے، بولا تو اہلبیتؑ ہی والا

بولا "صلوات"

دنیا ہم سے کیا آنکھیں ملائے گی، ہم تو حضورؐ کے ارشاد کی روشنی میں
بات کر رہے ہیں، کہ ۱۰ھ کے آخری زمانے میں اور ۱۱ھ کے شروع میں
حضورؐ نے بار بار یہ بات کہی کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، ایک
اللہ کی کتاب اور ایک میری عترت، مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی
جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے، ان دونوں کے ساتھ رہو گے میرے
بعد گمراہ نہیں ہو گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ امکانِ گمراہی موجود ہے،
جبتک ساتھ رہو گے، جبتک نہیں گمراہ ہو گے، ورنہ اگر ساتھ نہ رہو گے تو گمراہی
کا امکان ہے، اور یہ دونوں آپس میں ایکدوسرے سے الگ نہیں ہوں
گے، یہاں تک کہ ہمارے پاس حوضِ کوثر پہ پہونچ جائیں، تو عزیزان گرامی
اب اہلبیتؑ کا کیریکٹر آپ کو سمجھ میں آیا؟

رسولؐ کی حدیث ہے کہ رسولؐ نے کیا کہا اُمت سے؟ جب دنیا سے جانے
لگے تو ہم کو دو محافظوں کے حوالے کر کے گئے، ایک قرآن کے حوالے کر کے گئے
اور ایک اہلبیتؑ کے حوالے کر کے گئے۔ دوسری حدیث بھی سن لیجئے
مدحِ اہلبیت میں ارشاد ہوا کہ مَثَلُ اَهْلِبَیْتِی کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَکِبَهَا
نَجَی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوَی، میرے اہلبیتؑ کی مثال نوحؑ کی کشتی
سی ہیں۔

تمہید میں یہ بات بہت ضروری ہے کیوں کہ آگے چل کے انہیں سے
مجھے کام لینا پڑیگا، مجھے ابھی پچاس برس کا سفر طے کرنا ہے، اور بڑا دشوار
راستہ ہے،

ارشادِ رسولؐ ہے کہ میرے اہلبیتؑ کی مثال نوحؑ کی کشتی کی سی ہے،

مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی' جو ان کے دامن سے متمسک ہو جائے اس نے نجات پائی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ وَھَویٰ' اور جس نے ان کو چھوڑ دیا، وہ غرق و ہلاک ہوا، دوسری حدیث میں بتایا کہ ہلاکت سے بچانے والی ہستیاں رسول کے اہلبیتؑ ہیں' اچھا اہلبیتؑ بڑے عمدہ ہیں' بڑے اچھے ہیں' بڑے قابل تعریف ہیں، قرآن کے ساتھی ہیں' جو ان کے دامن سے متمسک ہو جائے وہ نجات پا جائے، مگر ہیں تو یہ حدثیں ہی قرآن تو نہیں ہے، تو قرآن سے پوچھیں قرآن! تو اہلبیتؑ کیلئے کچھ بول! تاکہ یا تو حدیث کی تائید ہو کہ حدیث کی تردید ہو، اسی اصول کی بنیاد پر جو میں نے پہلے سنایا، قرآن تو اہلبیتؑ کیلئے بول کچھ، رسولؐ تو لفظ اہلبیتؑ استعمال کر رہے ہیں' وہاں اہلبیتی کہا، یہاں بھی اہلبیتی کہا، میرے اہلبیتؑ، میرے اہلبیتؑ، قرآن تو بتا اہلبیتؑ کیلئے تو کیا کہتا ہے تو قرآن نے آپ جانتے ہیں کیا کہا؟ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ یقیناً اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ ہر گندگی اہلبیتؑ سے دور رکھے' وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا، تم کو یوں پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے' چلئے اب تو بڑا مسئلہ صاف ہو گیا کہ اب جو سینکڑوں فضائل سن کے بھی اہلبیت سے دور ہیں' یہ گندگی ہیں جو اہلبیتؑ سے دور رکھے گئے ہیں" صلوات"

بس اب انشاء اللہ بیان کل آگے بڑھے گا، اسلئے کہ آج یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ رسولؐ نے کیا انتظام کیا ہے ہماری ہدایت کیلئے ' اور ایک انتظام وہ تھا جو حالات نے ہونے نہ دیا، صرف ایک منٹ کے اندر ایک ایک جھلک' ایک انتظام وہ تھا جو ہونے نہ دیا لوگوں نے میدانِ غدیر کا اعلان ہو گیا، حدیثِ ثقلین مسلمانوں کے مجمع میں بار بار ارشاد فرمائی، حدیثِ سفینہ مسلمانوں کے مجمع میں بار بار ارشاد فرمائی' اور ایک انتظام وہ تھا جو ہو نہ سکا'

اگر ہو جاتا تو آج اسلام کی قسمت کچھ اور ہوتی، کہ جب حضور اپنی زندگی کے آخری لمحات میں، کہ اِیْتُوْنِیْ بِدَوَاتٍ وَ قِرْطَاسٍ" وَاَکْتُبَ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ" میرے پاس کاغذ اور قلم لے آؤ' میں ایسی تمہارے لئے تحریر لکھدوں کہ ہر گز ہر گز گمراہ نہ ہو گے' وَاحَسْرَتَا وَ اوَیْلَا وَ امُصِیْبَتَا کہ سرورِ کائناتؐ وہ تحریر نہ لکھ سکے' اس سے بحث نہ کیجئے کہ کس نے منع کیا' لیکن جس نے منع کیا وہ ذمہ دار ہے صبحِ قیامت تک امت کی گمراہی کا، وہ ذمہ دار ہے جس نے نہیں لکھنے دی وہ تحریر' اگر آج نوشتۂ رسولؐ اُمت کے سامنے ہوتا ہے تو اُمت کے اندر اختلاف نہ ہوتے تہتر فرقے نہ ہوتے' ایک دوسرے کی تکفیر نہ کرتا - ایکدوسرے سے الگ نہ جاتا،

اُمت ایک چٹان کی طرح سے ہوتی' شیر و شکر ہوتے سارے مسلمان' اور دنیا کی تقدیر کچھ اور ہوتی آج' اس اُمتِ مسلمہ میں اختلاف نہ ہوتا، اگر حضورِ سرورِ کائنات کی کوئی تحریر درمیان میں ہوتی' بہر حال اہلبیتؑ یہ وہ ہیں کہ طہارتیں جن سے قریب، نجاستیں جن سے دور ہیں' بھلا کیسے ممکن تھا کہ نجاست اپنا ہاتھ بڑھائے اور طہارت اس پر بیعت کر لے' بھلا کیسے ممکن تھا کہ ظلمت کے ہاتھ پر نور بیعت کرے' بھلا کیسے ممکن تھا کہ باطل کے ہاتھ پر حق بیعت کرے، بھلا کیسے ممکن تھا کہ شرک کے ہاتھ پر اسلام بیعت کرے' بھلا کیسے ممکن تھا کہ پستی کے ہاتھ پر بلندی بیعت کرے' بھلا کیسے ممکن تھا کہ شیطان کے ہاتھ پہ آدمؑ بیعت کرے' بھلا کیسے ممکن تھا کہ کفار کے ہاتھ پر نوحؑ بیعت کریں'

بھلا کیسے ممکن تھا کہ نمرود کے ہاتھ پر ابراہیمؑ بیعت کریں' بھلا کیسے ممکن تھا کہ فرعون کے ہاتھ پر موسیٰؑ بیعت کریں' بھلا کیسے ممکن تھا کہ یہودیوں کے

ہاتھ پر عیسیٰ بیعت کریں، بھلا کیسے ممکن تھا کہ ابو جہل کے ہاتھ پر محمدؐ بیعت کریں
بھلا کیسے ممکن تھا کہ یزید کے ہاتھ پر حسینؑ بیعت کرتے ہدایت کو خطرہ تھا،
ضلالت کو اپنی حکومت پہ ناز تھا، نبیؐ کے نواسے نے مسکرا کے کہا کہ گھبرانا نہیں
میں موجود ہوں اسلام تم نہ ڈرنا، قرآن ساتھ میں ہے میں موجود ہوں،
نانا نے جن دو محافظوں کے حوالے کیا ہے وہ حفاظت کریں گے، حسینؑ
کربلا کے میدان میں آگئے، فوجوں پہ فوجیں آرہی ہیں، لشکر پہ لشکر آرہے
ہیں باطل اپنی طاقت بڑھاتا جا رہا ہے، اسقدر ناسمجھ ہے یزید کہ حسینؑ
کو طاقت سے ڈرا رہا ہے کتنا ناسمجھ ہے، کیا خوب کہا ہے
جوش ملیح آبادی نے کہ ؎

کیے آگے سطوتِ دنیا کا ذکر او ابن سعد کھیلتی ہے جس کی ٹھوکر تاجِ سلطانی کیسا تھ
ارے جنکی ٹھوکریں تاجوں سے کھیلتی ہوں اس کے سامنے طاقت و

قوت کا ذکر، فاتح خیبر کے لال کو اور فوجوں کی کثرت سے مرعوب کرنا،
اُدھر وہ فوجیں بڑھاتا جاتا ہے اِدھر حسینؑ یہ اعلان کرتے جاتے ہیں کہ جس
کا دل چاہے وہ مجھے چھوڑ کر چلا جائے، میں کسی کو روکتا نہیں ہوں، یعنی
اُدھر طاقت بڑھائی جارہی ہے ادھر طاقت گھٹائی جارہی ہے، تاریخ بتاتی
ہے کہ اسی عالم میں حسینؑ کے بچپن کا ایک چاہنے والا آیا خیمے میں خبر گئی کہ
حسینؑ کے بچپن کے دوست حبیب ابن مظاہر آئے ہیں، شہزادی زینبؑ
نے کہا فضہؑ جا کے حبیب کو میرا سلام کہدے، حبیبؑ ابھی حاضر ہی ہوئے تھے
کہ خیمے سے باہر آئیں فضہؑ کہتی ہیں حبیبؑ مبارک ہو، جبرئیل کی شہزادی،
رسولؐ خدا کی نواسی علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی جناب زینبؑ نے تم کو سلام کہا ہے۔
حبیب نے یہ سنا تو منہ پیٹنے لگے، خاک سر پہ ڈالی زمین پہ گر کے تڑپنے لگے،

کہا اللہ اللہ میں اس قابل کہ جناب زینبؑ اور مجھ کو سلام کریں، میری بھی یہ
ہستی، میری بھی یہ حیثیت کی رسولِ خداؐ کی نواسی خاتونِ جنت کی بیٹی اور
مجھ کو سلام کہے، حبیب روتے جاتے تھے تڑپتے جاتے تھے اور سر پہ خاک
ڈالتے جاتے تھے، ہاں کیا کہنا ان اصحابِ باوفا کا، جو آخر دموں تک حسینؑ
سے جدا نہ ہوئے، یہی حبیب تھے جب ظہر کی نماز کا وقت آیا۔ اور حصین ابن
نمیر لعین نے گستاخی کی تو یہی حبیبؑ تھے جنہوں نے تلوار کھینچی اور تاریخ
بتاتی ہے کہ جھپٹ کے وہ وار کیا ہے، کہ پہلے وار میں حصین ابن نمیر گھوڑے
سے گرا تھا، دوسرے وار کی نوبت نہیں آئی، او بدکردار عورت کے بیٹے کیا بکتا
ہے اور یہ کہتے ہوئے فوج کے دریا میں کود پڑے اور جہاد کرتے رہے حسینؑ
نماز پڑھاتے رہے، حبیبؑ تلوار چلاتے رہے، نماز تو باشارہ پڑھ لی ہو گی میدانِ
جنگ میں بڑی رعائتیں ہیں، مگر میں کہوں گا حبیبؑ مبارک ہو، تم تو نمازِ
عشق پڑھ رہے ہو، تمہاری تو نمازِ عشق ادا ہو رہی ہے
اُدھر حسینؑ کی نماز تمام ہوئی، تھوڑی دیر میں حبیبؑ کا جہاد تمام ہوا۔ آواز
دی مولاؑ میری خبر لیجئے حسینؑ حبیب کے سرہانے آئے بچپن کے دوست کو
خاک و خون میں نہایا ہوا پایا، حسینؑ کے اوپر حبیبؑ کی شہادت کا بڑا اثر
پڑا، حدیث میں ہے کہ لَمَّا قُتِلَ حَبِیْبُ جَاۓ وَکِسَادِ عَلٰی وَجْہِ الحُسَینؑ
جب حبیب شہید کر دیئے گئے تو حسینؑ کے چہرے پر شکستگی نمایاں ہو گئی، ہاں
دوست کا غم بڑا شدید غم ہوتا ہے، مگر حسینؑ نے اپنے دوست کی میت کو اٹھا
کر گنجِ شہیداں میں پہونچا دیا، میں کہوں گا کیوں میرے مولاؑ، دوست کا غم
بڑی چیز ہے کہ بھائی کا غم؟ ارے ابھی تو دوست کا غم اٹھایا ہے عصرِ عاشور
آنے دیجئے، کبھی عباسؑ کے لاشے پر ماتم ہو گا، کبھی علی اکبرؑ کا لاشہ اٹھانا ہو گا،

کبھی علی اصغرؑ کی تربت بنے گی، کبھی سکینہؑ سے دامن سے چھڑایا جائے گا،
اے حسینؑ امتحان کی منزل تیز ہو رہی ہے، وقت شہادت آرہا ہے،
اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰالِمِیۡن"

پانچویں مجلس

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَام

ارشادِ جنابِ احدیت ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا، ہمارے آپ کے درمیان گفتگو تاریخ اسلام پر ۱۱ھ سے سنہ ۶۱ھ تک، کل کی مجلس میں میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور سرورِ کائناتؐ نے دنیا سے جاتے جاتے اپنی اُمت کو یہ بتایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب ہے دوسرے میری عترت ہے میرے اہلبیتؑ ہیں، جبتک ان کے دامن سے متمسک رہوگے ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، سرورِ کائناتؐ تیئس برس تک اللہ کا پیغام پہونچا کے اور ترسٹھ سال تک اپنی کردار کے پاکیزہ نقوش اس دنیا میں چھوڑ کے دنیا سے جب رخصت ہوئے تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ علیؑ کے سینے پہ ان کا سر تھا، جب زندگی کے آخری لمحات آئے ہیں، اور وہ آفتاب ہدایت وہ اللہ کا سب سے عظیم بندہ وہ ہدایت کی سب سے بڑی طاقت، وہ کائنات کا سب سے بڑا نور، اور وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا سردار، جب دنیا سے رخصت ہونے لگا، تو ملک الموت کے آنے سے پہلے جبرئیل امین نازل ہوئے، اور انھوں نے آن کے عرض کیا، خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آپکی مرضی کیا ہے؟ اس دنیا میں اور قیام کا ارادہ ہے یا عالم انوار کی طرف واپسی مقصود ہے،

تو رسولؐ نے جواب دیا کہ میں خود واپسی کا مشتاق ہوں۔ جب اجازت مل گئی، جب ملک الموت آئے، اور حضورؐ نے کہا یا علیؑ تم میرا سر اپنے سینے سے لگا لو، علیؑ نے سینے سے سر لگایا، ملک الموت نے حکم خدا انجام دیا، اور کائنات عالم میں اندھیرا ہو گیا، سرکار دو عالم مرسل اعظمؐ، عالم انوار کی طرف مراجعت فرما گئے اور کائنات میں صبح قیامت تک کیلئے اپنا دین چھوڑ گئے، کتاب چھوڑ گئے، اہلبیتؑ چھوڑ گئے، یہاں سے تاریخ آگے چلتی ہے، یہاں تک سب قافلے ساتھ ہیں، یہاں تک کوئی اختلاف نہیں ہے، یہاں تک اگر اختلافات ہیں تو دلوں کے اندر ہیں زبان کے اوپر نہیں، اگر کچھ فرق ہے تو وہ ظاہر نہیں ہو رہے ہیں، وہ اندرونی طور کے اوپر ہیں، اب میرا بیان آگے بڑھیگا، اس لئے کہ اگر اب نہ آگے بڑھیگا تو کب آگے بڑھیگا، اب میں آپ سے خاص توجہ کا طالب ہوں، اور میں بار بار اس بات کو دہرا چکا ہوں کہ ابکی مرتبہ میرا موضوع جو ہے وہ ذرا مشکل اور بہت ہی سخت قسم کا، اور بہت ہی خطرناک میل کا ہے، لیکن میں انشاءاللہ اس بات کی کوشش کروں گا کہ کسی کے دل کو ٹھیس لگائے بغیر تاریخ کا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کر دوں اور اسے مکمل کر دوں، یہاں تک سب لوگ ساتھ تھے، حضورؐ سرور کائنات دنیا سے سدھارے اور آپکے چاہنے والوں میں کہرام مچ گیا، ادھر بیٹی نے رونا شروع کیا، فدائیان رسالت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اور مولا علیؑ کے ذمہ دہری ذمہ داریاں تھیں، حضور سرور کائناتؐ علیؑ سے یہ فرما گئے تھے کہ یا علیؑ تمہیں مجھے غسل دینا، تمہیں مجھے کفن پہنانا، تمہیں مجھے دفن کرنا، اور یا علیؑ میرے پیراہن میں مجھے غسل دینا، وقت غسل میرا پیراہن جسم سے جدا نہ کرنا، اور یا علیؑ تمہارے علاوہ عباس، فضل، اور ثقران یہ لوگ حاضر رہیں گے غسل میں تمہاری مدد کرنے کیواسطے، لیکن ان کی آنکھوں

پر پٹیاں بندھی رہیں اس لئے کہ وقت غسل سوائے تمہارے جو میرے جسم کے اوپر نظر ڈالے گا، اس کی بصارت اسی وقت زائل ہو جائے گی اور وہ نابینا ہو جائے گا، لہٰذا یا علیؑ صرف تمہاری آنکھیں کھلی رہیں گی اور کسی کی آنکھیں کھلی نہ رہینگی،

لہٰذا انسان اگر آنکھیں بندھی کر لے تو ہو سکتا ہے دھوکے سے بھولے سے آنکھیں کھل جائیں، لہٰذا آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی جائیں تاکہ ان کی آنکھیں کھلنے نہ پائیں،

چنانچہ حضورؐ سرور کائنات کا غسل اس عالم میں شروع ہوا ہے کہ علیؑ روتے جاتے تھے اور رسولؐ کو غسل دیتے جاتے تھے صرف علیؑ کی آنکھیں کھلی تھیں، عباسؓ فضلؓ، اور ثقرانؓ کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں کہ ایسا نہ ہو جسم رسالتؐ پر ان کی نظر پڑے اور ان کی بصارت زائل ہو جائے، اس کے اندر کیا راز تھا یہ میں بتا نہیں سکتا، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ شاید تابش انوار اتنی تیز ہو کہ جو اسی نور کا ٹکڑا ہو وہ تو دیکھ سکتا ہے ورنہ کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا "صلوات"،

سرورؐ کائنات دنیا سے رخصت ہوئے اور مولا علیؑ نے مطابق وصیت غسل دیا، مطابق وصیت کفن پہنایا، جبرئیل امین کافور جنت لیکر حاضر ہوئے، علیؑ نے کافور جنت سے اعضائے سجدہ پر حنوط کیا، اور اس کے بعد مولا علیؑ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور پھر اس رہبر اعظم کی میت مولا علیؑ نے ہاتھوں پر لیکر قبر میں اتاری، اور تاریخ بتاتی ہے کہ علیؑ روتے تو جاتے تھے، پورے غسل بھر اور اس پورے موقع پر مولا علیؑ روتے رہے، مگر نہ جانے دل میں کیا گذری نہ جانے قلب کی کیا کیفیت ہوئی کہ جب میت رسولؐ کو قبر کی زمین پر رکھا ہے تو علیؑ کا دامن صبر ہاتھوں سے چھوٹ گیا، اور بلند آواز سے رونا شروع کیا، مولا علیؑ کے رونے کی فضاؤں میں

آواز گونجی اور فدائیانِ رسالتؐ کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، وہ نور وہ
رہبر وہ پیشوا، ہمیشہ کیلئے اس عالم سے بظاہر رخصت ہوگیا، اس کا نام فضاؤں
میں گونجے گا، اس کا نام کلمے میں رہیگا، اس کا نام اذان میں سُنا جائے گا،
اس لئے کہ اللہ نے اس سے اس کے ذکر بلند کرنے کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ نے
کہا کہ وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ، تو اللہ نے جس کے ذکر کو بلند کیا، اس کا ذکر اتنا بلند ہے
کہ منارے کے اوپر مسجد میں جہاں خدا کا ذکر ہوتا ہے وہیں محمدؐ کا نام بھی لیا جاتا
ہے "صلوات" سرورِ کائنات دنیا سے رخصت ہوگئے اور تاریخ اسلام کے اندر
اختلافات کے دروازے کھل گئے مجھے کچھ پڑھنا ہے، اور کچھ نہیں پڑھنا ہے، جو
پڑھنا ہے وہ آپکو سناؤں گا، جو نہیں پڑھنا ہے اس کے حوالے دوں گا، اور
گذر جاؤں گا ان منزلوں سے صرف اشارہ کرتا ہوا، یہیں سے اختلاف ہوگیا،
کچھ لوگوں نے یہ طے کیا کہ حضورؐ کے بعد کے لوگوں کیلئے کیا انتظام ہو؟ اور انھوں
نے اپنے طور پر انتظام کیا، کچھ لوگوں نے مولا علیؑ کو اپنا رہبر تسلیم کیا، اور رسولؐ جن
اہلبیتؑ کے ساتھ کر کے گئے تھے، انھوں نے ان کا ساتھ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ یہیں سے
اسلام کی تاریخ میں، یہیں سے قرآن کی تفسیر میں، یہیں سے حدیث کی وضاحت
میں، یہیں سے تمام معاملوں میں اختلافات اسلام میں رونما ہونا شروع ہوئے،
اور یہیں سے راستے جو تھے وہ الگ الگ ہونے لگے،

عزیزانِ گرامی تاریخ کے اس لمحہ کو بہت توجہ سے سماعت فرمائیے گا کہ تاریخ
یہ بتاتی ہے کہ مولا علیؑ نے اس پورے دور میں اسلام کی خدمت کی، مولا علیؑ
نے اس پورے دور میں اسلام کو سہارا دیا، اس کی شکل وصورت کیا تھی؟
یہ میں آپکی خدمت میں عرض کروں کہ پچیس۲۵ سال علیؑ اقتدار سے اور اقتدار
علیؑ سے الگ رہے، میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں اس کو صاحبانِ فہم کا مجمع سمجھ

رہا ہے۔ پچیس۲۵ سال علیؑ اقتدار سے اور اقتدار علیؑ سے الگ رہے، لیکن تاریخ یہ
بتاتی ہے کہ علیؑ نے اپنے مسلک کو ایک لمحے کیلئے بھی تبدیل نہیں کیا، سرور
کائناتؐ کے بعد جب علیؑ نے یہ دیکھا کہ مدینے کی اکثریت ان کے ساتھ دینے پر تیار
نہیں ہے تو اس وقت اگر علیؑ تلوار لیکے مقابلہ کرتے تو ساری دنیا میں جہاں
جہاں نیا اسلام پہونچ گیا تھا ان کے دل اسلام سے کھٹے ہو جاتے، اور وہ یہ
کہتے کہ محمدؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کے پہلو میں بیٹھنے والوں میں اقتدار کی لڑائی
شروع ہوگئی، لہٰذا یہ مذہب الٰہی مذہب نہیں بلکہ اقتدار کی ہوس کا مذہب ہے،
لہٰذا علیؑ نے خاموش بیٹھکر اپنے گھر میں قرآن جمع کرنا شروع کیا، توجہ سے سُنئے
گا عزیزانِ گرامی، علیؑ جمع قرآن میں مشغول ہوئے، لیکن کس طرح قرآن جمع
کرنے میں مشغول ہوئے، گھر کا دروازہ بند کیا اور قرآن جمع کرنا شروع کیا، جب
کوئی کہتا تھا علیؑ گھر سے باہر نکلو، کہا نہیں میں قرآن جمع کر رہا ہوں میں گھر سے
باہر نہیں نکل سکتا، جب آدمی کوئی شئے جمع کرتا ہے تو اگر باہر سے لاکر جمع کر رہا
ہے تو گھر کا دروازہ کھولنا پڑیگا، اگر گھر کے اندر رہے سب سامان تو گھر کا دروازہ
بند کرے گا، تاریخ لکھتی ہے کہ علیؑ نے گھر کا دروازہ بند کر کے قرآن جمع کرنا
شروع کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ کُل قرآن علیؑ کے گھر میں موجود تھا، جبھی تو گھر کا
دروازہ بند کر کے قرآن جمع کر رہے تھے، "صلوات" سُنئے گا اور تھوڑے دنوں کے
بعد وہ قرآن جو مطابق تنزیل تھا، یعنی جسطرح اترا تھا اس ترتیب سے مسجد نبوی
میں لیکے گئے اور پیش کیا کہ یہ ہے قرآن کہا ہمیں نہیں چاہیئے واپس لے آئے
اور کہا اب تم اسے دیکھو گے بھی نہیں میرے قائم کے ظہور تک، آج دنیا ہمارے اوپر
الزام رکھتی ہے کہ ہم قائل نہیں ہیں قرآن کے، سنئے آپ اس بات کو کہ علیؑ
ابن ابیطالبؑ نے قرآن کے اوپر وہ احسان کیا ہے کہ جبتک قرآن رہیگا جبتک

احسانِ علیؑ رہیگا، لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ نے اپنے دورِ اقتدار میں قرآن کیوں نہ بدل دیا، اگر علیؑ اپنے دورِ اقتدار میں قرآن بدل دیتے تو بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے سلطان اپنے اپنے دورِ اقتدار میں ہمیشہ قرآن بدلوایا کرتے، اور اسلام میں بھی کئی قرآن ہوتے جیسے کرسچین، میں کئی بائیبل ہیں، یہ علیؑ کا قرآن پر احسان ہے کہ آج تک مسلمان ایک قرآن لیئے ہیں،، صلوات،، ہم نہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں، نہ قرآن کے ردّوبدل کے قائل ہیں نہ قرآن میں کمی وزیادتی کے قائل ہیں، یہ وہی کلامِ خدا ہے جو حضورؐ پہ نازل ہوا، مگر ایک بات کے سب مسلمان قائل ہیں کہ یہ قرآن جو ہمارے آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ اس آلڈر میں نہیں ہے جس آلڈر میں نازل ہوا تھا، اور اگر کوئی اس کا دعویٰ کرتا ہو کہ یہ اس آلڈر میں ہے تو وہ اپنے نام و پتے سے مجھے مطلع کرے، ہے یہ وہی ہے جو کلامِ خدا ہے، اسمیں نہ کمی ہے نہ زیادتی ہے، سب کچھ وہی ہے جو رسولؐ پہ نازل ہوا، مگر اس آلڈر میں نہیں ہے جس آلڈر میں اترا ہے

اس لیئے کہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْن کی جو آیت ہے پہلے ہونا چاہیئے تھی، وہ آخر میں ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ بالکل آخر میں ہونا چاہیئے تھا وہ چھٹے پارے میں، یہ کیا ہے؟

اس کو یوں سمجھ لیجئے آپ، میں اس بات کو مثال دیکے سمجھاتا ہوں، کہ ایک کتاب پانچ سَو پیج کی ہے، تو ایک شکل تو یہ ہے کہ جب آپنے کتاب کھولی تو پہلا ورق دوسرا تیسرا چوتھا، یہاں تک کہ سو دو سو، تین سو، چار سو، پانچ سَو اور ایک شکل یہ ہے کہ ایک کتاب پانچ سو صفحوں کی تو ہے اور پورے پانچ سو صفحات ہیں بھی دو دفتیوں کے بیچ میں، نہ کمی ہے اس کے اندر کوئی نہ زیادتی ہے کوئی پورے ہیں، نہ اس میں بڑھایا گیا ہے اور نہ اس کا کوئی پیج غائب ہوا

ہے، مگر شکل یہ ہے کہ پہلا پیج دو سو چھبیس، دو سو پندرہ، سترہ، انیس، اکیاون اس شکل میں وہ کتاب آگئی ہے، اس کے تمام مسلمان قائل ہیں کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے یہ مطابقِ تنزیل نہیں ہے، میں یہ پوچھتا ہوں کہ جس مدینے میں صحابۂ کرام موجود تھے، امن و امان کا عالم تھا، ایسی کون سی مجبوری ہوگئی جو قرآن مطابقِ تنزیل جمع نہ ہوسکا؟، یہ تو اس صورت میں ہوتا کہ خدا نہ کرے، خدا نہ کرے کسی گھر میں کتاب رکھی ہوئی ہے، کچھ ورق اِدھر رکھے ہیں کچھ ورق اُدھر رکھے ہیں، خدا نہ کرے اس گھر میں آگ لگ جائے تو ہم نے جلدی جلدی بٹور لئے ورق، اور کتاب لپیٹ کے نکل بھاگے کہ بھئی سب جل جائے یہ کتاب تو بچ جائے یہ تو اس وقت جو ترتیبِ قرآن ہے اس سے یہ پتہ لگ رہا ہے کہ گھبراہٹ کے عالم میں جمع کیا گیا ہے،، اس بات کو علماء سے پوچھئے اگر جو میں پڑھ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس مجمع میں چھوٹے بچے کے علاوہ جو بھی سمجھدار ہے وہ پہلے سے واقف ہوگا وہ جانتے ہیں اس بات کو کہ یہ قرآنِ پاک مطابقِ تنزیل نہیں ہے، مطابق تنزیل نہ ہونے کے سبب بہت سی باتیں سمجھنے میں ہمیں دشواری ہوتی ہے، اس کا سکونس جو ہے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے، کون سی آیت ناسخ ہے کون سی منسوخ ہے، منسوخ بعد میں ہے ناسخ پہلے ہے، اس طریقے سے اِدھر سے اُدھر اُدھر سے اِدھر ہے، تو یہ پریشانی ہوتی ہے تو کم سے کم دامنِ علیؑ چھوڑ دینے کا ایک نقصان جو آپکو ماننا ہی پڑیگا، کہ آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ مطابقِ تنزیل نہیں ہے،،

میں آپکی خدمت میں عرض کروں کہ علیؑ گھر میں رہے اس کے باوجود بھی مختلف معاملات میں علیؑ تاریخ کے سامنے آتے ہیں، ان کو اس نظام سے اتفاق نہیں تھا جو رسولؐ کے بعد قائم ہوا، اس کے واسطے علماء نے بڑے

زور لگائے ہیں، اور بڑی کوششیں کی ہیں، اور بڑی کتابیں لکھی ہیں، اس بات کے اوپر کہ یہ صرف لڑانے والے مولویوں کی دماغ کی اُپج ہے کہ علیؑ کو اپنے زمانے کے نظام سے اختلاف تھا، جبکہ دوسرے بزرگانِ اسلام آپس میں بڑے شیر و شکر تھے اور ان میں آپس میں بڑی محبّت تھی بڑے اتحاد تھے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ علیؑ ہر موقع پر آئے اور اگر علیؑ کو اختلاف ہوتا تو کیوں آتے؟ اور علیؑ نے مشورے دیئے، اگر علیؑ کو اختلاف ہوتا تو علیؑ مشورے کیوں دیتے، علیؑ کی رائے تاریخ کے اندر محفوظ ہے، اگر علیؑ کو اختلاف ہوتا تو علیؑ رائے دینے کیوں آتے؟ تو میں ان تمام باتوں کو صحیح مانتا ہوں،

بالکل صحیح کہ علیؑ آئے، بالکل صحیح کہ علیؑ نے مشورے دیئے، بالکل صحیح کہ علیؑ نے مخلصانہ رائیں دیں، میں ان واقعات سے انکار نہیں کرتا، لیکن اس کی نوعیت کو دوسرے انداز میں سوچتا ہوں، ایک ہوتی ہے شخصیت، ایک ہوتا ہے نظام، عین ممکن ہے کہ شخصیت سے اختلاف ہو، نظام سے اختلاف نہ ہو، مولا علیؑ نے پچیس ۲۵ برس تک اپنے کردار کا یہ کمال دکھایا کہ جہاں تک شخصیتیں تھیں ان میں اتحاد کو مرنے نہ دیا، جہاں نظام تھا اُسے بگڑنے نہ دیا چنانچہ جگہ جگہ علیؑ نے بڑھ کے رائیں دیں، تو جہاں جہاں ذات کا سوال تھا علیؑ نے اختلاف کیا، صلوات"، چنانچہ علیؑ نے اسلام کی بقا کیلئے اپنے مشورے دیئے، یعنی جب اسلام خطرے میں آیا تو علیؑ بولے، اور جہاں ذات اور شخصیت کا مسئلہ آیا وہاں اختلاف کیا، کیا اختلافات تھے کیا صورتیں تھیں؟ اس کو اپنے منہ سے نہ کہوں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بچا کے چلوں گا، ہم اس مجلس کے ذریعہ کسی کے دل کو ٹھیس نہ لگنے دیں گے اس لئے کہ ہم خود دل شکستہ ہیں کسی کے دل کو ٹھیس لگا کے ہم کیا کریں گے، ہم خود غم منانے کیلئے بیٹھے ہیں، علیؑ نے بعد رسولؐ کیا کہا

اگر میں یہ اپنی زبان سے پڑھوں تو جھگڑا ہوگا، لہٰذا نہج البلاغہ اٹھائیے اور خطبۂ شقشقیہ اٹھا کے پڑھئے اس کو پڑھ کے خود ہی سمجھ میں آجائے گا کہ علیؑ کیا کہہ رہے ہیں، صرف ایک جملہ علیؑ کی زبان کا خالی ادا کر کے آگے بڑھ جاؤں، یہ علیؑ نے اس دور کی تصویر کشی کیوں کی ہے کہ میں نے یوں زندگی گذاری ہے کہ میں نے یوں زندگی گذاری ہے کہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے آنکھ میں تنکا پڑ گیا ہو"

اس طریقے سے علیؑ نے پینتس ۳۵ سال کی زندگی گذاری، اور دنیا نے اُس دور میں اہلبیتؑ طیبین و طاہرین کی طرف اگر توجہ کی تو علمی مشکلات میں اور علمی گتھیاں علیؑ نے حل کیں"، تو عزیزانِ گرامی سنئے گا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس دور میں جب علمی معاملات آئے تو درِ حیدرِ کرارؑ پر آئے لوگ، سلمانؓ کے دروازے پر آئے، انھوں نے علیؑ کے دروازے پر پہونچا دیا۔ ابوذرؓ کے دروازے پر آئے انھوں نے علیؑ کے پاس پہونچا دیا مقداد کے دروازے پر آئے انھوں نے علیؑ کے پاس پہونچا دیا، عمّار کے دروازے پر آئے انھوں نے علیؑ کے پاس پہونچا دیا، ازواج کے دروازے پر آئے، انھوں نے کسی کے ذریعہ اشارے سے پہونچا دیا کہ ہم جائیں گے نہیں مگر اس دروازے پر مشکل حل ہوتی ہے، اور اس کے آگے جہاں دست و بازو حکومت و اقتدار چل رہا تھا، وہ بھی کبھی کبھی اپنی مشکلیں لئے ہوئے درِ علیؑ پر آئے، اور کیا کہنا اس فراخدل انسان کا جس کا نام علیؑ تھا، ہمیشہ ہر مشکل، مشکل کشاء کے دروازے سے حل ہوئی، اور بہر حال بڑوں کی بڑی بات، بزرگوں کی بات بھی بزرگ، وہ لوگ، اس زمانے کے لوگ تھے، کہدیا کرتے تھے سچّی بات کبھی کبھی، ادھر مشکل علیؑ نے حل کی تو کہنے والے نے یہ بھی کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے یہ جملہ نہیں ہے،

یہ قیامت تک کی کہ اُمتِ مسلمہ کیلئے ایک سبق ہے کہ جس نے علیؑ کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا، صلوات"، ایک کے بعد ایک دور گذرتا رہا، اور علیؑ علمی خدمات میں مشغول رہے، کبھی مسجد نبوی کے گوشے میں بیٹھ کے کبھی کسی باغ میں بیٹھ کے، کبھی کسی قریے میں بیٹھ کے، علیؑ کے گرد ایک حلقہ رہا علیؑ کے شاگردوں کا، علیؑ کے گرد ایک حلقہ رہا سیکھنے والوں کا، جنکو علیؑ علومِ اسلامی کی تعلیم دیتے رہے، عزیزانِ گرامی یہ سبجیکٹ تفصیل سے دو گھنٹے میں پڑھنے کا ہے، لیکن میں اسے دو منٹ میں پیش کروں کہ اسلام جس وقت آیا ہے اس وقت مکہ مدینہ ان کے پاس کوئی علم نہیں تھا، دورِ جاہلیت کہلاتا تھا، اسلام آیا علم لئے ہوئے، جن عربوں کے پاس علم کا کوئی سرمایہ نہیں تھا، سو برس کے بعد جب زمانہ بدلتا ہے تو اسلامی علوم وفنون کے سیلاب آرہے تھے دنیا میں، یہ علم کہاں سے آیا، یہ علم کس کے پاس سے آگئے؟ آپکو پتہ ہو نہ ہو، لیکن کارلائل نے لکھا ہے کہ جس وقت مسلمان فتوحاتِ ملکی میں مشغول تھے اس وقت علیؑ مسجد النبیؐ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے علمی دنیا خلق کر رہے تھے، غور فرمایا آپ نے؟ مولا علیؑ ایک علمی دنیا کی تخلیق کر رہے تھے، اس لئے کہ علیؑ یہ جانتے تھے کہ اقتدار چند روزہ ہے، علم ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے، اقتدار فنا ہو جاتا ہے، علم باقی رہتا ہے، کائنات کی وجہ بقا علم میں ہے، دنیا کی ترقیوں کا راز علم میں ہے، کائنات کا عروج علم میں ہے، شہروں کی روشنی علم ہے انسان کا اختیار علم ہے، آزادی علم ہے، شفا علم ہے، کمال علم ہے، علم اگر چپ رہے تو قرآن کہلاتا ہے بولے تو اہلبیتؑ بن جاتا ہے"، صلوات

اور مجھے یہیں پر اپنی قوم کے نوجوانوں سے اور بچوں سے کہنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں اگر اپنا تقدس

برقرار رکھنا چاہتے ہیں آپ اگر اپنی ذات اور اپنا وجود باقی رکھنا چاہتے ہیں تو علم کے سہارے زندہ رہیئے، اگر آپ کے پاس علم ہے تو دنیا آپ کے زیرنگیں ہوگی، اور اگر آپ علم کی دولت سے محروم رہ گئے تو محکومی آپکا حصہ بنے گی اور غلامی آپکا مقدر بنے گی، میں علیؑ کے نام سے اپیل کرتا ہوں، بچوں سے نوجوانوں سے کہ علم حاصل کرو اور علم میں ترقی کرو، اس لئے کہ علم علیؑ کی میراث ہے، جہالت دشمنانِ علیؑ کی میراث ہے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے گھر کی تلاشی لی جائے تو ہیں تو ہم علی والے، اور مال نکلے گھر سے دشمنانِ علیؑ کا، اگر آپکو اس ملک میں جینا ہے تو اپنے علم کے زور پر زندہ رہیئے، اگر آپ کو ترقی کرنا ہے تو بھول جائیے یہ باتیں کہ تعصب ہوتا ہے اور اختلاف ہوتا ہے، اگر کسی علم میں خصوصی مہارت پیدا کر لیں، تو تعصب کی دیواریں گر جائیں گی اگر بمبئی میں کسی فن کے اکیلے آپ جاننے والے ہیں، جب میں جانوں کہ نہ آئے آدمی آپ کے پاس تعصب میں، جب میں جانوں کہ تعصب میں نہ آئے آدمی آپ کے پاس، سارے تعصب ختم ہو جاتے ہیں اگر علمی طاقت بلند ہو جاتی ہے، علیؑ کے پاس جو پوچھنے آتے تھے وہ سب علیؑ کے چاہنے والے تھوڑے ہی تھے آپ مجبور بن کے نہ زندہ رہیئے، اگر آپ کو زندہ رہنا ہے تو آپ اپنے کو دوسروں کی مجبوری بنائیے، کاش میری آواز دلوں پر اثر کرے، کاش یہ میری صدا دور تک پہونچے، ہماری قوم میں جو یہ معیار گر رہا ہے، جو کو الٹی نیچے جا رہی ہے یہ بڑے غضب کی بات ہے، یہ بڑے درد کا مقام ہے، اتنا بڑا یہ معاشرہ محبانِ اہلبیتؑ کا پورے ہندوستان میں، علمی معیار میں ہم پیچھے جا رہے ہیں، اپنے اندر صفاتِ اہلبیتؑ کے جوہر پیدا کیجئے، اپنے اندر علیؑ اور اولاد علیؑ کی غلامی کی تاثیر پیدا کیجئے، اپنے کردار کو سنبھالئے، اپنے کو علمی میدان میں

اوپر اٹھائیے، ساری مخالفتوں کی دیواریں کچی ریت کی طرح گر جائیں گی،
میرے دوستو! مولا علیؑ کے در پر آتے تھے علم کی پیاس بجھانے کیلئے لوگ
اور ان کے سیراب ہو کے چلے جاتے تھے، اور آج تک، آج تک علیؑ مجبوری
بنے ہوئے ہیں عالم اسلام کی، بس آج کا بیان یہیں پر تمام ہو رہا ہے کل
بیان یہیں سے آگے بڑھیگا، آج کا بیان اسی منزل پہ رکیگا، کل بیان آگے
بڑھے گا، ایک آخری جملے کیساتھ، جو آخری جملہ آج کے پورے بیان کا خلاصہ ہے،
میں کیا بتاؤں کہ میں اپنے مزاج سے بھی مجبور ہوں، اور میرا وعدہ بھی یہ ہے کہ
آبگینوں کو ٹھیس نہ لگے

لہٰذا میں جس انداز سے پڑھ رہا ہوں اس کو آپ جانتے ہیں، لیکن
عزیزانِ گرامی علیؑ عالمِ اسلام کی مجبوری ہیں، اسی لئے ہر عالم آج یہ لکھتا ہے
کہ علیؑ سے ان کے دور کے لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں تھا، علیؑ سے ان کے دور
کے لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں تھا، علیؑ سے ان کے دور کے لوگوں سے کوئی
اختلاف نہیں تھا، اب ذرا فرق ملاحظہ کیجئے ہم یہ کہتے ہیں کہ تھا، ہم یہ کہتے کہ
تھا، وہ یہ کہتے ہیں نہیں تھا، اگر وہ ہماری مجبوری ہوتے تو ہم کہتے نہیں تھا،
صلوات" ذات اتنی بلند ہوگئی کہ اب وہ تاریخ اسلام اور عالمِ اسلام کی
مجبوری بن گئی، کہ جب تک علیؑ نہ لکھ لو فہرست مکمل نہ ہوگی، نہ فہرست خلافت
مکمل نہ فہرست امامت مکمل نہ فہرست صحابت مکمل نہ ہوگی، نہ فہرست
خلافت مکمل نہ فہرست علماء مکمل جب تک علیؑ کا نام نہ آئے تاریخ اسلام
بھی نامکمل، صلوات، یہ تھے علیؑ، جنہوں نے راہِ خدا میں ہر قربانی دی، اپنا
مال بھی دیا، اپنی جان بھی دی، اپنی اولاد بھی دی۔ اور خدا کی قسم جب تک
اسلام رہیگا جبتک نسلِ علیؑ کا احسان رہیگا کہ اور اولادِ علیؑ نے یزیدیت کے سیلاب

سے اسلام کو بچالیا طاغوتیت کے طوفان سے اسلام کو بچالیا، احسانِ علیؑ ہے،
احسانِ اولادِ علیؑ ہے، عزیزانِ گرامی، مذہب کے نام پر عیش کرنا سب جانتے
ہیں، مذہب کے نام پر سر کٹانے کتنے نکلتے ہیں، حسینؑ سمجھا بجھا کے لا رہے تھے
اپنے ساتھیوں کو، ہم کسی بھیڑ میں ہوں اور فائرنگ ہو جائے یہ بات اور ہے،
اور پہلے سے اعلان ہو کہ جو آئیگا اس پر فائرنگ ہوگی، اور اس کے بعد بھی
ہم چلے جائیں یہ بہت مشکل ہے، دیکھئے جان دینے کے بھی انداز ہوتے ہیں، ہم یہ
سمجھ کے جارہے تھے کہ ماحول پرامن ہے، خطرہ خاص نہیں ہے، وہاں حالات
ایسے تھے کہ گولی چل گئی۔ اور ہم بھی گولی کھا کے شہید ہوگئے، مگر یہ شہادت واقعی
شہادت نہیں ہے، اس لئے کہ ہم بچنا چاہتے تھے گولی نے ہمیں چھوڑا نہیں،
اب یوں تو شہید کہہ لیجئے ہمیں مگر واقعی یہ شہادت نہیں ہے، شہادت محمدؐ کے
گھرانے کا طرۂ امتیاز ہے، جہاں میداں میں اتنی دیر ٹھہرے کہ موت گلے سے
لگ جائے، جو نیزہ و شمشیر پر صبر کرسکتا ہو وہ چلے جو اپنی موت کو گلے لگاسکتا
ہو وہ چلے، اور جانے والے ساتھ نہیں چھوڑ رہے ہیں، تین دن کی بھوک، کسی
کی تیوری پر بل نہیں، تین دن کی پیاس کسی کی آنکھ میں میل نہیں،
بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر چھوٹے بچے ساتھ میں نہ ہوتے تو شاید تین دن کی
پیاس کا راز بھی نہ کھلتا، اس لئے حبیبؑ یہ نہ کہتے کہ میں پیاسا ہوں، مسلمؑ یہ نہ
کہتے کہ میں پیاسا ہوں، زہیرؑ نہ کہتے کہ مجھے پیاس لگی ہے، عباسؑ نہ کہتے کہ میں
پیاسا ہوں، یہ تو چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو ہاتھوں میں سوکھے ساغر لئے
ہوئے، العطش، ہائے پیاس، اور دشمن اسقدر بے غیرت کہ ادھر تاریخ میں
لکھا ہے کہ بچے ریت پر گر کے تڑپتے تھے پیاس کے مارے، زمین پر گرے
اور تڑپنے لگے پیاس کی شدت سے اور ادھر ظالم دشمن، بڑے بڑے پیالوں

ہیں پانی بھرے ہوئے، آہستہ آہستہ زمین پر گراتا تھا، دِکھا دِکھا کے، اور پکار کے کہتے تھے کہ حسینؑ! بیعت یزید کر لو تو یہ پانی تمہیں دیدیں"

حسینؑ پر تو کیا اثر ہوتا، حسینؑ کے ساتھیوں پر تو کیا اثر ہوتا، بنی ہاشم کے شہزادوں پر تو کیا اثر ہوتا سیدانیوں پر تو کیا اثر ہوتا، مذہب بدل دوں اگر آپ دکھا دیں کہیں، کہ کسی بچے نے بھی کہا ہو کہ مولاؑ بہت پیاسے ہیں بیعت کر لیجئے اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ بچہ حسینؑ کے مقصد سے واقف تھا عاشور کی رات آگئی، حسینؑ نے اپنے خیمے میں سب کو جمع کیا، کہا میں تمہاری گردنوں سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں، اپنی بیعت اٹھاتا ہوں تمہاری گردنوں سے، جہاں دل چاہے چلے جاؤ یہ میرے سر کے طالب ہیں، جب مجھ کو پائیں گے اپنے درمیان اور تمہیں جاتا دیکھیں گے تو دب دب کے راستے دیں گے، تم چلے جاؤ، اس کے بعد کہا اچھا اگر تمہیں سامنے سے جاتے ہوئے شرم آرہی ہے تو لو میں اندھیرا کئے دیتا ہوں، یہ کہہ کے شمع بجھا دی، ایمان کی روشنی کچھ اور تیز ہوئی، اندھیرے میں آوازیں گونجیں، پہلی آواز یَابْنَ رَسُولَ اللہ اگر ہمارا جسم قینچی سے مہین مہین کاٹا جائے، اس کا نام ہے فصاحتِ عرب، تلوار سے کٹنے میں وہ تکلیف کا تصور نہیں ہے جو قینچی سے کاٹے جانے میں ہے، اگر ہمارا جسم قینچی سے مہین مہین کاٹا جائے اور جلا دیا جائے خاک ہوا میں اڑا دی، پھر زندہ کیا جائے، پھر یہی سلوک ہو اور یہ عمل ستر بار ہو اور اکہتر ہویں بار زندہ کر کے ہم سے پوچھا جائے کہ کس کا ساتھ دو گے تو پھر آپکا ساتھ دیں گے، لوگوں نے آواز پہچانی، یہ آواز زہیرؑ قین کی آواز تھی، دوسری آواز گونجی یَابْنَ رسولؐ اللہ، اگر ہم آپکو چھوڑ کر چلے جائیں تو ہم رسولؐ اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

جواب سے پرانے تعلقات کی خوشبو آرہی تھی، لوگوں نے پہچانا یہ آواز حبیب ابن مظاہر کی آواز تھی، تیسری آواز آئی، یابن رسولؐ اللہ" یہ زندگی چند روزہ ہے، اگر ہمیشہ کی بھی زندگی لائے ہوتے تو آپ پر قربان کرتے، لوگوں نے پہچانا یہ آواز مسلمؑ ابن عوسجہؑ کی آواز تھی، چوتھی آواز گونجی یابن رسولؐ اللہ اگر آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں خدا کرے صحرا کے جانور ہمیں پھاڑ کے کھا جائیں، زندہ اپنے گھروں کو نہ پہونچیں، یہ آواز جونؑ غلامِ حبشی کی آواز تھی، چند سکنڈ کے لئے سناٹا چھایا، اور ایک آواز گونجی صحرا میں، اے ہمارے آقا، اے ہمارے سیّد، آپ کے سائے میں ہم پلے ہیں آپ نے ہمیں پالا پوسا ہے کیا اس مصیبت میں ہم آپکو چھوڑ کے چلے جائیں گے، مجمع نے پہچانا یہ آواز قمرِ بنی ہاشم حضرت عباسؑ کی آواز تھی، بس عزیزو میں نے مجلس تمام کر دی، شبِ عاشور جو نصرت کے وعدے کر رہے، روزِ عاشور گردنیں کٹائے سو رہے تھے، حسینؑ پکار رہے تھے، ارے حبیبؑ ارے زہیرؑ ارے مسلمؑ، بس، ارے آخری استغاثہ بڑے غضب کا تھا، اک مرتبہ کلیجہ تھام کے آواز دی، اَیْنَ اَیْنَ الولدی علی اکبر، اے مرے بیٹے علی اکبر، اور جب کوئی جواب نہ ملا تو دریا کو دیکھا، اَیْنَ اَیْنَ اَخِی عَبّاس، اے مرے بھیّا، ارے مرے عباسؑ، ارے مرے بازو کی طاقت عباسؑ، کہاں چلے گئے عباسؑ، حسینؑ تمہیں پکار رہا ہے"

اَلَا لعنۃ اللہِ علی القوم الظالمین

چھٹی مجلس

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

ارشادِ باریٔ اقدس ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، سلسلۂ
کلام ذہنِ عالی میں ہوگا، ہمارے آپ کے درمیان جس گفتگو کا سلسلہ جاری
ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ اسلام کا ایک مطالعہ اور سروے سنہ ۱۱ ھجری سے سنہ ۶۱ھ
تک، تاریخ اسلام کی یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ سرورِ کائناتؐ کی رحلت کے بعد ان
کے اہلبیتؑ کی عزت و عظمت میں فرق آگیا، اور وہ عزت و عظمت جس میں
اہلبیتؑ قرآن کی روشنی میں، حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں، اپنے ذاتی کردار کی
روشنی میں جس عزت و عظمت کے مستحق تھے اس عزت و عظمت سے وہ محروم
رکھے گئے اس دور کی تاریخ کی اک عظیم بدنصیبی یہ بھی ہے کہ رسولؐ کی
صاحبزادی جناب فاطمۂ زہرا رسولؐ کے بعد ایک دن بھی خوش نہ رہیں اور وہ
اس دنیا سے ناراض سدھاریں، جبکہ جناب سیدہؑ کی عظمت، اسلام کی ہر
تاریخ میں مسلّم ہے، اور قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی لفظ اہلبیتؑ آیا ہو،
لفظ ذوی القربیٰ آیا ہو یا کوئی ایسا لفظ ہو، اس سے کوئی مراد ہو یا نہ ہو
جناب سیدہؑ ضرور مراد ہیں، اس لئے کہ قرابتداری، یا رشتہ داری ہو یا اہلبیتؑ
کا لفظ ہو، جو لفظ ہو، اس سے کسی کیلئے بحث کیجا سکتی ہے کہ شامل ہے کہ
نہیں، لیکن اولاد کو تو کوئی خارج کرہی نہیں سکتا، لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کہ
ہر حال میں جناب سیدہؑ جو ہیں وہ تو ان تمام آیتوں ان تمام روایتوں، اور اس

تمام ارشادِ پروردگار کا مصداق ہیں، جو اہلبیتؑ کی تعریف میں یا ذوی القربیٰ
کی تعریف میں قرآن نے ارشاد فرمائے ہیں، یا حدیثیں ارشاد کی ہیں بہرحال
تاریخ اپنے دامن میں جناب سیدہ کے واقعات بھی چھپائے ہے جس کو جس
مسلمان کو دیکھنا ہو وہ اس کو پڑھے، اور اس کی اسٹیڈی کر کے معلومات فراہم
کرے،

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب اور ان کے گھرانے
کو، اُس زمانے کی سیاست نے وہ اہمیت نہیں دی جس اہمیت کے وہ مستحق
تھے، جو اہمیت ان کا حق تھی، اور جس اہمیت کے بعد، وہ اسلام کی زیادہ سے
زیادہ خدمت کر سکتے ہیں، بلکہ بہت سے وہ اہم معاملات اور بہت سے خاص
معاملات جن میں جمع قرآن بھی شامل ہے، اس سے مولا علیؑ کو علٰحدہ رکھا گیا،
اور ان سے ان معاملات میں کوئی رائے یا مشورہ نہیں لیا گیا، تاریخ آگے
بڑھتی رہی قدم بہ قدم، یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی دنیا سے رحلت کو پچیس
سال گذر رہے تھے کہ ایسا وقت آیا کہ مسلمان جوق در جوق علیؑ کے دروازے پر
آنا شروع ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ یا علیؑ اسلام کی کشتی ڈگمگا رہی ہے مسلمانوں
کی رہبری کا فریضہ آپ انجام دیں، مولا علیؑ نے اوّل اوّل انکار کیا، کہا کہ
تم لوگ جاؤ مجھے تم لوگوں کی ان چیزوں کی کوئی خواہش و تمنا نہیں ہے، لیکن
لوگوں کا اصرار بڑھا، اور اصرار کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہی گئی کہ اگر اس وقت
آپ دینِ اسلام کی کشتی کو نہ سنبھالیں گے تو دین کی تباہی کی ذمہ داری آپ
پر ہوگی، اگر آپ اسلام کو سہارا نہ دیں گے تو اسلام کے نقصان کا بھی جوابدہ
آپکو ہونا پڑے گا، مجبوراً مولائے کائناتؑ اُمت کی رہبری کرنے کے واسطے سامنے
آئے، اور اپنے شرائط کے اوپر سامنے آئے عزیزانِ گرامی، میں تاریخ کی ان منزلوں

سے گذرتا جا رہا ہوں، جو منزلیں بڑی نازک اور بڑی پُرخار ہیں، اور اسی میں
آپکی توجہ بھی چاہتا جا رہا ہوں، مولا علیؑ نے مسلمانوں کی رہبری تو قبول کی، مگر
اپنے شرائط کے اوپر،

اس لئے کہ جس وقت مولا علیؑ نے رہبری قبول کی ہے، اس سے بارہ
برس پہلے ایک مرتبہ اقتدار و خلافت مولا علیؑ کے گھر کا رخ کر چکی ہے، اور
مسلمانوں نے آن کے یعنی علیؑ سے کہا تھا کہ ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں، مگر
ہماری کچھ شرائط ہیں، آپ ان شرائط پر منظوری دیجئے تو ہم آپ کے ہاتھ پر
بیعت کریں گے، جس دن علیؑ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی ہے، اس سے بارہ برس
پہلے کا واقعہ ہے یہ، کہ لوگ علیؑ کے گھر پر آئے تھے، یا اس کمیٹی میں علیؑ موجود
تھے جہاں علیؑ سے یہ بات کہی گئی تھی کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، آپ کو
اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں، بشرطیکہ آپ ہمارے شرائط کے اوپر عمل کیجئے، اس وقت
مولا علیؑ نے ان سے شرائط پوچھے تھے کہ تمہارے شرائط کیا ہیں؟، تو انہوں
نے کہا ہماری تین شرطیں ہیں، اگر آپ تین شرطوں کے اوپر ہاں کرتے ہیں تو
ہم ابھی ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں

کہا شرطیں بیان کرو، کہا پہلی شرط یہ ہے کہ آپ اللہ کی کتاب پر عمل کریں
گے، کہا منظور، دوسری شرط یہ ہے کہ آپ سیرت رسولؐ پر عمل کریں گے، کہا یہ
بھی منظور، کہا تیسری شرط یہ ہے کہ آپ گذشتہ سیرتوں پر عمل کریں گے، کہا یہ شرط
نامنظور، کہا کیوں نامنظور، کہا یہ شرط مہمل ہے،

اس لئے کہ گذشتہ سیرتیں یا کتاب و سیرت خدا و رسولؐ کے موافق ہیں،
تو آگئیں اس کے اندر، یا خلاف ہیں، تو مجھ سے یہ اُمید نہ رکھو کہ میں کتاب خدا
وسنت و سیرت رسولؐ کے خلاف عمل کروں گا

مگر مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی، انھوں نے کہا کہ اگر آپ کو ہماری شرطیں
منظور نہیں ہیں، تو ہمیں آپ کی قیادت و رہبری بھی منظور نہیں ہے، تو اس وقت
تاریخ میں علیؑ کے وہ جملے موجود ہیں، کہ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ تم نے میرے
ساتھ ایسا سلوک کیا ہے، یہ کہکے علیؑ خاموش ہو گئے، اب مسلمانوں میں اور علیؑ میں
ٹھن گئی گویا ایک طرح سے، یعنی وہ اپنی طرف کھینچ گئے یہ اپنی طرف کھینچے رہے،
وہ اس بات پر کھینچ گئے کہ ہماری شرطیں مانو تو ہم تمہیں بنائیں، یہ اس بات
پہ کھینچ گئے کہ تم ہماری شرطیں مانو تو ہم تمہارے رہبر بنیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ
اکثریت نے علیؑ کو مانا، یا اکثریت کو علیؑ کی شرطوں پر سر جھکانا پڑا، غور طلب
مسئلہ یہ ہے کہ کس نے کس کی بات مانی، لوگوں نے جو کہا وہ علیؑ کو ماننا پڑا،
یا علیؑ نے جو کہا تھا وہ لوگوں کو ماننا پڑا، تاریخ بارہ سال تک اپنے سفر طے کرتی
رہی، اور بارہ سال کے بعد مسلمانوں کا مجمع پھر علیؑ کے دروازے پر آن پڑا، علیؑ
دروازہ کھول کے مسلمانوں کے پاس نہیں آئے کہ میں حاضر ہوں، مسلمانوں
کا مجمع علیؑ کے در پہ آیا کہا یا علیؑ ہماری قیادت آپ سنبھالئے، کہا مجھے نہیں چاہیئے
تمہاری قیادت جاؤ جس کو دل چاہے رہبر چُن لو، پھر آئے لوگ کہا یا علیؑ
آپ کے بغیر یہ کشتی ڈوب جائے گی سنبھلے گی نہیں، آپ سنبھالئے قیادت، تو اس
وقت بھی فرمایا تمہیں میری شرطیں منظور ہیں؟

علیؑ وہیں پہ تھے جہاں بارہ برس پہلے تھے، کہا تمہیں میری شرطیں منظور ہیں؟
کہا جی ہاں منظور ہے، کہا یاد ہیں؟ کہا یاد ہیں آپ کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ
پر عمل کریں گے، گذشتہ سیرتوں پر عمل نہیں کریں گے؟ کہا کہ ہاں منظور ہے ہمیں
کہا تو کرو بیعت! اب جو علیؑ کے ہاتھ پر بیعت شروع ہوئی تو سمجھئے کہ دو بیعتیں ہو رہی
ہیں، ایک تو علیؑ کو اعتماد کا ووٹ دے رہا ہے اور دوسرا ! جو بیعت کر رہا ہے

وہ اس شرط پر کہ ہاں آپ گذشتہ سیرتوں پر نہ عمل کریں مگر ہماری رہبری کریں، تو علیؑ نے اپنا سلسلہ بلا فصل رسولؐ سے جوڑ لیا، "صلوات" تاریخ کے بقول، بیعت کیلئے لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہیں، علیؑ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے، رسولؐ کے پچیس۲۵ برس کے بعد، اور علیؑ کے شرائط پر علیؑ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے، بیعت تمام ہوئی، اب مولا علیؑ مسجد میں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، میں اس کو کیا کروں؟

تاریخ لکھتی ہے کہ جب علیؑ نماز پڑھا چکے، تو بڈھے بڈھے صحابہ نے کہا کہ ہم نے آج رسولؐ کے زمانے والی نماز پڑھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیچ میں کوئی فرق ہو گیا تھا جو آج علیؑ نے اسی فرق کو مٹایا ہے، "صلوات" اب یہ نہ کہئے گا کہ علیؑ نے ادھر ادھر ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھی، ورنہ یہ مسلمان پلٹ کے کہہ دیتا کہ کل اس طرح پڑھ رہے تھے آج اس طرح پڑھا رہے ہو؟

غور فرمایا آپ نے؟ اور اب اس کے بعد خطبے کی منزل آئی، سنئے تو منبر رسولؐ جو بنا ہوا تھا مدینے میں وہ چار سیڑھیوں کا منبر تھا، اور اس کے عرشے کے اوپر حضورؐ تشریف فرما ہوتے تھے، سب سے اونچی سیڑھی کو عرشہ کہتے ہیں، اس پر بیٹھتے تھے جا کے اور وہاں بیٹھ کے خطبہ ارشاد فرماتے تھے، لیکن اس کے بعد جو حضرات اس منبر پہ تشریف فرما ہوتے رہے وہ رسولؐ کے احترام میں ایک سیڑھی اور پھر دوسرا ایک سیڑھی تیسرا ایک سیڑھی، سب ایک ایک سیڑھی چھوڑتے گئے، جب علیؑ پہونچے خطبہ پڑھنے کیلئے پہلی بار اس منبر پہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین کے، اب لوگ حیران تھے کہ علیؑ کہاں بیٹھیں گے؟

تاریخ کہتی ہے کہ علیؑ نے منبر پہ اپنا سفر شروع کیا، ایک سیڑھی پہ پیر رکھا، دوسری سیڑھی پہ پیر رکھا، تیسری سیڑھی پہ پیر رکھا، عرشۂ منبر پہ رسولؐ کی جگہ آ کے بیٹھے،

پچیس۲۵ برس سے عرشہ خالی تھا۔ رسولؐ کی جگہ بھری تو علیؑ سے، "صلوات" جیسے ہی علیؑ رسولؐ کی جگہ آ کے بیٹھے ویسے ہی کسی نے زیر منبر دبی زبان سے کہا، یا علیؑ رسولؐ کی جگہ؟ یا علیؑ رسولؐ کی جگہ جا کے بیٹھے، ایک دفعہ نگاہِ تند سے اس کو دیکھا، اس لکڑی کے منبر کی بات کرتا ہے تو؟ یہ قدم دوشِ رسولؐ پہ جا چکے ہیں" "صلوات" اور اس کے بعد مولا علیؑ کا وہ تاریخی خطبہ شروع ہوا جو نہج البلاغہ میں ہے، "جس کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ. قَدْ رَجَعَ حَقٌّ اِلٰى اَوَّلِ مَكَانِهٖ"

اللہ کی تمام حمد و شکر اس کے احسان پر ہے، حق اپنی منزلِ اول پر پلٹ آیا، اور اب علیؑ کا وہ دور شروع ہوا، پہلی بات، یہ سنجیدہ اور پڑھا لکھا مجمع ہے، اور دور دور جہاں تک میری بات اور آواز جا رہی ہے علیؑ کے ہاتھ میں جو سلطنت آئی تھی وہ اک شورش زدہ سلطنت تھی، جس کے اندر امن و امان نہ تھا، جس کے اندر سکون نہ تھا، جو ہنگامی اقتدار تھا، اور وہ علیؑ کے ہاتھ میں آیا ہے، آپ تاریخ سے ان واقعات کا جائزہ لے لیں اور معلوم کر لیں کہ وہ کیسے حالات تھے، جن حالات میں زمامِ اقتدار مولا علیؑ کے ہاتھ میں آئی ہے اس وقت ملک اچھے حالات میں نہیں تھا، شورشیں برپا تھیں، بے چینیاں تھیں، مخالفتیں تھیں، اور رسولؐ کو پچیس سال گذر چکے تھے،

لہٰذا تصویرِ رسالت نگاہوں میں دھندلی ہو گئی تھی، غور فرمایا آپ نے؟ عہدِ رسالت سے پچیس۲۵ سال کا فاصلہ ہو چکا تھا، لہٰذا جس بچے نے رسولؐ کو دیکھا نہیں تھا وہ پچیس۲۵ برس کا ہو گیا تھا، ایسے حالات میں اقتدار علیؑ کے ہاتھوں میں آیا، لیکن خدا کی قسم تاریخ میں جب علیؑ کا کوئی جرم نہ ملا، اور جب علیؑ کی کوئی خطا نہ ملی۔ تو اک عجیب علیؑ پر الزام لگا دیا ایک عجیب اور بڑا دلچسپ سا الزام لگا

میرے مولاؑ پر، دنیا میں جو اہم اور بڑی شخصیتیں گذری ہیں، اُن میں ہر ایک
پر کسی نہ کسی طرح کا الزام دشمنوں نے لگایا ہے، اس سے یہ بحث نہیں کہ وہ
الزام صحیح ہے یا غلط ہے، لیکن الزام لگے، علیؑ کی ذات وہ معجزہ نما ذات تھی، کہ
الزام لگانے والے سر پکڑ پکڑ کے بیٹھ گئے، مگر الزام کیلئے کوئی گنجائش ہی نہ ملی،
کہ کیا الزام لگایا جائے۔ تو آخر میں یہ الزام لگا علیؑ پر کہ ہر طرح عمدہ تھے، علم میں
ان کا جواب نہ تھا، زہد میں ان کا ثانی نہ تھا، عبادت میں ان کی مثال نہ تھی
قوت فیصلہ میں تو ان سے بڑھ کے کوئی نہ تھا، میدان جنگ کے تو وہ ایسے فاتح
تھے کہ دوسرا چشم فلک نے دیکھا نہیں، خاندان تو ان کا بےمثال تھا، اور کردار
تو ان کا لاجواب تھا، ہر طرح عمدہ تھے، بڑے مقدس آدمی تھے، مگر سیاست
سے واقف نہ تھے، ذرا مولا علیؑ جو تھے وہ سیاسی نہیں تھے، علیؑ پہ یہ الزام
لگا کہ مولا علیؑ سیاست سے واقف نہ تھے، خدا کی قسم پوری تاریخ علیؑ میں،
اگر کوئی الزام ہے تو یہی ایک الزام ہے، ورنہ کوئی الزام نہیں ہے دامن
علیؑ پر الزام یہی ہے ایک کہ سیاست سے واقف نہ تھے ہائے الزام لگ
گیا، باڈی گارڈ کے ہوتے ہوئے اگر الزام لگ جائے؟

علیؑ روحانی شہنشاہ ہیں نا، تو جیسے دینوی بادشاہوں کے واسطے
سیکورٹی اسٹاف ہوتا ہے نا، جو وی، آئی پیز ہوتے ہیں،
جیسے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، بادشاہ، تو ان کیلئے سیکورٹی انتظام ہوتا ہے، تو جو
نورانی لوگ ہوں اُن کے لئے ویسا سیکورٹی اسٹاف ہونا چاہیئے، تو اللہ نے
محمدؐ و آل محمدؐ کیلئے بھی سیکورٹی اسٹاف کا انتظام کیا ہے، اب آپ کہیں گے وہ
کونسا سیکورٹی اسٹاف؟ تو جیسا بادشاہ ہوتا ہے ویسا سیکورٹی اسٹاف
ہوتا ہے، اگر مادی بادشاہ ہو تو مادی سیکورٹی اسٹاف ہوگا، اگر روحانی

بادشاہ ہو تو روحانی سیکورٹی اسٹاف ہونا چاہیئے، تو اہلبیتؑ کیلئے سیکورٹی
اسٹاف آپ جانتے ہیں کیا ہے، اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ
وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا آیۂ تطہیر کی سیکورٹی ہے، تو ہم نے آیۂ تطہیر سے پوچھا
کہ اے آیۂ مبارکہ تیرے ہوتے ہوئے الزام کے کیا معنیٰ؟ تو آیت نے پلٹ کے جواب
دیا کہ غور سے دیکھو تو سہی، قاعدے سے پڑھو تو سہی کہ دیکھو یہ الزام ہے کہ تعریف
ہے، دنیا نے سوچ کے لگایا الزام علیؑ کی ذات تک آتے آتے بن گئی مدح
خدا کی قسم یہ بھی عجیب و غریب معجزہ ہے کہ کسی نے پتھر سمجھ کے پھینکا اور وہ آتے آتے
آپ کے دامن تک پھول بن گیا، اس کو کیا کیا جائے دنیا نے یہ سمجھ کے کہ کوئی
نہ کوئی دھبہ تو ہو یہ کہدیا کہ علیؑ پالیٹیشن نہیں تھے، سیاست نہیں جانتے تھے
میں نے کہا کہ اے خدا تیرا لاکھ لاکھ شکر، سیاست کے دامن پر وعدہ خلافی
کے دھبے، ظلم کے دھبے، قتل کے دھبے، خون کے دھبے، دنیا جب یہ دھبے دار
کُرتے لائے علیؑ کو پہنانا چاہی علیؑ کے جسم پہ فٹ نہیں ہوا، اس کا مطلب یہ ہے
کہ جتنا دامن سیاست پہ دھبے تھے کوئی دامن علیؑ پر نہیں ہیں، اب ان
کی خبر لیجیے جو سیاست میں پلے ہیں، "صلوات"، علیؑ نے الگ الگ کر دیا دو
سیاستوں کو، سیاستِ دنیوی الگ ہے، سیاستِ دینی الگ، سیاستِ
الٰہی میں نہ مکر ہے، نہ فریب ہے، نہ جعل، نہ جھوٹ ہے، نہ وعدہ خلافی ہے،
نہ ظلم ہے ان میں سے کوئی بات سیاستِ الٰہی میں نہیں ہے" دُنیا
کی سیاست ہے وہ دنیا والے جانیں، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ
کہاں کیا ہے، لیکن اللہ کی جو سیاست ہے، رسولِ خدا کی جو سیاست
ہے اور اسلام کی جو سیاست ہے اس کے اندر ظلم و فساد و ریاکاری اور
دغا بازی، اور قتل و خون اس کی گنجائش نہ کبھی تھی نہ آج ہے اور نہ آئندہ ہوگی

علیؑ سیاستِ الٰہی کے ماہر تھے وہ حکومت کیلئے، دولت کیلئے، خزانوں
کیلئے، جواہرات کیلئے، بے قرار نہیں تھے' اس لئے کہ علیؑ وہ شخصیت ہے کہ جہاں
ہاتھوں کا دھوون جواہر بنتا ہو اور جہاں اشارے پہ مٹی سونا ہوتی ہو وہاں سونا
مٹی کے بھاؤ ہے، اور جواہرات ہاتھوں کا دھوون ہے، میرے دوستو! دنیا
علیؑ کو کیا دھوکہ دیتی، اور دنیا علیؑ کو کیا فریب دیتی، حکومت علیؑ کیلئے کیا تھی
یہ سناؤں آپ کو کوئی یہ نہ سمجھے کہ علیؑ کے دل میں تمنائے حکومت تھی' نہ حکومت
علیؑ کیلئے کچھ تھی نہ علیؑ نے حکومت کو کچھ سمجھا، نہ حکومت سے علیؑ نے کوئی فائدہ اٹھایا
وہ فائدہ جس کو دنیا فائدہ کہتی ہے لفظ فائدہ اس معنی میں استعمال کر رہا ہوں'
جس معنی میں دنیا میں'' فائدہ اٹھانا،، استعمال ہوتا ہے

ابن عباسؓ سامنے بیٹھے تھے اور مولا علیؑ خلیفہء وقت ہونے کے بعد اپنی
پرانی نعلین اپنے ہاتھ سے ٹانک رہے تھے' نعلین مبارک پرانی ہوگئی تھی اس
میں بھی اپنے ہاتھ سے ٹانکے لگا رہے تھے کہ ان کے سامنے رکھی وہ نعلین اور کہا
اندازاً بتاؤ کہ اس کی قیمت کیا ہوگی؟ انہوں نے کہا مولا یہ تو بہت بوسیدہ ہوگئی
ہے اس کو کون خرید لے گا؟ کہا پھر بھی کچھ تو اس کی قیمت ہو گی؟ کہا میں کیا
عرض کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی بوسیدہ نعلین کی کیا قیمت ہو سکتی ہے
کہا سنو اگر مجھ پر حجت نہ تمام ہوگئی ہوتی، تو تمہاری حکومت کی اتنی بھی قیمت میری
نظر میں نہیں تھی' سنا آپ نے زبان سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں فلاں کو جوتی
پہ مارتا ہوں یہ اردو زبان میں مثل ہے

ہمارے لکھنؤ میں بولی جاتی ہے پتہ نہیں ادھر بولتے ہیں کہ نہیں، تو
جوتی پر مارتے ہوئے ہم نے دیکھا نہیں کسی کو سوائے اہلبیتؑ کے، صلوات' سنئے
مولا علیؑ کے ہاتھوں میں اقتدار آیا، اور اقتدار جب مولا علیؑ کے ہاتھوں میں آیا، تو

وہی اصول وہی قاعدے وہی دستور جو رسولؐ خدا کے زمانے کے تھے انہیں
کے اور سختی سے عمل درآمد شروع ہوا، اور عالم یہ تھا کہ اگر کچھ با اثر لوگ، مدینے
کے کچھ با اثر لوگ رات کو اپنے دل میں کچھ حسرت لئے ہوئے ملنے آئے، تاریخ
لکھتی ہے کہ بعض علاقوں کی گورنری کی حسرت لئے ہوئے علیؑ سے ملاقات کو
آئے' اس وقت علیؑ بیٹھے ہوئے بیت المال کا حساب چیک کر رہے تھے' اور
چراغ جل رہا تھا، وہ لوگ آکے بیٹھے، صاحب سلامت ہوئی کاغذ پہ نظریں
ہیں، کہا کیسے تشریف لائے آپ حضرات؟ انھوں نے کہا کچھ باتیں کرنا ہے'
فوراً ہاتھ کی ہوا سے چراغ بجھایا، مڑ کے بیٹھ گئے فرمایئے؟ کہا رات ہے آپ
نے چراغ کیوں بجھا دیا؟ کہا اس چراغ میں جو تیل ہے وہ بیت المال کے
پیسے کا ہے' میری آپ کی پرائیوٹ گفتگو ہوگی یہ تیل جو اتنی دیر میں جلیگا یہ کس حساب
میں جائے گا؟ اب آپ سوچئے کہ کتنے پیسے کا چراغ میں تیل جل جاتا؟
لیکن درحقیقت مولا علیؑ نے ساری گفتگو کو وہیں پر تمام کر دیا۔ آنے والوں نے
اس گفتگو کے بعد صرف یہ کہا کہ ہمارا ارادہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم عمرہ کرنے کیلئے مکہ
جائیں، تو سوچا آپ سے ذکر کر دیں ہاں ہاں بسم اللہ، خدا حافظ، امیدوار دعا
ہوں،، دعا کیجئے گا۔ اس لئے کہ جہاں اسقدر حساب ہو رہا ہو وہاں گورنری کیا
ملیگی؟ عزیزان گرامی آج میں ایک ایسے سوال کا جواب دیدوں کہ بچوں کے
دل میں کھٹک نہ رہ جائے، اور پریشانی نہ رہ جائے، کیونکہ آج کا پروپگنڈہ
ذہنوں کو ادھر سے ادھر بھٹکا سکتا ہے' اور نوجوان اس کے اندر آسکتا ہے'
لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ ایک مسئلے کو ذہنوں میں کلیئر کردوں' اور دماغوں میں
آئینے کی طرح بات صاف ہو جائے علیؑ کے دورِ اقتدار پر دشمنانِ علیؑ یہ الزام
لگاتے ہیں کہ علیؑ کا دور ناکام رہا، کچھ لوگ علیؑ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ علیؑ کا

دورِ اقتدار کامیاب نہیں رہا، حالانکہ علیؑ نے اپنے دورِ حکومت میں جو نظام قائم کیا تھا اور جو اصول بنایا تھا، انشاء اللہ اگر میری زندگی رہی تو میں کل آپکو سناؤں گا، اس لئے کہ آج کا وقت اتنا نہیں رہ گیا، لیکن اتنی بات ضرور عرض کردوں کہ علیؑ نے اس عدل و انصاف کا مظاہرہ کیا ہے اپنے دورِ اقتدار میں جس عدل و انصاف کی تعلیم رسولؐ نے دی تھی، جس عدل و انصاف کو قرآن نے بیان کیا تھا، علیؑ کے زمانے میں کوئی بھوکا سویا نہیں، علیؑ کے زمانے میں ظلم و ناانصافی کے دروازے بند ہوئے، علیؑ کے زمانے میں کمزور سماج کے کمزور طبقے کی بڑی خدمت ہوئی، علیؑ کے دورِ اقتدار میں کیا کیا ہوا ہے یہ تو میں کل سناؤں گا، آج صرف اتنا سنا دوں کہ ہر سوسائٹی میں کچھ با اثر افراد ہوئے ہیں، جو ہر قانون کو اپنے لئے نرم کرنا چاہتے ہیں، ہر زمانے میں ہوتے ہیں، ہر جگہ ہوتے ہیں، ہر دور میں ہوتے ہیں، اس کا نام لینا یا نشاندہی کرنا بے کار ہے، اور جب ان طاقتوروں کو کوئی ٹوکتا ہے تو وہ اقتدار کے خلاف ہنگامے کھڑے کرتے ہیں، جب ان کو کوئی ٹوکتا ہے تو وہ پروپگنڈے اقتدار کے خلاف کرتے ہیں، ساری دنیا میں اس کی مثالیں کل بھی تھیں اور ساری دنیا میں اس کی مثالیں آج بھی ہیں، لیکن سماج کا کچلا ہوا طبقہ بیک ورڈ لوگ ان کی کبھی کوئی آواز نہیں ہوتی، ان کے دل سے دعا تو نکل سکتی ہے لیکن ان کی آواز سنائی نہیں دے سکتی، ان کے کلیجے سے آہ بھی نکل سکتی ہے، لیکن ان کی آہ کی آواز بھی دب کر نکلتی ہے علیؑ نے ان لوگوں کی مدد کی نظامِ الٰہی اور حکومتِ الٰہی قائم کی، اور دنیا کو یہ بتا دیا کہ حق و صداقت وانصاف کیا ہے، ظاہر ہے کہ علیؑ کے یہ اقتدار کا زمانہ طاقتوروں کو پسند نہیں آیا ظالموں کو پسند نہیں آیا، قاتلوں کو پسند نہیں آیا، جو مالِ مسلمین کھانے کے عادی ہو گئے تھے، کیا آپکو

معلوم ہے کہ اسلام کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام برابری کا مذہب ہے، اور اسلام میں عزت ملتی ہے تقوے کی بنیاد پر، خاندان کی بنیاد پر نہیں، نسل کی بنیاد پر نہیں، رنگ کی بنیاد پر نہیں، مولا علیؑ بیت المال کا پیسہ بانٹ رہے ہیں، لائن لگی ہوئی ہے، آگے آگے عرب چل رہا ہے جھومتا ہوا اس لئے کہ فاتح قوم کا ہے، رسولؐ بھی عرب تھے، قرآن بھی اسی کی زبان میں ہے، آگے چل رہا ہے اس کے پیچھے پیچھے سر جھکائے ہوئے ایک ایرانی چل رہا ہے عجم، مفتوح قوم کا فرد ہے، کمزور ہے علیؑ کے سامنے عرب آیا، یا علیؑ ایک دینار جو حصہ تھا، دینار اٹھایا، کھڑا ہو گیا سائڈ میں گیا نہیں، ایرانی آیا سر جھکائے ہوئے ایک دینار، عرب نے دیکھا کہا جتنا میرا شیر، اتنا ایرانی کا شیر؟ ایک دینار نہیں کھلا، اس کو ایک ہی ملتا، اس کو آدھا ملتا تو یہ خوشی خوشی چلے جاتے، دیکھا آپ یہ ہے بیماری دماغ کی، ابھی اگر تمہیں ضرورت زیادہ کی ہے تو وہ کہو نہیں ہم بڑے ثابت ہوں، یہ ہے معاملہ اس پہ خفا نہیں ہے کہ ہم کو ایک کیوں ملا، بگڑا اس پر کہ اس کو میرے برابر کیوں ملا؟ جیسے ایرانی کو ایک ملا عرب کے برابر، عرب گھوما، اپنا دینار علیؑ کے سامنے پٹکا، کیا اب یہ بھی ہوگا کہ عربوں کے برابر ایرانیوں کو حصہ ملے؟ جتنے زور سے اس نے دینار پٹکا اس سے زیادہ زور سے گھور کے علیؑ نے اس کو دیکھا، کہا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کے آئین کے اندر آنے کے بعد بھی عرب اور عجم کا فرق برقرار رہیگا؟ اگر اب بھی تیرے ذہن میں یہ خیال ہے تو نکل جا دینِ اسلام سے نکل جا، دینار لے یا اسلام چھوڑ دے؟ "صلوات" آپ کہتے ہیں چار برس یا پانچ برس، چار برس نو مہینے علیؑ کے اقتدار کا زمانہ، مگر کہتا ہوں چار مہینے تو کوئی چلا کے دکھائے پھر کہیے کردارِ علیؑ کو جو اتنے دنوں حکومت کی، اس طرح سے کہاں اقتدار چلتا ہے وہ تو کل سناؤں گا آج ایک جواب سنا دوں بس اور اس کے بعد بات تمام ہو

جائے گی آج، کہ لوگ کہتے ہیں علیؑ کا دورِ اقتدار ناکام ہوا، علیؑ نے کسی پر ظلم کیا؟ نہ، علیؑ نے کوئی عمل نہ خلافِ حق کیا؟ نہ علیؑ نے کسی کو بے جا ستایا؟ نہ، علیؑ نے کسی کو بے جا طریقے پر قتل کیا؟ نہ" ہر جگہ جواب آ رہا ہے، نہ، پھر ناکام کیوں ہوا؟ پھر ناکام کیوں ہوا؟ کہا ناکام اس لئے ہوا کہ ان کی پالیسی سخت تھی، کیا سخت تھی پالیسی؟ نماز ایک دفعہ کے بدلے دو دفعہ پڑھوائی؟ روزے تیس کے بدلے ساٹھ رکھواتے تھے؟ حج کیلئے سال میں ایک مرتبہ کے بدلے دو مرتبہ کراتے تھے؟ کہا نہیں نہیں صاحب یہ بات نہیں تھی، پھر؟ کہا مطلب یہ کہ وہ بہت ہی سختی رکھتے تھے، تو کن پر سختی رکھتے تھے؟ وہی تو نا جو مذہب میں ناجائز نرمی کا مطالبہ کرتے تھے، سمجھئے انہیں پر تو سختی رکھتے تھے جو مذہب میں ناجائز نرمی کا مطالبہ کرتے تھے؟ تو اس کا مطلب ہے کہ جو مذہب سے باغی تھے ان کی نظر میں علیؑ کا دورِ اقتدار ناکام ہے، تو بس ایک بات سمجھ لیجئے کہ علیؑ کا دورِ اقتدار کسوٹی ہے کہ کسے اسلام پسند ہے کسے ناپسند ہے، جسے اسلام پسند تھا اسے علیؑ پسند آئے، جسے اسلام ناپسند تھا اسے علیؑ ناپسند لگے، "صلوات" اب میاں ایک بات اور سن لیجئے، اور وہ یہ کہ جو لوگ کہتے ہیں یہ ہوا اور یہ ہوا اور وہ ہوا، تو جو لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ نے سختی کی تو علیؑ کا دورِ اقتدار ناکام رہا، اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ سرکار کا خدا کے متعلق کیا خیال ہے؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے، کتنے خاصانِ خدا آئے، اس کے باوجود بھی دنیا میں ظلم بھی ہے، برائی بھی ہے، خرابی بھی ہے بلکہ دنیا میں برائیوں کی فیصد نیکوں سے زیادہ ہے، تو کیا اب آپ یہ کہیں گے کہ خدا کی خدائی کو ناکام کہنے کا وہم ہو گیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے باوجود تو علیؑ کے دورِ اقتدار کو ناکام کہو علیؑ کی عصمت وطہارت کے باوجود؟ "صلوات" علیؑ نے زمامِ اقتدار سنبھالی اور سیرتِ پیغمبر کی جھلکیاں نظر آنے لگیں، "علیؑ کے

حکومت کی بنیاد نہ لشکر پر تھی نہ فوج پہ تھی، خالص اسلامی اصول کی بنا پر علیؑ کی حکومت تھی، خوفِ الٰہی پہ تھی، جہاں حکومت کی بنیاد پولس اور فوج پر ہوتی ہے وہاں اکیلے اور اندھیرے میں جرائم ہو جاتے ہیں، جہاں قانون کی نظر نہیں جاتی وہاں جرائم سرزد ہوتے ہیں، علیؑ نے اپنے انتظام کی بنیاد تقوے پر رکھی تھی، اور اپنے چار برس نو مہینے کے دورِ حکومت میں (جبکہ دنیا نے انھیں چین سے حکومت نہیں کرنے دی) ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ بغیر پولس کی، گرفتاری کے مجرم خود آتا تھا، میں دو جھلکیاں دکھا کے آج کا بیان تمام کرتا ہوں علیؑ مسجد میں بیٹھے ہیں ایک شخص آیا جس کا نام اسود تھا، آن کے علیؑ کے سامنے کھڑا ہوا کہا یا علیؑ مجھے پاک کر دیجئے کہا اسود کیا ہوا؟ کہا مولا مجھ سے چوری ہو گئی ہے، میں نے چوری کی ہے، کہا کیا بھوکے تھے؟ کہا بھوکا نہ تھا، کیا حالتِ اضطرار میں تم سے چوری ہو گئی اپنے قابو میں نہیں تھے؟ کہا جی نہیں بالکل قابو میں تھا، آواز دی اسلامی سزا کا انتظام کرو، چور کی سزا آپ کو معلوم ہے کیا ہے؟

انگلیاں کاٹی جاتی ہیں، اسود کی انگلیاں کاٹیں علیؑ نے، اسٹیٹ کے خرچے پہ بینڈیج ہوئی جو کچھ بھی اس زمانے میں بینڈیج کا دستور تھا اب کٹا ہوا ہاتھ لئے جا رہا ہے مسجد سے باہر، اب جہاں بھی دی گئی ہو، مسجد کے اندر کہاں دی گئی ہوگی، بہرحال جہاں بھی دی گئی ہو، وہاں سے جا رہا ہے، اور آپ جانتے ہیں کیا کہتا ہوا جا رہا ہے؟ روتا ہوا نہیں جا رہا ہے علیؑ کی شان پہ قصیدہ پڑھتا ہوا جا رہا ہے کون ہو سکتا ہے اس امام کے جیسا جو گناہوں سے پاک کرتا ہے جنت کی بشارت دیتا ہے" تھوڑے دن گذرے ایک عورت چلی آ رہی ہے سر جھکائے ہوئے، آن کے علیؑ کے سامنے کھڑی ہو گئی، کون ہے کیوں آئی ہے؟

یا علیؑ مجھے پاک کر دیجئے، سر سے پیر تک دیکھا، کہا جا سال بھر کے بعد آنا، سال
بھر کے بعد آئی وہی عورت، گود میں ایک چھوٹا سا بچہ لئے ہوئے، یا علیؑ مجھے
پاک کر دیجئے، اس کو دیکھا اس چھوٹے سے بچے کو دیکھا، کہا جا دو برس کے بعد
آنا، نہ گھر پتہ نوٹ کیا گیا نہ نام نوٹ کیا گیا، نہ پولس گئی پیچھے، کہا دو برس کے بعد
آنا، دو برس کے بعد پھر چلی آ رہی ہے، یا علیؑ مجھے پاک کر دیجئے، غور سے بچے
کو دیکھا، کہا یہ ابھی بہت چھوٹا ہے سال بھر کے بعد آنا، سال بھر کے بعد پھر چلی آ رہی
ہے، یا علیؑ مجھے پاک کر دیجئے، تاریخ کہتی ہے ابکی جو آئی تو علیؑ نے باآواز نعرۂ
تکبیر بلند کیا، فرمایا اللہ اکبر یہ ہوئیں چار گواہیاں، جملہ دیکھئے، چوتھی دفعہ آئی ہے اب
یہ، فرمایا اللہ اکبر یہ ہوئیں چار گواہیاں، اور اس کے بعد اس کی سزا کا انتظام کیا
گیا اس کی پرورش کا انتظام کیا گیا، ہم جب پڑھتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں یہ کتابوں کی
داستانیں ہیں، یہ پریکٹکل نہیں ہیں آپ کو یقین ہوگا، کہ کوئی آدمی اپنی جان
دینے کو آئیگا، کوئی آدمی اپنے ہاتھ کٹوانے کو آئیگا۔؟ آپ نہیں مان سکتے نہ مانئے
لیکن اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو وہ کہئے، ماننا نہ ہو تو وہ کہئے، سمجھ میں نہ آیا ہو تو میں
سمجھا دوں، ماننے نہ ماننے کا اختیار آپ کو ہے، کوئی آدمی ایک رات پولس لاک
اپ میں رہنا چاہتا ہے، کسی صاحب کے دل میں تمنا ہے کہ آج رات پولس
اس کو بند کر دے کل صبح چھوڑ دے، انھوں نے کہا صاحب کیسی بات کرتے ہیں
آپ! اچھا ایک آدمی تین برس کی سزا کی دعائیں مانگ رہا ہو؟ ایک آدمی پر
کیس چل رہا ہے، انھوں نے کہا اگر یہ دفعہ لگی تو پھانسی ہو جائیگی، اور اگر یہ
دفعہ لگی تو تین برس کی سزا ہوگی، قابل سے قابل وکیل کیا گیا، وکیل نے پوری
طاقت سے بحث کی، کہا بھئی ہم نے تو پوری کوشش کر دی ہے، اب یہ جج کے
اوپر ہے، تمہارا نصیب ہے، اگر جج کی سمجھ میں آ گئی بات، اور یہ دفعہ لگا دی تب

تو تین برس کی سزا کے بعد چھوٹ جائے گا، اور اگر نہیں سمجھ میں آئی تب تو بھئی
پھانسی ہوگی اب اس کی بیوی اس کے بچے اس کا خاندان سب دعائیں مانگ
رہے ہیں، یا اللہ تین برس کی سزا ہو جائے یا اللہ تین برس کی سزا ہو جائے
دوسرے دن عدالت بیٹھی جج آیا، ججمنٹ سنانے کا وقت آیا، جج نے ججمنٹ سنایا
کہ میں فلاں دفعہ کے تحت اس کو تین برس کی سزا دے رہا ہوں، مبارک
بادیں ہونے لگیں، مٹھائیاں بٹنے لگیں، تین برس کی سزا کاٹنے جا رہے ہیں
وہ صاحب مگر یہ مٹھائیاں بٹ رہی ہیں، عید ہو گئی گھر میں، مگر یہ بھی تو دیکھئے
کہ تین برس کی سزا کس چیز کے مقابلے میں؟ پھانسی کے مقابلے میں۔ ایک آدمی
رات بھر پولس لاک اپ میں نہیں رہنا چاہتا، لیکن ایک آدمی پھانسی کے مقابلے
میں، تین برس کی سزا چاہتا ہے، یہ دیکھئے کہ جو اپنا ہاتھ کٹوانے آیا۔ یا جو اپنی
جان دینے آئی وہ کس کے مقابلے میں؟ آتش جہنم کے مقابلے میں دنیا کی سزا
قبول کرنے کیلئے،، صلوات یہ ہیں علیؑ، تو جب تک مسند پہ وہ نہ ہو جو صاحب
تطہیر ہو تو ہر ایک اپنے کو پاک کروانے آئیگا نہیں بس عزیزان گرامی، علیؑ نے دنیا
کو حق و صداقت کی اس طرح تعلیم دی کہ جو منشائے پروردگار تھا، مگر بُرائی
کی طاقتیں اور ظلم کی قوتیں علیؑ سے اس طرح بھر گئیں کہ علیؑ سے انتقام نہ لے
سکے تو حسنؑ سے بدلہ لیا، اور حسنؑ سے بدلہ نہ لے سکے تو حسینؑ سے بدلہ لیا گیا، یہ
پرانی دشمنیاں تھیں جو کربلا میں نکالی گئیں، یہ پرانی عداوتیں تھیں جسکا بدلہ کربلا
میں حسینؑ سے چکایا گیا بقول میر انیس

؎ مدت سے تھے جو شام کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کئے حسینؑ پہ ترکش بھرے ہوئے......

یہ جو تیروں پہ تیر چلتے رہے، یہ پرانی دشمنی آل محمد سے تھی ظلم و جور کو۔ کفر و انصافی

کو پرانی عداوتیں تھیں جو نکالی گئیں ہیں، سوگواران حسینؑ، محرم گذر رہا ہے، میں کہوں گا بی بی فاطمہؑ مجلس میں آئیے اور آن کے دیکھئے کہ یہ آپ کے بچوں کے غلام حاضر ہیں یہاں کے اوپر رونے کیلئے جمع ہیں آپ کے لال، پر حسینؑ ! ہم کیا کر سکتے ہیں آپ کے ساتھ سوائے چند آنسوؤں کے؟ حسینؑ کو ہم سے دو چیزوں کی تمنا ہے بس میں آپکو امام حسینؑ کے دو شعر سنا کے مجلس تمام کئے دیتا ہوں، امام عالی مقام کے یہ شعر آپکے سنے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں ؎

شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَآءَ عَذْبٍ فَذْکُرُوْنِیْ

اَوْسَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْشَہِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ

لَیْتَکُمْ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَہ جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِیْ

کَیْفَ اَسْتَقِیْ لِطِفْلِیْ فَاَبَاوْاَنْ یَّرْحَمُوْنِیْ

اے مرے شیعو! جب کبھی پانی پینا مری پیاس یاد کر لینا، ہائے حسینؑ کی پیاس، ہائے مرے مولا کی تین دن کی پیاس سید سجاد کے سامنے جب پانی آیا کہا خدا کی قسم میرا بابا پیاسا شہید ہو گیا کہا میرے شیعو! جب پانی پینا مری پیاس یاد کر لینا، ہائے کس کس کی پیاس یاد کریں ہم اصحاب حسینؑ کی پیاس یاد کریں، یا بنی ہاشم کی پیاس یاد کریں؟ یا تیرہ برس کے کمسن قاسمؑ کی پیاس یاد کریں یا اس چونتیس برس کے جوان کی پیاس یاد کریں جو دریا میں اتر کے اور پیاسا نکل آیا، عزیزو آپ کو معلوم ہے، کبھی کبھی رمضان میں جب رمضان گرمی میں ہو تو سارا دن تو آدمی گذار لیتا ہے، افطار میں اگر دو چار منٹ باقی ہیں اور سامنے پانی کا یا شربت کا گلاس بھرا ہوا رکھا ہوتا ہے تو وہ دو چار منٹ جو ہیں وہ پورے دن سے بھاری لگتے ہیں، اس لئے کہ سامنے پانی یا شربت کا گلاس جب آ جاتا ہے تو پیاس بھڑک اٹھتی ہے، اور اب طبیعت کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے،

اب سوچئے کہ تین دن کی پیاس اک طرف اور عباسؑ جب دریا میں اترے ہوں گے یہ لہریں لیتا ہوا پانی چونتیس برس کے علیؑ کے شیر کی جوانی" جھک کے چلو میں اٹھایا، شاید سکینہؑ دکھائی دی، اس تاجدارِ وفا پہ لاکھوں سلام، جو دریا سے پیاسا نکل آیا۔ علی اکبرؑ کی پیاس یاد کروں؟ جو کہہ رہے تھے بابا پیاس مارے ڈالتی ہے، شائد سب پیاسے مل کے کہیں کہ ہم سب کی پیاس ہمارے آقا حسینؑ پر قربان جو اپنے بیٹے کا شانہ ہلا کے کہہ رہے تھے بیٹے میرے شیعوں کو سلام کہدینا، اور کہنا کہ جب پانی پینا تو میری پیاس یاد کر لینا، جب کسی پردیسی یا شہید کو سُننا تو مجھ پر رو لینا، بس اس کے بعد کا شعر سُنئے اور مجلس تمام ہو، آپ کا امام کہتا ہے، اے میرے شیعو! کاش تم سب عاشور کے دن ہوتے، ہائے یہ مجمع یہ مجمع کاش یہ سب عاشور کے دن ہوتے، حسینؑ کہتے ہیں ارے کاش کے تم عاشور کے دن ہوتے اور دیکھتے کہ کیسے میں علی اصغرؑ کیلئے پانی مانگ رہا تھا مگر کسی نے پانی نہ دیا حرملہ کی کمان کڑکی، حسینؑ نے کلیجہ تھاما ارے رباب کی کمائی لٹ گئی،"

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

ساتویں مجلس

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا، میں نے کل آپکی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مسلمانوں نے رسول صلی اللہ کے پچیس برس بعد علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی، اور علیؑ ولی تو تھے ہی، علیؑ امام تو تھے ہی، دنیا نے جو اصول بنایا تھا اس حساب سے بھی علیؑ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی، اور اب اقتدار مولا علیؑ کے ہاتھ میں تھا، اور وہ نظام جو اسلام کا نظام تھا، جو قرآن کا نظام تھا، اور وہ نظام جو سرورِ کائنات کا نظام تھا، اُس کو علیؑ اُس دنیا پر سختی سے نافذ کر رہے تھے، جو زبان سے مسلمان تھے مگر دل ان کا کچھ اور چاہتا تھا

عزیزانِ گرامی میرے پاس وقت ظاہر ہے بہت کم ہے، اور مجھ کو باتیں بہت سی کہنا ہے، تو میں اس مختصر وقت میں جلدی ہو سکے گا بات پہونچانے کی کوشش کروں گا، مولا علیؑ کا نظامِ حکومت ایسا تھا جو آج تک دنیا کے واسطے مشعلِ راہ ہے، یہ اور بات ہے کہ مسلمان اس کو دنیا کے سامنے پیش نہ کریں، یا انسانوں تک وہ قاعدے سے نہ پہونچے، لیکن انسانی زندگی کی سب سے بڑی بنیادی ضرورتیں تین ہیں، ایک اس کو پیٹ بھر کے روٹی ملے، دوسرے اس کو ضرورت بھر کپڑا ملے، تیسرے اس کو سر چھپانے کیلئے جگہ ملے، یہ انسان کی بنیادی تین ضرورتیں ہیں، جن کے بغیر ہر انسان کی زندگی نامکمل

ہے اور اقتدار سنبھالنے والے کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ اُسی وقت اقتدار پر قبضہ کرے، جب اس بات کو یقین بنالے کہ وہ اپنی رعیت اور عوام کو روٹی کپڑا اور مکان مہیا کر سکتا ہے، آج کی دنیا میں جبکہ وسائل کی اتنی آسانی ہے، اور دنیا سمٹ کے ایک شہر کی طرح ہوگئی ہے کہ چند گھنٹے کے اندر دنیا کے اس کونے سے اس کونے تک امداد پہونچائی جا سکتی ہے، دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چوبیس ۲۴ گھنٹے کے اندر امداد پہونچائی جا سکتی ہے، اس کے بعد بھی غریب دیسوں میں بھوک سے لوگ مرجاتے ہیں، اس کے باوجود بھی سردی ٹھٹھر کے سیلاب کے تھپیڑوں میں لُو کے جھونکوں میں، انسانی زندگی کے چراغ گل ہو جاتے ہیں، فٹ پاتھ پر زندگی بسر کرنیوالوں کو دیکھنے کیلئے بمبئی سے باہر جانے کی ضرورت نہیں، جن کے پاس کوئی گھر نہیں ہے اور جو گھر سے محروم پوری زندگی گذار دیتے ہیں تصور کیجئے اس رہبر کا جو آج سے چودہ سو ۱۴۰۰ برس پہلے اس دنیا میں تھا، اس زمانے میں وسائل کی کتنی دشواری تھی، اس زمانے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان پہونچانا کتنا مشکل تھا اس زمانے میں وسائل کتنے الگ تھے آج کی دنیا سے، لیکن علیؑ نے کوفے کے منبر پہ بیٹھ کے، مجمع عام میں کہ پوری مسجدِ کوفہ چھلک رہی تھی اور خالی دوست ہی نہیں بلکہ دشمن بھی موجود تھے اس کے اندر، اعلان کیا ہے کہ میرے دورِ حکومت میں آج ایک آدمی ایسا نہیں ہے کہ جو روٹی نہ کھا رہا ہو جو سائے میں نہ بیٹھا ہو، جس کے جسم پر لباس نہ ہو، معلوم ہوا کہ علیؑ نے اپنے چار سالہ دورِ حکومت میں، روٹی کپڑے اور مکان کے مسئلے کو حل کر دیا۔ لیکن یہ کیسے حل ہوا تھا آپکو معلوم ہے؟ یہ ایسے حل ہوا تھا کہ سربراہِ مملکت دو دو وقت کبھی کبھی فاقے کر کے جو کی روٹی کے دو ٹکڑے کھا لیتا تھا، بادشاہِ وقت خود معمولی لباس پہنتا تھا، اور دوسروں کو اچھا لباس پہناتا تھا، امیر المومنینؑ

ایسے گھر میں رہتے تھے کہ جسکو دیکھ کوئی یقین نہ کرے کہ یہ امیرالمومنینؑ کا گھر ہے
تاریخ بتاتی ہے کہ کوئی آدمی زیارت علیؑ کے شوق میں کہیں باہر سے آرہا تھا، اس زمانے میں ٹرینیں نہیں تھیں، کارواں چلتے تھے، کوفے پہونچتے پہونچتے اس کو رات ہوگئی، اس نے کسی باشندے سے پوچھا کہ میں امیرالمومنینؑ کے گھر جانا چاہتا ہوں، مجھ کو امیرالمومنینؑ کا گھر بتادو، اس نے کہا میرے ساتھ چلو میں بتاتا ہوں، وہ لئے ہوئے آیا، ایک چھوٹا سا گھر اک گلی میں اک معمولی سا دروازہ، انھوں نے کہا یہ امیرالمومنینؑ کا گھر ہے، اس نے سر سے پیر تک لانے والے کو حیرت سے دیکھا، کہا بڑے افسوس کی بات ہے، میں پردیسی، میں دور سے آرہا ہوں میں تم سے امیرالمومنینؑ کا گھر پوچھ رہا ہوں تم نے مجھے یہاں لا کے کھڑا کر دیا، کیا تمہارے شہر میں پردیسی کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے، کیا تمہارے شہر میں رات کو پردیسیوں کو یونہی ستایا جاتا ہے وہ شخص کانپنے لگا، کہا اے نئے آنے والے علیؑ کے دور میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ کسی نئے آنے والے کو ستائیں میں یہاں کھڑا ہوں تو آواز دے کے دیکھ، اگر یہ امیرالمومنینؑ علیؑ کا گھر نہ نکلے تو جو چاہنا مجھے سزا دے لینا، اس نے آواز دی، اندر سے جواب آیا آجاؤ، آواز کے رعب نے اس کو بتایا کہ سردار کی آواز ہے، کانپتا ہوا اندر داخل ہوا، سردی کا زمانہ تھا، علیؑ ایک چادر دوش پر ڈالے عبادت کر رہے تھے، چہرے کا جلال دیکھ کے پہچان گیا کہ منزل پر پہونچ گیا، فوراً پہلا سوال کیا، یا علیؑ اس سردی میں آپ ایک چادر میں؟ کہا یہی چادر میں مدینے سے لیکے آیا تھا میں نے تمہارے بیت المال سے کچھ نہیں لیا ہے، یہ علیؑ تھے، یہ علیؑ کا مکان تھا، علیؑ کی غذا سنیں گے آپ؟ آئیے، ابوالاعید کے دن علیؑ کے سامنے بیٹھا ہے، علیؑ کے سامنے بس تھیلا پیش کیا گیا چمڑے کا جس پر مہر لگی ہے آنے والے کے خیال میں ہے

کہ اسمیں جواہرات نکلیں گے، اس میں سونے کے سکے نکلیں گے، علیؑ خوشی خوشی مہر توڑتے ہیں، تھیلے کو الٹ دیتے ہیں، سوکھی جو کی روٹی کے ٹکڑے نکلتے ہیں عید کا دن ہے، توڑ کے نوش کرتے ہیں، آؤ بھائی تم بھی کھاؤ، آج روزہ نہیں ہے آج عید ہے وہ حیرت سے دیکھ رہا ہے یا علیؑ یہ مہر لگا تھیلا یہ روٹی کے ٹکڑے، میں تو سمجھا تھا کہ اس میں جواہرات ہوں گے، کہا نہیں یہ میری زمین سے جو آتا ہے، میں نے تمہاری حکومت سے ایک جو بھی نہیں لیا ہے، یہ علیؑ کی غذا ہے، لباس سنیں گے آپ؟ علیؑ ساتھ جا رہے ہیں اور قنبر جا رہا ہے علیؑ کا غلام، بازار سے دو کرتے خریدے، پہلے ایک دوکان پر گئے، وہاں کرتے دیکھ کے چلے آئے نہیں خریدے، آگے بڑھ کے دوسری دوکان پر گئے وہاں سے خریدے پہلی دوکان پر کیوں نہیں خریدے سنیں گے آپ؟ پہلا والا دوکاندار پہچان گیا یہ علیؑ ہیں، نہیں خریدے، کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے رعب سے نفع نہ لے، دوسری دوکان پر گئے وہ نہیں پہچانتا تھا، وہاں سے دو کرتے خریدے ایک اچھا تھا ذرا، ایک معمولی تھا، دیکھنے والے یہ سمجھے کہ ایک اپنے لئے لیا ہے ایک غلام کیلئے، اچھا کرتا خود زیب تن کریں گے، معمولی کرتا غلام کو پہنائیں گے، جب تقسیم کی منزل آئی عمدہ کرتا غلام کو دیدیا معمولی کرتا خود پہن لیا، کہنے والے نے کہا یا علیؑ یہ کیا کیا؟
مسکرا کے کہنے لگے وہ جوان ہے اس کے پہننے کے دن ہیں میں بوڑھا ہوا، جوان بوڑھے کی بات تو جانے دیجئے جسکو خدا نے آیۂ تطہیر کی قبا پہنائی ہو وہ عمدہ کرتے پہن کے کیا کرے گا، صلوات،
تاریخ بتاتی ہے کہ علیؑ نے اپنے دور اقتدار میں جو انتظامات کئے ہیں، علیؑ کا زمانہ ترقی علم کا زمانہ تھا علیؑ وہ شہنشاہ ہیں جنہوں نے اپنی پوری قلمرو میں یہ حکم

بھیج دیا تھا کہ خبردار کوئی بچہ بغیر تعلیم کے نہ رہنے پائے، یعنی علیؑ وہ پہلے شخص ہیں
جنہوں نے تعلیمی معیار قائم کیا ہے اپنے زمانے میں، ان لوگوں کے پاس گئے جو مال گذار
وصول کرتے تھے آرڈر بھیجا کہ زمینوں سے جب وصولا کرو تم سب خود ہی نہ رکھ لیا
کرو، اس میں زمین کا بھی حصہ نکالا کرو، آپ کبھی غور کریں اس مسئلے پر کہ زمین کا
بھی حصہ نکالا کرو، یعنی ایسا نہ ہو کہ تم زمین سے وصول ہی کرتے جاؤ اور آخر میں
زمین کو بنجر بنا کے چھوڑو، زمین کا بھی حصہ نکالو تاکہ زمین ڈیولپ ہوتی رہے، میں
آپ سے کیا بتاؤں، اور کیونکر سنا دوں چند منٹ کے اندر سمیٹ کر علیؑ وہ پہلے شہنشاہ
ہیں جنہوں نے پورے ملک میں آبپاشی کا نظام قائم کیا تھا، آپ سمجھتے ہیں کہ
مولا علیؑ صرف میدان جنگ کے اک شہسوار تھے؟ آب رسانی کا جو نظام ہے،
ریگستان کی پیاس بجھا کے اس کو سیراب کرنے کا، آپ کبھی اس کو پڑھیں اور
دیکھیں، یہ چیزیں مطالعے کی ہیں اسٹڈی کی ہیں، آپ پڑھا کیجئے، اور دوسری
طرف دنیا ہم پر کیا تعصب کا الزام لگائے گی آج کے ہندوستان کو
سمجھائیے، علیؑ کا پیغام کہ اسلام تعصب کا مذہب نہیں ہے، اسلام انسانیت کا مذہب
ہے، غلط فہمیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں آپس میں، قدم آگے بڑھا کے اس اسلام
کو پیش کیجئے جس کی طرف دنیا کا دل کھنچے، اسلام کو پیش کیجئے کہ جس سے دنیا کو
فروغ ہو، مولا علیؑ جب مالک اشتر کو گورنر بناتے ہیں مصر کا، وہ مشہور زمانہ خط جس کا
مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، کبھی آپ پڑھیں اسے، تو اس کے اندر دو
جملے لکھے ہیں شروع میں کہ میں تمہیں اک ایسے صوبے میں حاکم بنا کے بھیج رہا ہوں،
جہاں تمہیں دو طرح کے لوگ ملیں گے، یا وہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے، یا شکل
وصورت میں تمہارے جیسے ہوں گے، مصر میں مسلمان بھی تھے، غیر مسلم افراد بھی تھے،
اگر مسلمان ہیں تو اپنا دینی بھائی سمجھ کے اس کے مدد کرو، اگر غیر مسلم ہیں تو اپنا

جیسا انسان سمجھ کے اس کی مدد کرو، "صلوات" یہ بات سوچئے اور اس کے بعد
پورا دستور حکومت لکھ دیا کہ صبح قیامت تک کیلئے جس کو حکومت کرنا ہو، وہ علیؑ
کے اس دستور کو دیکھے، علیؑ کے زمانے میں نظام عدل قائم ہوا علیؑ کے زمانے میں
تاریخ بتاتی ہے کہ بیوہ عورتیں یتیم بچے غریب لوگ بے کھٹکے بے روک ٹوک مولا
علیؑ کی خدمت میں آن کے اپنی دادرسی چاہتے تھے، علیؑ راستے سے گذر رہے
ہیں، اک کنیز کھڑی رو رہی ہے، علیؑ رک گئے، کنیز خدا کیوں رو رہی ہے؟
کیا بات ہے؟ وہ کہتی ہے میرے مالک نے مجھ سے کھجوریں منگائی تھیں، میں
لیکے گئی تھی اس دکان سے اس کو پسند نہیں آئیں، اس نے کہا جاکے واپس
کرو، دوکاندار واپس نہیں لے رہا ہے، میں اپنی مصیبت پر رو رہی ہوں کہ یہ واپس
کرنے پہ تیار نہیں، یہاں سے واپس جاؤں گی تو وہ مجھے سزا دیگا، اس لئے کہ میرا
مالک بدمزاج آدمی ہے، اس پریشانی میں ہوں میں، کہا میرے ساتھ آ۔ ساتھ
میں لیکے اس کھجور والے کی دوکان پہ گئے، کہا بھائی یہ کنیز، بڑی کمزور ہے اس کا
مالک بدمزاج آدمی ہے اگر تیرا مال خراب نہیں ہوا ہو اور کم نہیں ہوا ہو، تو
واپس کر لے اس پر رحم کھا! اکھڑ عرب، بدمزاج، کہا جاؤ جاؤ تم کون ہوتے
ہو ہمارے تجارتی معاملے میں دخل دینے والے؟ پڑوس کی دوکان سے دوکان دار
کود کے آیا، اس کا گریبان پکڑ کے کہہ رہا ہے کس سے بات کر رہا ہے؟ امیر المومنین
ہیں، کانپنے لگا، "اس لئے کہ امیر المومنین ہونا اک الگ بات ہے فاتح خیبر بھی
ہیں، ہاں خالی امیر المومنین نہیں ہیں، ہاتھ پکڑ لیں تو دم ہی نکل جائے، جھکا
پیروں پہ حالت اس کی تباہ ہوئی، مولا مجھے معاف کر دیجئے میں پہچانتا نہیں،
کہا بس معاف کرنے کی ایک ہی صورت ہے، صحیح ناپ تول کیا کرو گاہکوں سے
اچھا سلوک رکھو، سمجھ لو میں نے معاف کر دیا، کھجور واپس ہو گئی، مولا علیؑ تشریف

لیگئے، یہ علیؑ کا زمانۂ حکومت تھا، لیکن عزیزانِ گرامی اس کے ساتھ ساتھ علیؑ اتنا وقت نکال لیتے تھے کہ لوگوں کو درسِ شریعت بھی دیتے تھے، حدیثِ نبویؐ بھی بیان کرتے تھے، تفسیرِ قرآن بھی بیان کرتے تھے، اسلام و ایمان کے مسائل کے بھی دنیا کو سمجھاتے تھے، اور آجتک ہمارے پاس اگر کوئی شے ہے اس دور کی تو ایک علیؑ کی نہج البلاغہ ہے اور کچھ نہیں، غور فرمایا آپ نے، وہ ایمان افروز خطبات بھی ہیں جو لوگوں کے ایمان کو تازگی دیدیں، اور انسان کے ایمان کو جلا بخشیں، مولا علیؑ کا دورِ حکومت، علیؑ نے زمامِ حکومت سنبھالی، اور کچھ لوگوں کو علیؑ سے اختلاف ہوا، اور اک ایسا الزام علیؑ پر لگایا گیا کہ جس کا کوئی تعلق علیؑ سے نہ تھا، سیاسی فائدہ اٹھانے کیلئے گذشتہ خلیفہ کا الزام علیؑ کے سر رکھ کے، علیؑ کے خلاف لشکر تیار کیا گیا، تاریخ اس موقع کو اتنا خاموشی سے دیکھ لیتی ہے اور اس طریقے سے گذر جاتی ہے کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے، اگر ہم کسی بزرگ پر اصولی تنقید بھی کرتے ہیں، تو ہم پر مناظرہ بازی اور دل آزاری کا الزام لگایا جاتا ہے، لیکن ان مسلمانوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا جو ایک خلیفہ کے سامنے اک صحابی کے سامنے، اک رسولؐ کے عزیز کے سامنے تلوار لیکے میدان میں آگئے، وہ کیسا دور تھا اور وہ کیسے افراد تھے کہ جو تلوار لیکے میدان میں علیؑ کے سامنے آگئے، اور تاریخ نے اُن علیؑ کو ایک بار پھر للکارا جو رسولؐ کی رحلت کے بعد تلوار کو نیام میں رکھ چکے تھے، اور میرے دوستو! یہ بھی آپ اپنے ذہن میں رکھیں کہ انسان پچیس ۲۵ برس کے سن میں کچھ اور ہوتا ہے، چھبیس ۲۶ ستائیس ۲۷ میں کچھ اور ہوتا ہے، تیس ۳۰ برس میں اور ہوتا ہے، ساٹھ برس کے سن میں اور ہو جاتا ہے، اور پھر جبکہ اس کی کوئی غذا بھی نہ ہو، جبکہ اس کو فاقوں پہ فاقے بھی کرنا پڑیں، جبکہ وہ سال سال بھر روزے سے بھی گذار دے، وہ علیؑ جو پچیس ۲۵ برس کے سن میں میدانِ بدر

میں کھڑے تھے، اور چھبیس ۲۶ برس کے سن میں اُحد میں تلوار چلا رہے تھے، ان کو لگ بھگ انسٹھ ۵۹ برس کے سن میں دنیا نے پھر میدان میں للکارا، اور اب جو علیؑ آئے تو اسی شان سے آئے جس شان سے بدر و اُحد میں آئے تھے، تاریخ کہتی ہے کہ علیؑ کو جب لوگوں نے للکارا ہے میدان میں تو مولا علیؑ اپنا لشکر لئے ہوئے بصرے کے قریب آئے، اور ایک منزل پر پہلے آ کے ٹھہر گئے، اور صبح کو پیغام بھجا کہ امن و صلح رکھو، میرا مقابلہ نہ کرو، مجھ سے نہ لڑو، لوگوں نے اس پیغام کو کمزوری پہ محمول کیا، اور یہ سمجھے کہ علیؑ ڈر گئے ہیں، اور علیؑ کے اس پیغامِ امن کو کمزوری پہ محمول کر کے ایک گیت کی شکل دیگئی، اور وہ گیت یہ تھا کہ کیا خبر کیا خبر علیؑ سفر میں ہے، اس فرس کی طرح کہ اگر آگے بڑھیں تو اس کی ٹانگیں کٹ جائیں، اگر پیچھے ہٹے تو مار ڈالا جائے، اور یہ ایک گھر میں گایا گیا، اب یہ تاریخ سے پوچھئے کہ وہ گھر کون سا تھا؟ تو تاریخ بتاتی ہے کہ یہ گیت ہو رہا تھا ایک گھر میں، اور اُدھر جناب اُمِّ کلثوم کو خبر ہوئی اور وہ داخل ہوگئیں وہاں، اور انھوں نے جا کے ڈانٹا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اور فرمانے لگیں یہ پہلا موقع نہیں ہے جو تم گیت گا رہی ہو، جنگ اُحد یاد دلادی، جب کوئی گیت گاتی ہوئی آئیں تھیں کسی کی دادی، اب کسی کی کیا، یزید کی دادی" صلوات کہا یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ تم گیت گا رہی ہو اس کے پہلے بھی گائے گئے ہیں، مگر اس لڑائی کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا، اور اس کے بعد خدا کی قسم مولا علیؑ نے کوئی امکانی صورت چھوڑی نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان تلوار نہ چلے، ان کو ہر طرح سمجھایا بجھایا، رسولؐ کی حدیثیں یاد دلائیں، قرآن کی آیتیں یاد دلائیں، مگر وہ لوگ اپنے مطالبے سے باز نہ آئے، تو تاریخ بتاتی ہے کہ شیرِ خدا نے اپنے لشکر کے جوانوں پہ نظر ڈالی، کہا تم میں کوئی ہے ایسا جو میری طرف سے جا کے اس لشکر پہ اتمامِ حجت کرے، اور قرآن لیکے جائے

ان کے سامنے، اور قرآن کیطرف دعوت دیکے کہیں کہ جنگ نہ کریں؟ مگر ایک بات سمجھ لو، جو جائے گا اس کی جان کیلئے خطرہ ہے، یہ واضح کر دیا آپ نے کہ جو جائے گا اس کی جان کو خطرہ ہے، اللہ رحمت نازل کرے ایک نوجوان پر کہ جسکا دل جذبۂ شہادت سے معمور تھا، اس نے کہا یا علیؑ میں حاضر ہوں، کہا یہ سمجھ لے کہ زندہ آنا تمہارا ممکن نہیں ہے، کہا مولاؑ شہادت تو ہوگی؟ کہا بیشک: کہا میں حاضر ہوں، قرآن دیا، کہا جا کے اس قرآن کی طرف بلاؤ، وہ نوجوان ہاتھوں پہ قرآن لئے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کے قریب ہوا۔ اس لشکر کے جو علیؑ سے لڑنے آیا تھا اور جا کے آواز دی امیر المومنین علیؑ تمہیں اس قرآن کی طرف دعوت دے رہے ہیں، تاریخ بتاتی ہے کہ تیروں کی بوچھار پڑی اس پر اور آگے بڑھ کے کسی نے اسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے قرآن پاک کا نسخہ زمین پہ گرا، تیروں کی بوچھار سے اس کی میت وہاں پہ گری، مولا علیؑ کے صحابی دوڑے، قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے نسخے کو اور نوجوان کی میت کو علیؑ کے سامنے لائے، کہا یا علیؑ یہ انجام ہوا، آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا، خدا سے مناجات کی، فرمایا حجت تمام ہوگئی، اب تلوار چلانے کی اجازت ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ ادھر علیؑ نے تلوار چلانے کی اجازت دی، اور اُدھر ناصران حق کی اٹھی ہوئی تلواریں، عبداللہ ابن جعفر، امام حسنؑ محمد حنفیہ، حسینؑ ابن علیؑ، اور جانثاروں میں عمار یاسر، جانثاروں میں مالک اشتر، جانثاروں میں محمد ابن ابی بکر، تلواروں سے تلواریں ٹکرانے لگیں اور قیامت کا رن پڑا مقتل میں، میرے پاس وقت ہوتا تو میں جنگ کی پوری تصویر کھینچ کے دکھا دیتا، لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا، اور جنگ کے بادل جو ٹوٹ کے آئے ہوئے تھے علیؑ کے اوپر وہ چھٹنا شروع ہوئے، اور یہی وہ لڑائی تھی جس میں علیؑ نے اپنے بہادر بیٹے محمد کو بڑھایا تھا آگے، اور کہا

تھا، تَقَدَّمْ یَا بُنَیَّ، میرے لال آگے بڑھ، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو نہ ہٹنا، اپنے پیروں کو زمین کے اندر نصب کر دینا، اپنے سر کو راہ خدا میں عاریتاً دیدینا، میرے لال خیال رہے کہ فتح و نصرت اللہ بلند و بالا کیطرف سے ہے، محمد چند قدم آگے بڑھے تیروں کی بارش تیز ہوئی محمد کے قدم رکے، علیؑ پھر اس طرف سے گذر کے پشت پر ہاتھ رکھ کے کہا، تَقَدَّمْ، آگے بڑھو، محمد پھر آگے بڑھے، تیر اور تیز ہوئے پھر قدم رکے، یہ منظر حسنؑ مجتبیٰ دیکھ رہے تھے، ایک دفعہ تلوار نکالی آگے بڑھنا شروع کیا تیروں کی بارش تیز ہوئی، حسنؑ کی رفتار تیز ہوئی، تیروں کی رفتار اور تیز ہوئی، حسنؑ کی رفتار اور تیز ہوئی، اور حسنؑ قلب لشکر میں اتر کے لڑنے لگے، تھوڑی ہی دیر میں لڑائی کی منزل کو تمام کر دیا، سر جھکائے ہوئے اپنے باپ کے پہلو میں آکے کھڑے ہو گئے، لڑائی ختم ہوگئی محمد حنفیہ کے ماتھے پہ پسینہ جاری ہے، نظریں جھکی ہوئی، شرمندگی، علیؑ نے محمد کو دیکھا میرے لال محمد کیا شرما رہا ہے؟ کیا یہ سوچ رہا ہے کہ جو تجھ سے نہ ہو سکا وہ حسنؑ نے کر دکھایا میرے بیٹے محمد شرما نہیں، مقابلہ دو برابر کی طاقتوں میں ہوتا ہے، تیرا حسنؑ کا کوئی مقابلہ نہیں، تو میرا بیٹا ہے وہ رسول اللہؐ کا بیٹا ہے" صلوات" ایک لڑائی میں حسنؑ کے بازو ملی کی طاقت بھی معلوم ہوئی، رسولؐ کے بازوؤں کی طاقت بھی معلوم ہوئی، مولا علیؑ نے اپنے مخالف کے ساتھ اور اپنے دشمن کے ساتھ جو شریفانہ سلوک کیا ہے وہ تاریخ کے اندر ہمیشہ یادگار رہیگا

چونکہ اس لڑائی میں سربراہی جس معظمہ کی تھی ان کی عظمت کو بہرحال مدنظر رکھنا تھا، لہٰذا مولا علیؑ نے کوئی ایک موقع ایسا چھوڑا نہیں، جو ان کے عزت و احترام کو مدِ نظر نہ رکھا ہو، اور تاریخ سے پوچھئے میں کیا بتاؤں کہ علیؑ نے اپنے مخالفین کے ساتھ کس طرح کا فیاضانہ سلوک کیا، اور کس طرح سے ان

کے عزّت و احترام و وقار کا احترام کیا، علیؑ کی اس دشمن نوازی کے بعد بھی لوگوں کو علیؑ کی قدر نہ ہوئی، اور شام کے حاکم نے علیؑ کا اقتدارِ اعلیٰ نہ تسلیم کرتے ہوئے علیؑ کے سامنے میدان میں آ کے مقابلہ کیا،

عزیزانِ گرامی! میں ان مجلسوں میں جو جو بول رہا ہوں بہت ناپ تول کے بول رہا ہوں، اور بہت دشوار منزل سے گذر رہا ہوں، لیکن ایک مسئلہ ہماری سمجھ میں آ گیا، اور وہ آپ بھی سمجھ لیں کہ بعدِ رسولؐ ہم کس پر بھروسہ کریں؟ انھوں نے کہا کہ صحابہ کرام سے پوچھئے، تو اگر صحابہ ہی میں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو ہم کیا کریں، ازواجِ رسول سے پوچھئے، تو اگر زوجہ و خلیفہ میں ٹکراؤ ہو جائے تو ہم کیا کریں، لیکن جب جنگ کے بادل پھٹے، اور حالات نارمل ہوئے، اور محققین و مورخین، لکھنے والے، علماء سب کے دل دماغ ٹھکانے آئے تو انھوں نے کہا کہ ہم اس لڑائی میں کسی کی مذمت تو نہیں کر سکتے لیکن یہ جانتے ہیں کہ حق علیؑ کے ساتھ تھا، اب رہ گیا یہ کہ جمل میں جنہوں نے مقابلہ کیا، یا صفین میں جنہوں نے مقابلہ کیا ان سے غلطی تو ہوئی مگر خطائے اجتہادی ہوئی،

لہٰذا وہ قابلِ مذمت تو نہیں ہیں مگر خطا انہیں سے ہوئی اور حق پہ علیؑ تھے، اب تو حق سمجھ لو کہ صحابیت ہو یا زوجیت رسولؐ ہو امکانِ خطا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صحابی معصوم ہے، نہ زوجہ معصومہ ہے، معصوم ہے تو امام ہے جس سے خطا ہو ہی نہیں سکتی، ،صلوات، "توجّہ"، وقت تمام ہے ہو سکتا ہے کہ آج کے مضمون کا کچھ ٹکڑا کل پڑھوں وقت کی تنگی کے سبب، علیؑ نے اک احسان عالمِ اسلام پر اور کیا، وہ بھی سُن لیجئے، اور اس کی بھی مسلمانوں کو قدر کرنا چاہیئے، پہلی تین خلافتوں میں مدینہ کیپٹل رہا، علیؑ نے کیپٹل شفٹ کیا کوفہ مدینہ کی عزّت آبرو بچانے کا یہ بہترین طریقہ تھا، اس لئے کہ مدینہ ہے حرمِ رسولؐ، یہاں کشت و خون جائز نہیں

ہے، اور جو کسی ملک کا کیپٹل ہوتا ہے وہاں لڑائی ضرور ہوتی ہے وہ لڑائی سے بچ نہیں سکتا، علیؑ نے مدینے کو کیپٹل سے شفٹ کر کے، ہمیشہ کیلئے مدینہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر احسان کیا کہ وہ امن کی زندگی گذاریں اور وہاں فساد نہ ہو، سنا آپ نے؟ علیؑ کوفے چلے گئے بصرے کی لڑائی فتح کر کے پھر مدینے واپس نہیں آئے بلکہ کوفے میں قیام کیا، اور اس کے بعد صفّین کے میدان میں للکارے گئے علیؑ، تو تاریخ بتاتی ہے کہ مولا علیؑ، اکسٹھ باسٹھ سال کی عمر میں پھر تلوار لئے ہوئے میدان میں اترے، دشمن کا لشکر کچھ پہلے پہونچا، اور یہی فرات کا کنارہ تھا۔ یہی دریائے فرات تھا جو شام سے بہتا ہوا عراق میں آتا ہے، اس کے گھاٹ کو دشمن نے روک دیا، علیؑ کا لشکر پیاسا ہوا کہا دشمن پانی نہیں لینے دے رہا ہے روایت بتاتی ہے کہ علیؑ نے اجازت دی کہ گھاٹ چھین لو، شہزادے بڑھ گئے پہلے، امام حسنؑ اور بعض روایتوں میں امام حسینؑ کا نام لکھا ہے، مالک اشتر کو جب یہ معلوم ہوا کہ امام حسنؑ چلے گئے ہیں، تو روایت میں ہے کہ گھوڑے پر زین بھی نہیں کسی، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کے دوڑے ہیں مالکِ اشتر جب پہونچے، گھاٹ پر قبضہ ہو چکا تھا، کہا میرے ہوتے آپ کیوں آئے؟ شہزادوں کو وہاں سے ہٹا دیا، خود کمان سنبھال لی، خبردار پانی نہ لینے دینا کسی کو، یہ خبر ادھر کیمپ میں پہونچی کہ علیؑ کے فوج نے ہم سے لڑ کے گھاٹ چھین لیا ہے، اور مالک اشتر نے آرڈر کر دیا ہے کہ پانی نہ لینے دینا کسی کو، اُن کا سردار سن کے ہنسا، کہا تم پرواہ نہ کرو میرے پاس اس کی ترکیب ہے، اپنے کچھ جوانوں کو بلایا، کہا ساغر ہاتھ میں لیجا کے علیؑ کے خیمے کے گرد العطش پکارو، جب علیؑ نکل کے آئیں گے تو کہنا کہ آپکی فوج پانی نہیں لینے دیتی، یہی کیا العطش کی آوازیں بلند ہوئیں علیؑ خیمے سے نکلے، کہا کیا بات ہے تم نے گھاٹ چھین لیا؟ کہا ہم آپ کے فوجی

نہیں ہیں آپ کے دشمن کے فوجی ہیں، آپ کا لشکر ہمیں پانی نہیں پینے دے
رہا ہے، ساقیِ کوثر کے قربان آرڈر بھیجا کہ دریا پہ کسی کا قبضہ نہیں رہیگا دریا سے
دونوں پانی پئیں، بس آج اس سے زیادہ دامن وقت میں گنجائش نہیں
ہے، پھر کل سہی اگر زندگی رہی، آج تو بس کہ صفین کی لڑائی ہو رہی ہے اور گھمسان
کے رن پڑ رہے ہیں، اور مولا علیؑ کے شاگرد وعزیز ابن عباس بھی میدان میں لڑ
رہے ہیں، تاریخ کہتی ہے کہ انھوں نے ایک جنگی نوجوان کو میدان میں کھڑے
کھڑے مار ڈالا اس کا دوسرا بھائی آیا سامنے اس کو مار ڈالا۔ اس کا تیسرا بھائی
آیا سامنے اس کو مار ڈالا، اس کا چوتھا بھائی آیا اس کو مار ڈالا، جب چاریکے
بعد دیگرے مار ڈالے تو ان کا باپ میدان میں نکل کے آیا، علیؑ لڑائی دیکھ رہے
ہیں، آواز دی ابن عباس واپس آؤ، ابن عباس واپس آگئے علیؑ خیمے سے
یوں نکلے کہ چہرے پہ نقاب ڈالے ہوئے تھے، لوگ سمجھے ابن عباس خیمے میں
واپس جاکے نکلے ہیں تازہ دم ہوکے، دشمن کو تو علیؑ نے بتادیا کہ میں کون ہوں
مگر لشکر نہیں سمجھے دور پر تھے لشکر سمجھے ابن عباس ہیں، اور ایک مرتبہ دونوں
لشکروں نے دیکھا ادھر ادھر کے، کہ اس نے وار کیا ان پر ابن عباس پر (جو کہ علیؑ
ہیں) اور انھوں نے وار کو خالی کیا، اس نے پھر وار کیا، انھوں نے پھر وار خالی
دیا، اس نے پھر وار کیا انھوں نے پھر اس وار کو بچایا۔ اب اس کے بعد لشکروں
نے دیکھا کہ ان کی تلوار چلی اور ہوا میں چل کے رہ گئی وار خالی گیا، یعنی ابن عباس
کی تلوار کو لوگوں نے دیکھا کہ چلی مگر ان کا وار بھی خالی گیا، اور دو تین سکنڈ کے
بعد جب اُس کے گھوڑے نے حرکت کی تو اس کے جسم پہ سے سر الگ کر گیا، یعنی ہاتھ
اتنا سبک اور اتنا تیز کہ گردن کٹ تو گئی مگر رکھی رہی یونہی، یہ جو ہاتھ دیکھا تو
لشکرِ شام میں ہلڑ ہوگیا کہ یہ ابن عباس نہیں علیؑ ہیں، اس لئے کہ یہ علیؑ کے علاوہ

دوسرے کا ہاتھ نہیں ہو سکتا، کچھ نے کہا کہ نہیں ابن عباس ہیں، تو اب یہ نہ پوچھئے
کہ اس سے مسئلہ کیا ہوا؟ یہ بڑا مسئلہ ہوتا تھا جب علیؑ لشکر میں ہوتے تھے کہ یہ علیؑ ہیں
کہ نہیں؟ اس لئے کہ اگر علیؑ نہ ہوں تو کسی کو بھیجا جائے، اور اگر علیؑ ہوں تو بھاگا
جائے، کہا علیؑ ہیں کہ نہیں؟ یہ مسئلہ تھا ان کے سردار کو خبر ہوئی آگیا سامنے، کیا
معاملہ ہے؟ کہا یہ یہ ہوا ہے، یہ جو سامنے شخص کھڑا ہے ابن عباس ہے کہ علیؑ ہیں پتہ
نہیں لگ رہا ہے۔ چہرے پر نقاب پڑی ہے پورے سر سے پاؤں تک لباس ہے
پتہ نہیں لگ رہا ہے کہ کون ہے، وہ پہچانتا تھا، سردار پہچانتا تھا علیؑ کو، اس
لئے پہچانتا تھا کہ اس کا پورا خاندان علیؑ کی تلوار چاٹے بیٹھا تھا، کہا جھگڑا مت
کرو میں ترکیب بتاتا ہوں سارا لشکر مل کے حملہ کرے اگر ابن عباس ہوں گے
تو وہ خود پیچھے ہٹ جائیں گے، علیؑ ہوں گے تو لشکر پیچھے ہٹے گا، یہ دشمن علیؑ کی
پہچان بتا رہا ہے۔ لشکر نے گھیر ڈالا، علیؑ نے قبا کے دامن گردانے، لشکر نے گھیرا
تنگ کیا علیؑ نے تلوار بلند کی، لشکر قریب آیا، علیؑ نے میدان میں گھوڑے کو گول چکر
دینا شروع کئے، صفوں کے سر گرنے لگے لشکر پیچھے ہٹنے لگا، سردار چلّانے لگا، پلٹ
آؤ پہچان لیا علیؑ ہیں، بس آج یہیں پر تمام، اسی لڑائی کا ایک نقشہ ہمیں کربلا
کے میدان میں دکھائی دیا، عزیزو آج ساتویں آگئی، ساتویں رات آپ حضرت
قاسمؑ کا ماتم کرتے ہیں حسینؑ کا وہ کمسن بھتیجہ جس کے بازو پہ تعویز زندہ رہنے کیلئے
نہیں باندھا گیا شہید ہونے کیلئے باندھا گیا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ ارزقِ شامی
کے چار لڑکے تھے، چاروں ایک ایک کرکے قاسمؑ نے مار ڈالے علیؑ کا لشکر سیر و سیرا
تھا ابن عباس جوان تھے بھرپور جب صفین کی لڑائی ہو رہی تھی، مگر علیؑ نے
ہٹا لیا اپنے سپاہی کو، لیکن جب ارزق شامی کے چار بیٹوں کو مار کے قاسمؑ میدان میں
ٹھہرے رہے، اور ارزق خود آیا تو حسینؑ نے اپنا سپاہی واپس نہیں بلایا، تاریخ

بتاتی ہے کہ وہی تیرہ برس کا کمسن سپاہی اسی شان سے لڑتا رہا، آج قاسمؑ کی شہادت پڑھی جاتی ہے

عزیزانِ گرامی حسینؑ بھتیجے کو بہت چاہتے تھے، عاشور کے دن قاسمؑ نے عجب انداز سے اجازت لی، چچا پاس آئے، چچا کے دونوں ہاتھوں کو لیکر چومنا شروع کیا، اور رونا شروع کیا، روایت بتاتی ہے کہ کسی شہید کو رخصت کرتے وقت حسینؑ اتنا نہیں روئے، جتنا قاسمؑ کو رخصت کرتے وقت روئے ہیں، میں کہتا ہوں مولاؑ کیا بھائی حسنؑ یاد آگئے، اجرکم علی اللہ تیرہ برس کا کمسن بھتیجہ چچا سے مرنے کی اجازت مانگ رہا ہے حسینؑ نے کلیجہ تھام کے اجازت دی، قاسم گھوڑے پہ بیٹھے میں نے روایت میں پڑھا اور میں ہر سال پڑھتا ہوں، مجھے نہیں معلوم مصلحت کیا تھی، مگر حسینؑ نے آگے بڑھ کے قاسمؑ کا گریبان چاک کر دیا، یہ کمسن بچہ میدانِ جنگ میں اپنے چچا کی نصرت کو چلا رجز پڑھ رہے تھے کہ کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں قاسمؑ ہوں حسنؑ کا بیٹا، علیؑ کا پوتا، دشمن کہتا ہے قاسمؑ اتنے خوبصورت تھے۔ جیسے چاند کا ٹکڑا، اے کربلا کی زمین! تیرے اوپر کیسے کیسے چاند ڈوب گئے، لیلیٰؑ کا چاند، اُمِ فروہؑ کا چاند، رباب کا چاند، بنی ہاشم کا چاند، فاطمہؑ کی گود کا پلا چاند ہائے کربلا کیسے کیسے چاند ڈوب گئے، بڑی شان سے لڑ رہے ہیں قاسمؑ، جدھر نکل جاتے تھے کشتے کے کشتے لگ جاتے تھے، سر پر سر گر رہے تھے، یہ قاسمؑ نہیں لڑ رہے تھے، یہ حسنؑ کے دل کے گھٹے ہوئے جذباتِ جہاد لڑ رہے تھے، یہ قاسمؑ نہیں لڑ رہے تھے حسنؑ کے دل کے جذبات جہاد لڑ رہے تھے، تلوار چل رہی ہے، قاسمؑ لڑ رہے ہیں، چاند کا ٹکڑا کبھی شام کے بادلوں میں چھپتا ہے اور کبھی نمایاں ہوتا ہے، کھڑے کھڑے ارذق شامی اور اس کے چار بیٹوں کو مار ڈالا۔ اک لعین بلندی سے لڑائی دیکھ رہا ہے، اُس نے کہا کہ یہ لوگ غلط لڑ رہے ہیں جو سامنے سے لڑ رہے ہیں بنی ہاشم ہمیشہ

دھوکے سے مارے جاتے ہیں، حمید کہتا ہے میں نے اس سے کہا کہ جو لاتنے اس کی جان کو گھیرے ہوئے ہیں کیا کم ہیں جو تو بھی جا رہا ہے، اس نے کہا نہیں یہ غلط لڑ رہے ہیں، اور وہ پیچھے پیچھے چلا، موقع کی تلاش میں، چوروں کی طرح چھپتا ہوا، اور اک موقع پر اس نے وہ حملہ کیا، جو جنگ اُحد میں حضرت حمزہ پہ ہوا تھا، یعنی نیزہ کھینچ کے مارا، پہلو سے پار ہوگیا، قاسمؑ گھوڑے پہ ڈگمگا کے گرے آواز دی چچا، سنئے، تاریخ بتاتی ہے کہ ہر شہید نے اک مرتبہ پکارا، قاسمؑ بار بار پکار رہے تھے یا عمّاہ یا عمّاہ، اے چچا، ارے چچا، حدیث میں ہے کہ حسینؑ کسی شہید کے جنازے پہ اتنا تیز نہیں گئے جتنا قاسمؑ کے جنازے پہ گئے، مگر جب پہونچے تو قاسمؑ دنیا سے جا چکے تھے لاش کے پاس بیٹھے منھ پہ منھ رکھا ارے قاسمؑ ارے قاسمؑ تیرا چچا آگیا، ہاں عزادارو بس ختم ہو رہی ہے مجلس، ہر سال میں ایک روایت پڑھتا ہوں یہ وہ سن لیجئے مجلس تمام کر دوں، ہر شہید کی میت حسینؑ یونہی لے آتے مگر جب قاسمؑ کی میت اٹھانے کا وقت آیا، چٹائی طلب کی ارے حسنؑ کے دل کے ٹکڑے، یہ فاطمہ کے دل کے ٹکڑے یہ محمدؐ کے دل کے ٹکڑے ہیں " " "

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

۷۸۶

آٹھویں مجلس

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، سلسلۂ کلام ذہن عالی میں ہوگا" ہمارے آپ کے درمیان تاریخ اسلام پہ گفتگو ہے ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک کل کی مجلس میں میں نے آپ کے سامنے مولا علیؑ کے دورِ حکومت کا تذکرہ کیا تھا، مگر بات ناتمام رہی تھی جس کو آج تمام کرنا ہے، ہم ابھی صفین کی لڑائی میں تھے کہ وقت تمام ہوگیا تھا اور بات آگے نہیں بڑھ پائی تھی میں اپنی بات کو آج انشاء اللہ آگے بڑھاؤں گا، مولا علیؑ نے جس سے مقابلہ کیا ہے اور عالم اسلام نے اس معاملے میں جسطرح ناانصافی کا ثبوت دیا ہے وہ تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہے، علیؑ کون تھے علیؑ کیا تھے، کیا دنیا اس کو بھول گئی یا بھول سکتی ہے؟ اگر ہم یہ مان لیں کہ شام والے نومسلم علیؑ کے مرتبے سے ناواقف تھے تو پرانے لوگوں کو بعد میں کیا ہوگیا تھا جو فلسفہ نہ سمجھ سکے؟ یعنی اگر اسوقت دولت کی تمنا تھی حکومت کی لالچ تھی اقتدار کی آرزو تھی مال و زر کی خواہش تھی۔ کسی نے اپنے ایمان کو بیچا کسی نے اپنی جان کو بچایا اس لئے کہ لوگ اہلبیتؑ کا ساتھ نہ دیں، حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں ہے، اس لئے یہ بات میں آپ کے سامنے عرض کردوں، حق کے معاملے میں کربلا کے بعد اب کسی کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ ہماری جان خطرے میں تھی اس لئے ہم چپ رہ گئے، یا ہمارا مال خطرے میں

تھا اس لئے ہم چپ رہ گئے، عزیزانِ گرامی تلاش حق بہت بڑی منزل ہے، سچائی ڈھونڈو، حقیقت تلاش کرو، دین حق کو تلاش کرو، صراطِ مستقیم کو تلاش کرو، حق کو حق کہو باطل کو باطل کہو، سچ کو سچ کہو جھوٹ کو جھوٹ کہو، ظالم کو ظالم کہو عادل کو عادل کہو، اور اس سے نہ ڈرو کہ سامنے والے کی طاقت کتنی زیادہ ہے، اس سے نہ گھبراؤ کہ سامنے والے کے پاس دولت ہے، حکومت ہے کہ اقتدار ہے کہ تاج ہے کہ تخت ہے، کیا کربلا کا واقعہ دل کو اطمینان دلانے کیلئے کافی نہیں ہے؟ حسینؑ نے یہی تو دنیا کو سبق دیا ہے کہ کبھی لڑائی میں یہ نہ سوچنا کہ اس لئے ہار جاؤ گے کہ تمہارے پاس طاقت کم ہے، اور سامنے والا اس لئے جیت جائے گا کہ اس کے پاس طاقت زیادہ ہے، ہار جیت کبھی طاقت پہ نہیں ہوتی، ہمیشہ حق و باطل پہ ہوتی ہے جو حق پر ہو وہ جیتتا ہے جو باطل پر ہو وہ ہارتا ہے، یزید لاکھوں کا لشکر لیکے بھی ہار گیا، حسینؑ بہتر۷۲ لشکر لا کے بھی جیت گئے" تو میرے دوستو قابل غور منزل یہ ہے کہ اب اگر کوئی کہتا ہے کہ ہماری جان خطرے میں ہے اس لئے ہم چپ ہیں، ہمارا مال خطرے میں ہے اس لئے ہم چپ ہیں، ہماری اولاد خطرے میں ہے اس لئے ہم چپ ہیں تو وہ اک ایسی بات کہہ رہا ہے کہ جس کو کہتے ہوئے اس کو شرم آنا چاہیئے لیکن خیر انسانی کمزوریاں ہوتی ہیں اور ہر آدمی ان کمزوریوں پہ قابو نہیں پا سکتا لہٰذا جس کو جائداد کی تمنا تھی جس کو صلہ کی امید تھی، جس کو مال کی آرزو تھی، جس کو اپنی اولاد کی ترقی چاہیئے تھی، جس کو اپنی زندگی پیاری تھی اس نے حق کا ساتھ نہیں دیا، لیکن جب تک باطل کے پاس تلوار رہی یہ بات اسی وقت تو تھی اب تو آزادی کا زمانہ آیا۔ اب تو کوئی دولت دینے والا نہیں ہے، اب تو کہیں سے ملک "رے" ملنے کی امید نہیں اب تو کسی عمرِ سعد کا لشکر نہیں آرہا ہے اب تو کہیں کا گورنر ابن زیاد نہیں ہے اب تو حق کو حق فرمائیے! تو اب

جس راستے پر جس کا جی چاہے چلے کوئی پابندی نہیں ہے مگر خدا کو جواب دینے
کے واسطے اپنے کو تیار کرلے، بس اتنی سی بات ورنہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین
کے معاملے میں کوئی جبر نہیں، زبردستی نہیں ہے کہ آپ کسی مجلس میں آئیے،
دروازے کھلے ہیں، زبردستی نہیں ہے کہ آپ یہیں آئیے، جس کا جب جی چاہے
اٹھ کے چلا جائے، نہ بلانے میں زیادتی ہے نہ آنے کے بعد جانے پہ پابندی ہے،
نہ سڑک کے دوسرے راستے بند ہیں مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ عقل کے چراغ سے منزل
تو تلاش کرلو کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، کاش دنیا یہ سوچے، کہ وہ علیؑ کون تھے
جن سے دنیا مقابلہ کر رہی تھی؟ میں آج ایک عجیب بات پڑھ کے جاؤں گا جو
انشاء اللہ یاد رہیگی: بچوں کو، علیؑ سے شام کا لشکر ٹکرا رہا ہے، علیؑ کون تھے؟
یہ علیؑ رسولؐ کے سگے چچازاد بھائی تھے، یہ علیؑ رسول کے داماد تھے، ان علیؑ نے
دعوت ذوالعشیرہ میں نصرت کا وعدہ کیا تھا یہ علیؑ ہجرت کی شب جان بیچ کے
سوئے تھے ان علیؑ کو رسولؐ نے نسل اولاد کے پالا تھا، یہ فاتح بدر و حنین و خیبر و
خندق تھے، یہ علیؑ صاحب فضائل تھے، ان کی شان میں قرآن میں آیتیں آئی
ہیں، ان کی مدح میں حدیثیں آئی ہیں، ان کا شمار صحابہ کبار میں بھی ہے، ان
کا شمار اہلبیت اطہارؑ میں بھی ہے، ان کا شمار اولیاء اللہ میں بھی ہے، ایسے علیؑ کے
مقابلے میں جو کسی دوسرے کو مان رہا ہو، ہم اس کی عقل و دانش پہ بھروسہ
کیسے کریں؟ آج جو مسلمان کہتے ہیں کہ اہلبیت ہی کو تم کیوں مانتے ہو اور بھی تو
اسلام میں لوگ تھے تو صدر اوّل میں ہم نے دیکھ تو لیا کہ جن میں اتنی تمیز نہ تھی
کہ علیؑ اور غیر علیؑ میں پرکھ سکیں وہ حدیث کیا بتائیں گے قرآن کیا بتائیں گے؟
صلوات" آج تو یہی علیؑ سے لڑ بس گئے اور کل کو راوی بن کے مفسرین کے محدث
بن کے کتابوں میں چھپ جائیں گے، سینکڑوں برس بعد نام نکلیں گے تو کہا

جائے گا یہ رسولؐ سے پچیس برس بعد کے زمانے میں تھے، تیس برس بعد کے زمانے
میں تھے جلدی سے جھک جاؤ ان کے مصافحے کیلئے، ہم کیا کریں ہمیں اس سوسائٹی
میں جب ایسے لوگ ملتے ہیں، تو جب تک ہم پرکھ نہ لیں اچھی طرح، کیسے ہر پتھر کو
ہیرا سمجھ کر سر پر رکھ لیں گے،" صلوات" سنئے ہم حق علیؑ پڑھتے ہیں اور حق علیؑ حق
اہلبیتؑ پڑھنے میں کسی کو اعتراض بھی نہیں ہونا چاہئے، کس کو اعتراض ہوگا؟
ایک طبقہ وہ ہے جو خالی فیشن میں یہ لکھا کرتا ہے اخباروں میں، اور تقریروں
میں کہا کرتا ہے کہ مقررین اتحاد بین المسلمین کا خیال نہیں رکھتے، ہم سے بڑھ کے
کون اتحاد کا خیال رکھیگا، ایک حرف بھی ہم ایسا نہیں کہتے ہیں منبر سے کہ جس سے
کسی کے دل کو تکلیف پہونچے، ایک لفظ ایسا نہیں کہتے کہ کسی کو ٹھیس لگے، کوئی
غیر اخلاقی لفظ ہم کبھی منبر سے استعمال ہی نہیں کرتے، اس لئے کہ ہمارے منبر کے لئے
اس لفظ کا استعمال یہاں پر جائز ہے نہیں، تہذیب منبر یہ ہے کہ اعلیٰ معیار سے
گرے ہوئے لفظ ہم منبر پہ نہیں استعمال کرتے، اور یہ بھی آپکو سنادوں کہ مسلمانو
کے جو دو فرقے ہیں ان میں کوئی جھگڑا ابھی نہیں ہے، ہے نظریات میں اختلاف
ایسا نہیں کہ اختلاف نہ ہو، مگر جھگڑا نہیں ہے، کیونکہ دونوں علیؑ کو مانتے ہیں،
ایک امام مانتا ہے اور ایک خلیفہ مانتا ہے یعنی دونوں کے یہاں نام علیؑ
(کامن) ہے، یعنی دونوں فرقے علیؑ کو مانتے ہیں اس لئے ان میں کوئی
جھگڑا نہیں ہے، ان میں احترام علیؑ ہے، جھگڑا وہ کرتے ہیں جو ان کو مانتے نہیں
جو علیؑ سے لڑتے تھے وہ نہ امام مانتے ہیں نہ خلیفہ، " صلوات" آپ غور کیجئے،
خلفاء کی توہین اس مسلک میں قابل برداشت نہیں، ائمہ کی شان کے خلاف
کہنا اس مسلک میں قابل برداشت نہیں تو جب دونوں علیؑ کا احترام کرتے
ہیں تو پہلے ان کا نام تو لے لیجئے جو علیؑ سے لڑتے تھے، اور جنہوں نے صفین میں

مقابلہ کیا ان کی پوزیشن علیؑ کے سامنے کیا تھی؟ یہ مجھ سے نہ پوچھئے اس لئے کہ اگر
میں کہوں گا تو جھگڑا ہو گا، میں نے ایک دن اور نہج البلاغہ کا حوالہ دیا تھا، علیؑ کی
زبانی سنئے، کہ علیؑ کیا تھے' اور ان سے مقابلہ کرنے والے کیا تھے' نہج البلاغہ میں
کہتے ہیں علیؑ کہ ہمارا تمہارا کیا مقابلہ، نبیؐ ہم میں سے تھا اور جھٹلانے والا تم میں
سے تھا، خدا کا شیر ہم میں تھا جھوٹے معاہدوں کا شیر تم میں تھا، جنّت کی عورتوں
کی سردار بی بی ہم میں تھی؛ جسکو قرآن نے لکڑیاں ڈھونے والی کہا وہ تم میں
تھی' مِنَّا سَیِّدُ شَبابِ اَھلُ الجَنّۃ سردار جوانانِ جنّت بچے ہم میں تھے، جہنمی لڑکے
تم میں تھے یہ ہیں علیؑ کہ باسٹھ سال کی عمر میں" لَیلَۃُ الھَریر میں، ساری رات تلوار
چلاتے ہیں اور اس کے بعد جب فتح سوا نیزے پہ رہ جاتی ہے اور دشمن قرآن
بلند کر لیتا ہے نیزوں پر اور لوگ آن کے گھیر لیتے ہیں کہ یا علیؑ، بیچ میں قرآن آ
گئے ہیں، تو فرمایا کہ یہ قرآن نہیں دھوکا ہے مگر لوگ نہیں مانے، کہا اچھا تلوار
روک لو، تلوار روک لی گئی، لڑائی بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گئی، میں کبھی اطمینان سے
پڑھوں تو پورا عشرہ جنگ صفین پر پڑھوں، لیکن مجھے تو بہت کچھ کہنا ہے اور وقت
بہت مختصر، اب اس کے بعد تیسری مرتبہ علیؑ کو کچھ لوگ پھر میدان میں للکارتے ہیں؛
جو دیکھنے میں بڑے مقدّس ہیں، ہم نے اس پچاس برس کی تاریخ میں جس کو
سلکٹ کیا اسٹیڈی کیلئے سارے منظر دیکھ لئے، اب ہمیں کوئی منظر دھوکہ نہیں دیتا'
منھ پہ ڈاڑھیاں ماتھے پہ گھٹے، گلے میں قرآن، مسجد میں ڈیرا، بات بات پر قرآن
کی آیتیں، بات بات پر رسولؐ کے حوالے، بات بات پر شکر کے سجدے، بڑے عابد
بڑے زاہد، بڑے مقدّس، بڑے نمازی، بڑے پیارے چہرے والے اور اب جو
شیطان کے بہکائے میں آئے تو کہنے لگے کہ علیؑ دین سے خارج ہو گئے ہیں"
معاذ اللہ" اور اس کے بعد یہی مقدّسینِ عصر کا گروہ، تلوار لیکے علیؑ کے سامنے

میدان میں آیا۔ اسی دن سے ہم ہوشیار ہو گئے ہر مقدس صورت'
کے سامنے جھکتے نہیں، پہلے اہلبیتؑ کا ذکر کر کے دیکھ لیتے ہیں کہ اہلبیتؑ والا ہے کہ
نہیں؟ صلوات" ارے بھئی لوگ کہتے ہیں کہ صاحب اس تقریر سے تو فلاں
شئے کی توہین ہو گئی، توہین وہین کسی کی نہیں ہوتی ہے، یہ مقرر کو مرعوب
کرنے کا طریقہ ہے، سنئے تو سہی وہ کیا تھے، بڑی بڑی داڑھیاں، گھٹے، چہرے
خوبصورت، قرآن نمازیں، روزے، حدیثیں، ذکرِ خدا، مگر آپ جانتے ہیں کیا چیز
نہیں تھی' اس چیز کی کمی تھی جس کیلئے خدا نے رسولؐ سے کہا کہ یہ نہ پہونچایا تو
کچھ نہ پہونچایا وہ چیز کم تھی' یہ سب بیکار ہو گیا، چار ہزار آدمیوں کا لشکر، سنئے گا،
مقامِ نہروان کے اوپر علیؑ سے مقابلے کیلئے آیا، مولا علیؑ خود جا کے ان کو نصیحت
کر رہے ہیں' اور ان کے سامنے وعظ کر کے حقائق واضح کر رہے ہیں، ارے
ہمارا کلیجہ پھٹ جاتا اگر تاریخ ہمارے سامنے نہ ہوتی، کہ تیئیس۲۳ برس سے ہم سمجھا رہے
ہیں سمجھ میں نہیں آیا؟ اب تسلّی تو ہو گئی کہ ارے خاک کے ذرّے تو کیا ہے'
آفتاب بھی چمکتا ہے تو اندھے کی آنکھ میں روشنی نہیں آتی علیؑ سمجھا رہے ہیں
بس اس سے بڑھ کے اور کیا بات ہو گی؟ مولا علیؑ بنفسِ نفیس آئے ہیں
سمجھانے اب آپ بتائیے کہ علم، حکمت، فصاحت، کلام، زبان، بیان، ہر چیز
سرحدِ اعجاز پر ہے نا؟ اور ان کی سمجھ میں نہ آنا تھا نہ آیا، ایک دفعہ مولاؑ نے حکم
دیا جب کسی طرح نہ مانے تو اچھا اب ان کے خلاف تلوار اٹھاؤ، لشکر کو آرڈر ہوا
حملہ" علیؑ کے ساتھیوں نے تلواریں کھینچی' اور تلواریں کھینچ کے رک کے کہا کیا ہوا!
کہا مولاؑ وہ تو قرآن پڑھ رہے ہیں، وہ لوگ تو قرآن پڑھ رہے ہیں، دیکھا آپ
نے؟ ارے کیا کیا دھوکے ہیں خدا کی قسم' یہ مجرم کہاں کہاں چھپتا ہے، کبھی قرآن
میں چھپتا ہے کبھی نماز میں چھپتا ہے، کبھی داڑھی کی آڑ لیتا ہے، مگر صدقے جائیے

اہلبیتؑ کے کہ ہر جگہ ڈھونڈھ نکالتے ہیں" "صلوات" سنئے کہا مولاؑ وہ تو قرآن پڑھ رہے ہیں، عجب جملہ کہدیا میرے مولاؑ نے تاریخی کہا قرآن ان کے حلق میں پھنسا ہوا ہے نیچے نہیں اترا ہے، یہ بلیغ جملہ صبح قیامت تک کیلئے ہدایت ہے کہ جبتک قرآن حلق میں پھنسا رہتا ہے، بغیر اہلبیتؑ کے آدمی سوکھا سوکھا قرآن پڑھتا ہے، جب دل تک اتر جاتا ہے تو محبت اہلبیتؑ بن جاتا ہے، اور اس کے بعد فرمایا کہ میرے بھائی مرسل اعظم مخبر صادق سرور کائناتؐ مجھے آج کے دن کی خبر دے گئے ہیں، مجھ سے بتا گئے ہیں اچھا سنئے، لڑائی شروع ہوتی ہے، اور اس لڑائی میں دشمن کا لشکر چار ہزار ہے (چالیس ہزار)، اس لڑائی میں پورے چار ہزار آدمی مارے جائیں گے، اچھا چلاؤ تلوار جب لڑائی ختم ہو تو گن کر میرے قول کی صداقت کا اندازہ کرنا، اشعث ابن قیس، جو اپنے کو بہت بہادر سمجھنے لگا تھا، اردو میں ایک مثل ہے کہ جب موت آتی ہے تو چیونٹی کے پر نکلتے ہیں، کچھ کمزوروں سے لڑ بھڑ کے اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلا تھا، پہلے جو میدان میں نکلا، تو کہنے لگا میں تو علیؑ کو قتل کروں گا، تلوار کھڑا چمکا رہا ہے اور کہدیا ہے میرے سامنے کوئی نہ آئے، یہ تلوار تو علیؑ کا خون پیئے گی، جب اس کی گستاخی حد سے بڑھی تو صاحبِ ذوالفقار نے جا کے اس کا انجام ایک وارِ ذوالفقار میں واصل جہنم ہوا، اور اس کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد جو لڑائی ختم ہوئی، اور کشتے گنے گئے تو تین ہزار نو سو اکانوے (۳۹۹۱) آدمی دشمن کے مرے پڑے تھے اور مولا علیؑ کے لشکر کے صرف نو آدمی (۹) کام آئے تھے، ذرا انتقامِ قدرت بھی دیکھئے گا، کہ انہیں خدا نے دین سے خارج قرار دیدیا اور ان کا نام ہی خوارج پڑ گیا تاریخ میں"

عزیزانِ گرامی مولا علیؑ نے جس شان و شوکت سے اپنے چار سال نو ماہ

کے دورِ حکومت کو چلایا ہے، اس میں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ایک ایسا اقتدار جس میں ایک پیسے کی رشوت کی گنجائش نہ ہو، جس کے اندر جس کو آجکی دنیا حق کہتی ہے وہ باطل ہو، یہ صحیح ہے کہ غریب خوش تھے، یہ صحیح ہے کہ بیوائیں دعائیں دیتی تھیں، یہ صحیح ہے کہ یتیموں کو اس بات کا احساس نہ تھا کہ ان کے سر پہ سایہ نہیں ہے، مگر یہ بھی سچی ہے کہ برسرِ اقتدار طبقہ جو تھا وہ بے چینی محسوس کرتا تھا، یہ اک طویل بحث ہے، لیکن مولا علیؑ نے نہ صرف یہ کہ نظامِ اسلام قائم کیا، بلکہ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ علیؑ کے خلافت کے خاتمے کے ساتھ خلافتِ راشدہ کا خاتمہ ہوگیا، دورِ اقتدار کا چراغ خاموش ہوگیا، جس کو دنیا دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ خدا کی قسم وہ درد میں ڈوبے ہوئے جملے، وہ کرب آمیز سخن، تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی علیؑ کے وہ جملے، آج ہم اپنے قوم کی جو حالت دیکھ رہے ہیں اس سے ہم خوش نہیں ہیں، جس میں آپ نے سوتے ہوؤں کو جھنجھوڑا ہے، خدا کی قسم، وہ درد میں ڈوبے ہوئے جملے، وہ کرب آمیز سخن، خدارا اپنی حالت پہ غور کیجئے، اپنے اختلافات کو ختم کیجئے، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے، جو کوئی دوسروں کی مدد کر سکتا ہو وہ دوسروں کی مدد کرے، جو کسی کو سہارا دے سکتا ہو وہ سہارا دے، اور اگر آپ کسی کو سہارا نہیں دے سکتے تو سہارا نہ دیجئے، لیکن اچھے بھلے چلتے ہوئے کو دھکا دے کر گرائیے بھی نہ، کم سے کم اتنا ہی فائدہ پہونچائیے کہ آپ کی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہونچے، اپنے بزرگوں کا احترام کیجئے، اپنے بچوں پہ رحم کیجئے، اپنے گھریلو معاملات کو بہتر بنائیے، اپنی قومی زندگی کو اوپر اٹھائیے تا کہ ایک آبرومند قوم کی حیثیت سے زندہ رہیئے، ننگے بھوکوں کی بھیڑ، جاہلوں، بھوکوں کے غول، جن میں کوئی تہذیب نہ ہو ایسے لاکھوں آدمی بیکار ہیں، تعلیم میں تربیت میں اخلاق میں،

تجارت میں، معاملات میں، اوپر اٹھیئے، آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں، اس کی
وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس چراغ موجود ہیں، آپ کے پاس روشنیاں موجود
ہیں، آپ اہلبیتؑ کی سیرت کو سامنے رکھئے اور اپنی قوم کی ترقی کے سلسلے میں
کچھ کیجئے، دیکھئے میرے ساتھیوں کی آوازیں خاموش ہو چکیں، یہ آواز بھی ہمیشہ
آپ کے کانوں میں گونجتی نہ رہیگی، میں بار بار آپکو متوجہ کر رہا ہوں اور بار
بار قومی زبوں حال کے سلسلے میں آپ سے اپیلیں کر رہا ہوں، آج پھر کہہ
رہا ہوں، ایک دن علم کیلئے کہہ چکا ہوں، آج پھر آپسے اتحاد کیلئے کہہ رہا ہوں
ایک دوسرے کے ساتھ کوآپریشن کے لئے کہہ رہا ہوں، اپنے قومی بھائی کی
مدد کیلئے کہہ رہا ہوں، اپنے گھروں کے معیار کو بلند کیجئے، اور اپنے کیرکٹر کو اسلامی
بنائیے، آپکی پناہ گاہ اسلام ہے مسلکِ اہلبیتؑ پر چلئے، دنیا آپکو کچھ نہ دے پائے
گی، دنیا آپکو کچھ نہ دے پائے گی، میرے دوستو! اب تو یہ حال ہے کہ پکارو تو
کوئی آواز پہ آواز نہیں دیتا، میں نے اسی بمبئی میں چند مہینوں پہلے، شیعہ کونسل
کا جلسہ کیا قومی حالات کے سدھار کیلئے، تو میرے کہنے کے باوجود بھی میرے
تیس برس کے ملاقاتی منھ چھپا کے چلے گئے، اگر آج میں ان کے نام لے لوں
تو کل سے وہ مجھ سے صاحب سلامت کرنا چھوڑ دیں گے، اس لئے کہ پورا شہر انگلی
اٹھائیگا، خیر چھوڑیئے، مگر میرے دل میں درد ہے، خدارا قوم کی ترقی کیلئے قوم
کی فلاح کیلئے قوم کو بہتر بنانے کے لئے ہر آدمی ایک سپاہی بن کے کام
کرے ورنہ آپ یقین مانئے کہ اس ہندوستان سے تنڈول کاسٹ تو ختم ہو جائیں
گے اور ان کی جگہ ہمیں ہو جائینگے اور ہمارے لئے کوئی ریزرویشن بھی نہ ہو گا،
آپ اپنی کوالٹی پیدا کیجئے، دیکھئے کوالٹی بہت تیزی سے نیچے جا رہی ہے، میں بار
بار آگاہی دے رہا ہوں، میرے پاس علم ہو یا نہ ہو مگر تجربہ بہت ہے زندگی کا،

خدا کیلئے اپنے معیار کو اوپر اٹھائیے جاگئے اب جاگنے کا وقت ہے اپنا حق دوڑ
کے حاصل کیجئے، کوئی آپ کا حق دینے آپ کے گھر میں نہیں آئیگا، سیاست
ہو یا کوئی معاملہ ہو ہر فیلڈ میں دوڑ کے آگے بڑھئے، کیوں ایسا ہے کہ آپ پیچھے
ہیں؟ کیوں ایسا ہے کہ ہائر سروسیز میں آپ نہیں ہیں، کیوں ایسا ہے کہ سیاست
کے میدان میں آپ نہیں ہیں؟

کیا ہمارے لوگ خالی پیون بننے کیلئے ہیں آفیسر بننے کیلئے نہیں ہیں؟ اور
اس کو دل کی آواز جان کر سن لیجئے، مولا علیؑ کے دورِ حکومت کو پڑھیئے اور اس
سے فیض حاصل کیجئے، وہ ایک چشمۂ فیض ہے وہ ایک ابرِ کرم ہے، اس کے ذریعہ
سے نور ملیگا، اس کے ذریعہ سے علم ملیگا، اس کے ذریعہ سے یقین ملیگا، اس کے
ذریعہ سے راستے ملیں گے، اسد اللہ علیؑ نے اپنے چار سالہ دورِ حکومت میں، اسلامی
معاشرے کی جو خدمات انجام دیئے ہیں وہ آجتک تاریخِ اسلام کا ایک تابندہ
ورق ہیں، ہم کیا مدح کریں ان علیؑ کی، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی جان
راہِ خدا میں دیدی بلکہ اپنی نسل راہِ خدا میں دیدی، جس نے ہر معرکہ میں اپنا سر
ہتھیلی پہ رکھ کے اسلام کی خدمت کی ہو اس کے دل میں آرزوئے شہادت
کتنی مچلتی تھی اس کو اگر سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ علیؑ حسنؑ و حسینؑ جیسے دو بیٹوں
کی محضرِ شہادت کو قبول کر کے بھی اک بیٹے کی تمنّا کر رہے ہیں جو ان کے پاس
ذخیرہ ہو، کیوں میرے دوستو! حیاتِ رسولؐ میں جبرئیلؑ کے ذریعے دونوں بیٹوں
کے شہادت کی خبر آچکی، جسکے حسنؑ و حسینؑ جیسے دو شہزادے قربان گاہِ شہادت میں
جانے والے ہوں، اس کا دل ابھی شہادت سے بھرا نہیں، اور وہ اپنے بھائی
سے کہہ رہا ہے کہ بھائی عقیل، آپ عرب کے حسب نسب کے ماہر ہیں، عرب کے
خانوادوں اور خاندانوں کے ماہر ہیں، آپ اک بہادر گھرانہ بتائیے جہاں میں

شادی کروں تو ایسا بیٹا پیدا ہو جو ذخیرہ ہو۔ اللہ اللہ! اب ذرا ایک بات اور بھی سن لیجئے کہ ماں کتنا زبردست رول کرتی ہے بیٹے کے سلسلے میں؟ میری مائیں بہنیں سنیں، میری بیٹیاں جو سن رہی ہیں، ان کے اوپر ذمہ داری ہے کل کی، اس لئے کہ ان کی آغوش کے پلنے والے بچے کل کی قوم بنیں گے، اور اک بات مجھے کئی دن سے کھٹک رہی ہے آج وہ بھی کہہ دوں کہ جو میری بہنیں جو میری بیٹیاں مجلس میں آتی ہیں ان کو اسلامی حجاب میں آنا چاہیئے، اس لئے کہ مجلس عبادت ہے، ہم مجلس کو سوشل گیدرنگ سمجھ کے نہیں آتے ہیں، ہم مجلس کو عبادت سمجھ کے آتے ہیں، یہ کون سی ضد ہے کہ ہم نجس کپڑوں میں نماز پڑھیں گے، اگر نماز پڑھنا ہے تو پاک کپڑے پہن کے پڑھیئے، یہ کون سی ضد کہ ہم تو بے وضو نماز پڑھیں گے، اگر نماز واقعاً آپ کو پڑھنا ہے تو باوضو پڑھیئے، اور اگر نماز پڑھنا نہیں ہے ورزش کیلئے آپ مسجد میں آئے ہیں تو مسجد میں نہ آئیے کسی اکھاڑے اور میدان کا رخ کیجئے، تو مجلس عبادت ہے، ہمارے یہاں، عبادت میں جو بہنیں آئیں وہ حجابِ اسلامی میں آئیں، اور اگر کسی وجہ سے "لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ" وہ مناسب نہیں سمجھتیں حجاب اسلامی میں آنا تو پھر لباس سیاہ میں بھی نہ آئیں تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ حسینؑ کے ماننے والی قوم کی فرد ہے پھر وہ کسی اور قسم کا لباس کسی اور رنگ کا لباس پہن کے آئیں کیونکہ مجلس میں ہر قوم شریک ہوتی ہیں، ہم کہہ دیں گے کسی اور قوم کی ہوں گی آ گئیں مجلس میں تو کیا ہم روک لیں گے؟ اس لئے کہ ہم یہاں بے پردگی زینبؑ کا ذکر کریں گے، ہم یہاں بے ردائی اہل حرم کا ذکر کریں گے، ہم عباسؑ کی تعریف میں کہیں گے کہ زینبؑ کے پردے کا محافظ عباسؑ، ہاں مرے دوستو! دور دور سے مرے پاس فرمائشیں آ رہی ہیں کہ مصائب زیادہ پڑھیئے گا۔ آج کسی بہت دور کی بستی کے آدمی اگر ہم سے

کہہ گئے کہ آج آپ کی مجلس کے بعد ہی تبرکات وہاں برآمد ہوں گے تو مصائب زیادہ پڑھیئے گا، تو میں مصائب پڑھوں گا، علیؑ کی تمنا، بھیا کوئی ایسا بہادر گھرانہ بتائیے جس سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہو جو میرے بعد ذخیرہ ہو، اس سے آپ سمجھے ماں کی اہمیت کہ جس بیٹے کا باپ حیدرِ کرار علی مرتضیٰ جیسا شخص ہو اس پر بھی ماں کے اثرات رہتے ہیں، کیا بیٹے کو بہادر بنانے کیلئے خونِ شیرِ خدا کی گرمی کم تھی، جو شیرِ مادر کی تاثیر بھی طلب کی گئی، مگر مولاؑ نے جو کہا تھا کربلا میں ہم نے اس کا ثبوت دیکھ لیا۔ جو علیؑ نے کہا تھا سچ کہا تھا، کربلا میں ہم نے اس کی دلیل دیکھ لی، اگر لاکھوں کے نرغے سے اکیلے فرات کا چھین لینا خونِ علیؑ کی تاثیر تھی، تو تین دن کی پیاس میں دریا سے پیاسے نکل آنا شیرِ مادر کا اثر تھا، ماں نے کیا تربیت دی؟ ماں نے بیٹے کو یہ سکھایا کہ بیٹا! تم حسنؑ و حسینؑ کے غلام ہو بھائی نہیں ہو، وہ آقا ہیں تم غلام ہو۔ بیٹا وہ شہزادی کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ رسولؐ خدا کی صاحبزادی تھیں، ان کی والدہ جنت کی عورتوں کی سردار تھیں، میں رسولؐ کی دختر کی کنیز ہوں لہٰذا تم ان کے بچوں کے غلام ہو، یہ سمجھایا ماں نے، تو عباسؑ پروانہ وار نثار رہے، حسینؑ مدینے سے چلے تو عباسؑ سائے کی طرح ساتھ، مدینے سے مکہ تک اور پھر مکہ سے کربلا تک سارے راستے آپ جانتے ہیں عباسؑ کیسے چلے؟ کبھی حسینؑ کی سواری کے پاس، کبھی بہن کی عماری کے پاس، بہن کی خیریت، بھائی کی حفاظت، اور جب کربلا میں آ گئے تو نو راتیں رہے کربلا میں عباسؑ، اور نو راتوں خیمے کے گرد ٹہلتے رہے، شاید یہی وجہ ہے کہ شام غریباں میں جب عباسؑ سو رہے تھے تو زینبؑ جلی قناتوں کے گرد پہرہ دے رہی تھیں، میرے دوستو عباسؑ کے مصائب ہیں، روئیے رو لیجئے، میں کیا مصائب پڑھوں؟ آپ مجھے بتائیے کیا پڑھوں؟ ہر سال وہی مصائب پڑھتا ہوں نئے مصائب کہاں سے

لاؤں ؟ میں بھی روتا جاؤں آپ بھی روتے جائیں، کاہے پہ روئیے گا؟ عباسؑ کی جوانی پہ روئیے گا کہ عباسؑ کی خوبصورتی پہ روئیے گا؟ کہ عباسؑ کے بھرے بھرے شانوں کا ماتم کیا جائے، ارے سکینہؑ کا سقا زینبؑ کے پردے کا محافظ حسینؑ کا علمدار، علیؑ کی تمنا، فاطمہ کا بیٹا، عباسؑ، عباس ہماری جانیں فدا ہم قربان عباسؑ، دشمن اکیلے عباسؑ سے دب رہا تھا، کسی میں ہمت نہیں تھی کہ دیر تک عباسؑ کو دیکھے عجب چیز تھے عباسؑ، کسی میں ہمت نہیں تھی کہ دیر تک عباسؑ کو دیکھے اور بہتر کے لشکر کو صبح سے شام تک جو لڑایا ہے عباسؑ نے اتنی بڑی فوج سے، کیا کمانڈر کی تعریف نہ ہوگی؟

روایت میں ہے کہ عباسؑ کی نظروں میں لشکر سما نہیں رہا تھا، رات کو زہیرؑ بن قین سے کہا تھا اجازت دلوا دو، رات کو زہیر سے کہا تھا زہیر بس اتنا کرو کہ آقا سے اجازت دلوا دو، اگر اس لشکر کو کوفے کی دیوار سے نہ ٹکرا دیا، ہائے سکینہؑ کا دل قوی ہوگا میرا اچھا، زینبؑ پیاسی تو بہت تھیں، مگر مطمئن ہونگی میرا بھیا، بازار شہادت گرم ہوا، ایک ایک کر کے شہید ہونے لگے لوگ، عباسؑ کے بازؤں کی مچھلیاں تڑپتی ہوں گی، سوچئے آپ کہ کیا گذر گئی میرے آقا پر عباسؑ پر کیا گذر گئی؟ عونؑ و محمدؑ کے لاشے آئے، اجازت نہیں، عباسؑ کے بھائیوں کی میتیں آرہی ہیں، امام اجازت نہیں دیتے، قاسم کی لاش کے ٹکڑے آئے ہیں، جب کوئی نہ رہا تو عباسؑ نے کہا آقا اب میرا سینہ تنگی محسوس کر رہا ہے اب اجازت دیدیجئے، حسینؑ نے عجب جملہ کہہ دیا کہ عباسؑ ایسا کرو کہ تم تھوڑی دیر خیمے میں آرام کرو، میں جا کے لڑتا ہوں، تھوڑی دیر کے بعد تم جا کے لڑنا، بس اتنا سننا تھا کہ عباسؑ تڑپ گئے، کہا مولاؑ میری زندگی میں یہ نہیں ہوگا، میرے ہوتے آپ جائیں؟ یہ نہیں ہوگا مولاؑ، ہاں عزادار میں دو تین منٹ مصائب ابھی اور

پڑھوں گا، کہا میری زندگی میں یہ نہیں ہوگا، عباسؑ کیا کریں، حسینؑ اجازت نہیں دیتے، وقت تنگ ہے، اتنے میں عباسؑ کی مشکل کشائی کیلئے مشکل کشا کی پوتی آگئی، خیمے میں چھوٹے چھوٹے بچے آگے آگے سکینہ، پیچھے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے، ہاتھوں میں سوکھے ساغر، عباسؑ کو آ کے گھیر لیا، العطش، العطش، العطش ہائے پیاس، ارے پیاس، سنئے حسینؑ نے سر جھکایا، اچھا بھیا، جاتے ہو تو ان بچوں کیلئے پانی کی سبیل کرنا لڑنے کی اجازت نہیں ہے پانی لاؤ، سکینہؑ خیمے میں گئی ہوں گی، اک مشکیزہ لا کے چچا کو دیا، ہاں آجتک عباسؑ کے علم میں مشکِ سکینہ ہے یہ چچا بھتیجی کی محبت کی نشانی آجتک قائم ہے، ارے وہ ہاتھ تو کٹ گئے جس میں مشک باندھی تھی کھولے کون؟ سکینہ کا مشکیزہ حسینؑ کا علم شیر لیکے دریا کیطرف چلا، تاریخ کہتی ہے فوج کائی کیطرح پھٹ گئی، عباسؑ آرہے ہیں، عباسؑ آرہے ہیں۔ دریا میں گھوڑا ڈالا سوکھی مشک کو تر کیا، سکینہؑ کی مشک بھر لی۔ مشکیزہ کاندھے پہ رکھا چلو میں پانی لیا، پینے کیلئے نہیں، دکھانے کیلئے پھینک دیا، میرا آقا پیاسا ہے میں پانی پیوں گا؟ اب جو گھوڑے کو لیکے خیمے کی طرف چلے، ساری توجہ مشک کی طرف، داہنا ہاتھ کٹا بائیں سے پکڑے، بایاں ہاتھ کٹا تو مشکیزے پر سینہ ٹیک دیا، ہاں سن لیجئے، ہائے سکینہ ہائے سکینہ ہائے عباسؑ، ہائے پیاسے بچے ہائے حسینؑ کا علمدار، اک تیر مشک سکینہ پر لگا، عباسؑ کے دل کی طاقت جواب دیگئی، ارے مرے مولا حسینؑ نے کمر پکڑلی، وا آقاءُ وا عباسا۔

اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی القَومِ الظَّالِمِین

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

خداوند عالم قرآنِ مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے، سلسلۂ کلام ذہنِ عالی میں ہوگا؟ میں کل تک مولا علیؑ کا دورِ حکومت بیان کر رہا تھا، وہ آفتاب ہدایت جس کا نام علیؑ تھا، ترسٹھ ۶۳ سال اس دنیا پہ اپنی روشنی برسا کے اور دنیا کو منوّر کر کے غروب ہوا، علیؑ جن کی مثال نہ دنیا پیدا کر سکی، نہ کائناتِ عالم لا سکی" جو حضورؐ سرورِ کائنات کی تصدیق کے واسطے اسی طرح اس زمین پر رحمتِ پروردگار تھے جیسے ان کے بھائی سرورِ کائنات، حضرت محمد مصطفےؐ ایک چشمۂ فیض تھے، اک آفتابِ ہدایت تھے، اک نور تھے، اک روشنی تھے، اسلام کو یہ شرف ملا کہ علیؑ جیسا ہادی آیا اور ترسٹھ ۶۳ سال علم، کمال، فضل، شجاعت، سخاوت، عدالت، انسانیت، شرافت، نجابت، خوبی، نیکی، جنت، آخرت ہر چیز کا مژدہ دیکے علیؑ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اور جب علیؑ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو دین کو بے سہارا چھوڑ کر نہیں رخصت ہوئے، اس لئے کہ دین، دینِ خدا ہے، اس کے واسطے انتظام رہتا ہے، علیؑ دنیا سے رخصت ہوئے، تو حسنِؑ مجتبیٰ موجود تھے، امام حسنؑ کے ہاتھ پر اکیسویں رمضان کو مولاؑ کی شہادت ہوئی اور بائیسویں رمضان کو عام طور سے مسلمانوں نے بے جبر و اکراہ بغیر کسی دباؤ اور زیادتی کے سبط اکبر امام حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی مسلمانوں کے ویسے تو امام وقت وہ تھے ہی کیونکہ حضورؐ سرورِ کائنات نے ان کی

امامت کا مژدہ ہمیں سنا دیا تھا لیکن علیؑ کے بعد مسندِ علیؑ کے اوپر اس دنیا کے بنائے ہوئے اصول کے مطابق بھی، امام حسنؑ تشریف لائے حسنِؑ مجتبیٰ کون تھے؟ تاریخ کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے، چند لمحوں میں میں آپکی خدمت میں یہ عرض کروں کہ سبط اکبر حسنؑ مجتبیٰ کی فضیلت عزّت اور عظمت اور ان کی شخصیت کیا ہے علیؑ کے بعد مسندِ علیؑ پر بیٹھنے والا کوئی معمولی نہیں ہو سکتا، رسولؐ کے بعد نیابتِ رسولؐ کیلئے اگر حیدرِ کرّار تھے تو علیؑ کے بعد نیابتِ علیؑ کے لئے حسنِ مجتبیٰؑ تھے، حسنؑ مجتبیٰ کون تھے، عقیدتمندوں کا مجمع ہے مسلمانوں کا مجمع ہے میں ایک جملہ کہکے آگے بڑھ جاؤں گا، حسنِ مجتبیٰؑ تاریخ آدمؑ و عالم کا وہ پہلا انسان، میرے پاس وقت نہیں ہے جو میں تفصیل سے سناؤں، جس کی ماں بھی معصومہ تھیں اور باپ بھی معصومؑ، امامِ حسنؑ سے پہلے کوئی ایسا شخص دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہ جس کو ماں کی طرف سے بھی عصمت کا ورثہ ملا ہو اور باپ کی طرف سے بھی، امامِ حسنؑ کے بھائی بہن ہیں مگر ان کے بعد سبط اکبر، رسولؐ کے بڑے نواسے، سوارِ دوشِ رسول جنکے لئے حضورِ سرورِ کائنات نے یہ کہا کہ حَسَنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ حسنؑ مجھ سے ہے میں حسنؑ سے ہوں، دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ حسنؑ کو میری سرداری اور ہیبت عطا ہوئی ہے، تیسری حدیث میں جو وہ اور ان کے بھائی دونوں شریک ہیں ارشاد ہوا کہ الحسن والحسین سیّدہ شباب اہل الجنّۃ "حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنت کے، یہ حسنؑ، علیؑ کے بعد امام تو ہے ہی ہیں، مسلمانوں کا ظاہری اقتدار بھی سنبھالتے ہیں، عزیزانِ گرامی، میں ایک اک جملے پر آپکی توجہ چاہتا ہوں، حسنؑ مجتبیٰ سبط اکبر، سردارِ جوانانِ جنت، رسولؐ کی گود کے پالے، جنہوں نے زبانِ رسالت چوسی، جن کی رگوں میں خون رسالت و خونِ حیدرِ کرار، جن کی پرورش شیر

معصومۂ عالمیان سے ہوئی، کیا مسلمانوں کی اس سے بڑھ کے کوئی خوش نصیبی
ہوگی کہ مسلمانوں کو رہبری کیلئے ایسی شخصیت ملی، کیا مسلمانوں کی اس سے
بڑھ کے اور کوئی خوش نصیبی ممکن ہے؟ کہ عالم اسلام کی رہبری کیلئے ایسی شخصیت
ان کو ملی جو رسولؐ کا نواسہ رسولؐ کی گود کا پالا، رسولؐ کے سینے پہ سویا ہوا، تو
رسولؐ کی گود میں پلا اور رسولؐ کے دوش پر بیٹھا ہوا جس کیلئے جنّت سے لباس
آئے، جس کیلئے عید کے دن سرکار ناقہ بن جائیں، جس کو جنّت کے جوانوں کا
سردار بتایا جائے، جس کی ماں معصومہ ہو، جس کا باپ معصوم ہو، جس کی نانی
خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین ہوں، جس کا دادا رسولؐ کی پرورش کرنے والا ہو،
اور جس کی دادی وہ ہو کہ جس کو رسولؐ اپنی ماں کہیں، ہے کوئی شخصیت دنیا
میں اس کے برابر کی؟ اب میں صرف ایک سوال کروں گا آپ سے، کلیجہ تھام کے
غور کر کے جواب دیجئے گا، اگر کسی کے پاس نصیب سے کوہ نور آجائے وہ مشہورِ عالم
ہیرا، ڈائمنڈ، جو آج برطانیہ میں ہے، اگر کسی کے پاس کوہ نور آجائے مقدر سے
مل جائے وہ مشہور زمانہ ہیرا اور چند دنوں کے بعد کوئی ایک پتھر لائے اور وہ
آدمی خوشی خوشی اپنا کوہ نور اس سے بدل لے تو کیا ایسے شخص کی عقل پر اعتبار
کیا جا سکتا ہے؟ ایسے آدمی کو صحیح الدماغ کہا جا سکتا ہے؟ ایسے آدمی کی فکر
پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ ایسے آدمی کی رائے کو اہمیت دیجا سکتی ہے؟ آپ
کہیں گے اس آدمی کی رائے لیکر ہم کیا کریں گے جو کوہ نور کو پتھر سے بدل لے،
ہمارا دماغ خراب تھوڑا ہی ہے جو اس سے مشورہ کریں، اُمّت کو جب حسنؑ جیسا رہبر
ملا، توجہ، اُمّت کو جب حسنؑ جیسا رہبر ملا تو رسولؐ کو دنیا سے گئے صرف چالیس
برس ہوئے تھے یہ زمانہ بلکہ تیس برس ہوئے تھے ۲۲ رمضان ۴۰ھ ہجری،
حضورؐ کو گئے صرف تیس برس ہوئے تھے ۱۱ھ میں حضور گئے تھے دنیا سے،

قریب قریب تیس سال، سرکارؐ کی رحلت کو تیس سال ہوئے تھے، تو تیس سال
کے اندر پوری سوسائٹی فنا نہیں ہو جاتی، دیکھئے میں عجب موڑ پہ لے آیا آپ کو
اب اس کے بعد ہٹ دھرمی کے سوا کچھ رہ نہ جائے گا، حضورؐ کو دنیا سے گئے
تیس سال ہوئے تھے، مسلم سماج، مسلم سوسائٹی ان لوگوں پر مشتمل تھی جنہوں
نے یا حضورؐ کو دیکھا تھا یا جنہوں نے صحابہ کو دیکھا، یعنی مسلمان صحابہؓ تابعین
کے مجمع پر مشتمل تھے، ایسے مجمع نے فاطمہؑ کے بیٹے سے ہندہ کے بیٹے کو بدلا، ایسے مجمع
نے محمدؐ کے فرزند سے ابوسفیان کے فرزند کو بدلا جو ہیرے سے پتھر کو بدل دے کیا
اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ صلوات" آپ سوچئے یہ سوچنے کی بات ہے، سب
مسلمانوں کیلئے یہ غور کرنے کی بات ہے، یہ فکر کی بات ہے حسنؑ مجتبیٰ کی رگوں میں علیؑ کا
خون تھا، حسنؑ نے زبانِ رسالت چوسی تھی، حسنؑ آغوشِ رسولؐ آغوشِ علیؑ
آغوش فاطمہؑ کے پالے تھے، حسنؑ کا مرتبہ کیا ہے آپ سوچئے، ایسے حسنؑ کی حکومت
میں رشوت کا جال بچھا دیا گیا، علیؑ کے زمانے سے سازشیں چل رہی تھیں،
جو حسنؑ کے زمانے میں جاری رہیں اور رشوت کا جال بچھا دیا گیا حسنؑ کی
سلطنت میں، یہ کہئے گا کہ حسنؑ بے خبر رہے، بے خبر نہیں تھے باخبر تھے، تو پھر سوال ہوتا
ہے کہ توڑ کیوں نہ کیا؟ اس کا توڑ یہ تھا کہ اگر سامنے والے کے یہاں سے دس
لاکھ آئے، حسنؑ دو ہی لاکھ دیدیں تو وہ راضی ہو جائے گا، لیکن ادھر مال خدا کا
کوڑی کوڑی کا حساب اُدھر خزانوں کے منھ کھلے ہوئے، توجہ چاہتا ہوں،
ادھر کوڑی کوڑی کا حساب اُدھر خزانوں کے منھ کھلے ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام
میں سیکڑوں زبان سے حسنؑ والے دل سے غیر والے، تاریخ کے اس موڑ کو
بہت غور سے سنیں آج یہ بیان آپکو روز روز نہیں ملیگا یہ سبجیکٹ بہت کم
بیان ہوتا ہے، لہٰذا اس کو بہت توجہ سے سُنیے گا، اُدھر خزانوں کے منھ کھلے ہوئے

ہیں، شام سے رشوتیں آرہی ہیں، زبانیں حسنؑ کے ساتھ دل دوسروں کے ہو
گئے، بظاہر لبوں پر خدا و رسولؐ ہے اندر دلمیں سونے کا بت بٹھا کے اس کی
پرستش شروع ہورہی ہے، ہاں یہ سمجھ لیجئے دنیا میں سارے بت
ٹوٹ گئے ہیں، مگر ابھی دولت کا بت نہیں ٹوٹا ہے، سونے کے بت کی پرستش
ابھی بھی زمانے میں ہوتی رہتی ہے، اور اب ایمان خریدے جاتے ہیں دولت
کے اوپر، اب دو صورتیں ہیں حسنؑ کے واسطے، یہ منافقین کا مجمع کام آنے
والا نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اسلام میں فساد پیدا کرے،

لہٰذا ضرورت ہے کہ ان کے چہرے سے نقاب الٹ دی جائے اور دنیا
کو معلوم ہوجائے کہ حق پرست کتنے ہیں اور باطل پرست کتنے، دونوں لشکر
حسنؑ کی خلافت کے چھ مہینے کے بعد دونوں لشکر آمنے سامنے آتے ہیں، حسنؑ بے خبر
سلطان نہیں ہیں حسنؑ ایسے سربراہ مملکت نہیں ہیں کہ جنہیں علم نہ ہو، وہ
سرداروں کے دل پڑھ رہے ہیں جو دشمن سے رشوت لیکے یہ طے کر چکے ہیں کہ
لڑائی چھڑنے تو دیجئے ہم اپنے ہاتھ ہی سے حسنؑ کو قتل کردیں گے اب اگر لڑائی
میں حسنؑ شہید ہوگئے ہیں تو اس شہادت کا فائدہ اسلام کو نہ ہوگا اس لئے کہ
اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی تاریخ میں ایسے بہتیرے بادشاہ ملیں
گے جو تاج و تخت کا دفاع کرتے ہوئے میدان میں مارے گئے تاریخ لکھ
دے گی کہ عراق کا بادشاہ شام کے بادشاہ سے لڑتے ہوئے میدان میں
مارا گیا، تو حسنؑ شہید بھی ہوجائیں گے اور قاتل کو اس کے چاہنے والے خطائے
اجتہادی کے صندوق میں رکھ کے جنت بھجوادیں گے، غور فرمایا آپ نے؟ تو دین
کو کوئی فائدہ نہ ہوگا اس شخص کی شہادت سے جو زندہ رہتے ہیں دین کیلئے وہ
موت قبول کرتے ہیں دین کیلئے، نہ یہ اپنے لئے زندہ رہتے ہیں امام حسنؑ نے اس

موقع پر صلح فرمائی اور اگر صلح حسنؑ خدمت دین میں جہاد حسینیؑ سے کم ہوتی تو رسولؐ
عادل جنت کی سرداری خالی حسینؑ کو دیتا حسنؑ کو نہ دیتا، سمجھتے جائیے آپ بات
کو، حسنؑ نے ایسے نازک وقت میں اپنی سیاسی سوجھ بوجھ اور معصومانہ بصیرت
سے کام لیکے اپنے دشمن کو صبح قیامت تک کیلئے صلح نامہ میں قید کرلیا، سُنئے
آپ کہ یہ کیا چیز تھی؟ لوگ کہتے ہیں حسنؑ نے صلح کیوں کی، یہ وہی لوگ ہیں جو
کہتے ہیں علیؑ مسلمانوں سے کیوں لڑے؟ اور پھر پلٹ کے کہتے ہیں حسینؑ نے
حسنؑ کیطرح صلح کیوں نہیں کی؟ معلوم ہوا کہ ان کو صرف عمل اہل بیتؑ پر اعتراض
مقصود ہے اور کچھ نہیں، دو جملے صلح و جنگ کے بھی سن لیجئے، کاش میں اس مختصر
وقت میں سب پڑھ لے جاؤں، دیکھئے اسلام میں جنگ نہیں ہے، رسول اللہؐ
نے کبھی جنگ نہیں کی، اسلام میں جہاد ہے، دین کے رہبر لڑتے نہیں، دین
کے رہبر جہاد کرتے ہیں، جنگ اور جہاد میں فرق ہے دو آدمی دو بُرے، دو
قومیں دو ملک، دو نظام، دو پارٹیاں کسی وقت بھی لڑسکتی ہیں جہاد اسلامی
عبادت ہے، فروع دین کے جس سلسلے میں نماز ہے، جہاں روزہ ہے جہاں
حج ہے وہیں جہاد کا بھی ذکر ہے تو جہاد اک عبادت ہے، نماز اک عبادت ہے
ہیں کوئی صاحب بڑے عابد اور بڑے اللہ والے جو صبح کی نماز آٹھ رکعت پڑھتے
ہوں؟ اس لئے کہ صبح کے سہانے وقت پر اللہ کی عبادت کرنے میں زیادہ مزہ آتا
ہے، میری بات کا یقین کیجئے قبلہ و کعبہ تشریف فرما ہیں مسئلہ پوچھ لیجئے کہ اگر کوئی
صاحب جوش عبادت میں صبح کی آٹھ رکعت واجب قربۃً الی اللہ پڑھیں
تو کیا اسلام کے دائرے میں رہ پائیں گے یا نکال باہر کئے جائیں گے؟ اگر کسی
کو جوش عبادت ہو اور وہ ماہ رمضان میں حج واجب کرے عمرہ نہیں حج، کہ بھئی
اللہ کا مہینہ ہے تو روزہ بھی رکھیں گے اور حج بھی کریں گے، تو کیا وہ مسلمان رہ

جائے گا؟

معلوم ہوا کہ عبادتوں کے وقت معیّن ہیں، مقدار معیّن ہے، صبح کی ۲ دو رکعت پڑھئے، تو نماز ہے اور چار رکعت پڑھئے تو اسلام کے باہر، رمضان میں روزے رکھئے لیکن رمضان میں حج کیجئے تو بالکل کعبے میں ایمان چڑھا کے چلے آیئے، معلوم کہ اسلامی عبادت کا ٹائم مقرر ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ۲ دو ہی رکعت پڑھیں گے مگر ۱۰ دس بجے دن میں، کہا کیسے؟ کہا صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک پڑھئے۔ نماز اور اُدھر کرن نکلی اِدھر گیا وقت، نہیں ہم پورے ۳۰ تیس رکھیں گے، روزے ۲۹ انتیس نہیں، نہیں سہی مگر ٹائم مقرر ہے عبادت کا جب آجائے وقت تو عبادت کرو، جب چلا جائے وقت تو واجب اور حرام کی سرحدیں مل جاتی ہیں، آج روزہ واجب چاند ہوگیا کل روزہ؟ حرام، اس مہینے میں حج واجب اسں مہینے میں کوئی حج کرے؟ حرام تو جیسے بعض کا زمانہ معیّن روزے کا زمانہ معیّن، نماز کا وقت معیّن ویسے جہاد کا بھی وقت معیّن ہے، یہ بھی ایک عبادت ہے۔ پبلک کے ڈِمانڈ پر نہیں ہو سکتا جہاد مذہب کی ضرورت پر ہوگا، حضورؐ نے ہمیشہ جہاد کیا، علیؑ نے جہاد کیا، حسنؑ و حسینؑ نے جہاد کیا، مکہّ میں دیکھا حکم نہیں ہے تلوار نہیں نکالی، مدینہ میں دیکھا وقت آگیا تلوار نکالی لی، حدیبیہ میں دیکھا وقت چلا گیا تلوار رکھ لی حنین میں دیکھا وقت آگیا تلوار نکال لی، علیؑ نے رسولؐ کے بعد دیکھا وقت چلا گیا تلوار رکھ لی، جمل و صفیّن میں دیکھا وقت آگیا تلوار نکال لی، حسنؑ نے بعدِ علیؑ دیکھا وقت چلا گیا تلوار رکھ لی حسینؑ نے کربلا میں دیکھا وقت آگیا تلوار نکال لی'' صلوات'' سنئے گا، امام حسنؑ نے جو صلح کی اس کا صلح نامہ سنا دوں آپکو، آپکو اندازہ ہوگا کہ کیا چیز ہے وہ، پہلی شرط، حاکم شام مطابقِ سنّت خدا و رسولؐ پر عمل کریگا، دوسری شرط، حاکم شام

مذہب کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دیگا، تیسری شرط، انتظامی معاملات میں امام حسنؑ دخل نہیں دیں گے، چوتھی شرط فارس و احواز کا خراج ہمیشہ حاکم شام امام حسنؑ کو دیتا رہیگا، پانچویں شرط شیعیان علیؑ جہاں جہاں ہیں ان کی جان مال عزّت و آبرو محفوظ رہیں گے، چھٹی شرط شام میں مولا علیؑ کی شان میں منبروں پہ جو گستاخی ہوتی ہے فوراً بند کیجائے گی، ساتویں شرط، اگر حاکم وقت کی موت امام حسنؑ کی زندگی میں ہوتی ہے تو حکومت حسنؑ کو واپس ملیگی، اور اگر حسنؑ اس وقت زندہ نہ ہوں تو حکومت حسینؑ کو واپس کیجائے گی، یہ شرائط ہیں، اب اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں ایک اک شرط کی تفصیل آپکو سناتا لیکن اتنا تو سُن ہی لیجئے کہ حسنؑ نے سارا اختیار مذہبی نکال کے صرف اس کو دنیاوی، اور وہ بھی چند دن کیلئے تو یہ نہ کہئے کہ یہ صلح تھی بلکہ یہ کہئے کہ یہ سیس فائر ہے اس کو صلح نہ کہئے یہ کچھ شرائط پر سیس فائر ہے اور جب آخری شرط بھی پامال ہوگئی صلح نامے کی تو حسینؑ نے تلوار نکال لی'' صلوات'' عزیزانِ محترم یہ ہیں شرائطِ صلح نامہ جس کے اندر امام حسنؑ نے تمام شرائط رکھے ہیں کہ حاکم شام مطابقِ کتاب خدا و سنّتِ رسولؐ عمل کرے گا دیکھا آپ نے؟ اب یہاں پہ گذشتہ سیرتوں کی کوئی بات نہیں ہے وہی جن کنڈیشنز پہ علیؑ نے بات کی تھی وہی ہو رہی ہے، دین کے معاملات میں دخل نہ دیگا، احواز و فارس کا خراج دیتا رہیگا خراج ہمیشہ ہارنے والا جیتنے والے کو دیتا ہے یہ کون سی صلح ہو رہی ہے جس میں خراج دیا جا رہا ہے علیؑ کے شیعوں کی جان و مال محفوظ رہیگا، علیؑ کی شان میں گستاخی بند ہوگی، سادہ کاغذ آیا تھا دستخط کیا ہوا، صلح نامہ کے شرائط لکھے گئے، صلح نامہ مکمل ہوا، اقتدار فاطمہؑ بیٹے کی طرف مسلمانوں کے سامنے ہندہ کے بیٹے سے منتقل ہوا۔ اور مسلمان دیکھتے رہے، حسنؑ کا اگر لوگ ساتھ دیتے

تو ایسا کیوں کرتے؟ سوال یہ ہے، اگر چہروں کے اوپر جو ہے وہی دلوں میں بھی ہوتا تو ایسا کیوں ہوتا، حسنؑ نے صلح کر کے اتمام حجت کر دیا۔ کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بنی ہاشم صلح و آشتی سے کام چلانا جانتے نہیں ہر وقت تلوار لئے رہتے ہیں حسنؑ نے صلح کر کے بتایا ہم پہلے صلح کرتے ہیں بعد میں تلوار نکالتے ہیں"، "صلوات" توجہ چاہتا ہوں

عزیزانِ گرامی، غور کریں آپ اس منزل کو ذرا کہ یہ صلح نامہ ہوا۔ اور اس صلح نامہ کا پہلا نتیجہ ہوا۔ میں کسی کے جذبات سے کبھی نہیں کھیلتا، میرا مقصدِ تبلیغ یہ ہے، لیکن اگر کوئی فکر انگیز بات کہی جائے اگر کوئی ایسی بات کہی جائے کہ آدمی سوچے تو اس کے اندر بچوں کی طرح جلدی سے روٹھ جانا بھی اچھا نہیں ہے، ہے بات کہ نہیں؟ کہ جاؤ ہم تم سے نہیں بولتے چھٹی، یہ تو کسی پڑھے لکھے آدمی کی شان نہیں ہے، پہلا اثر یہ ہوا صلح کا، پہلا اثر کہ خلافتِ راشدہ کا خاتمہ ہو گیا، تمام مؤرخینِ اسلام بالاتفاق لکھتے ہیں کہ صلح حسنؑ کے دن خلافتِ راشدہ ختم ہو گئی، حکومتِ دنیا شروع ہو گئی۔ صلح حسنؑ جس دن ہوئی اس دن خلافتِ راشدہ ختم ہو گئی اور حکومتِ دنیا کا آغاز ہو گیا، میں کہتا ہوں خطا کس کی تھی؟ بمبئی والے اسمیں پڑے کہ لکھنؤ والے، ختم کس نے کروائی؟ ضرور لکھنؤ اور بمبئی والوں کی شرارت ہوگی اِس لئے کہ اُس زمانے کے سچے مسلمان تو یہ حرکت کر نہیں سکتے، صدرِ اوّل جس کے اندر سارے راوی سارے محدّث سارے مفسّر، سارے بزرگ ہیں، اُن سے تو اس غلطی کا امکان ہے نہیں۔ ضرور یہ لکھنؤ والے گئے ہوں گے یا بمبئی والے، کیوں صاحب؟ راشد کو چھوڑ کر غیر راشد کے ہاتھوں پر بیعت کیا معنی؟ ارے سوچئے تو سہی اگر یہ ہوتا کہ علیؑ کا انتقال ہو گیا، اب کوئی دنیا میں راشد رہا نہیں تو ہم کیا کرتے غیرِ راشد کو نہ چنتے؟

حسنؑ موجود ہیں اور راشد کی بیعت توڑ کے غیر راشد کی بیعت ہو رہی ہے تو جو مسلم سوسائٹی غیرِ راشد کے ہاتھ پہ بیعت کر لے ہم اس سے اسلام کیا لیں دین کیا لیں اور شریعت کیا لیں، "صلوات"، ہمیں اپنے حسنؑ پہ ناز ہے اس لئے ناز ہے کہ حسنؑ مجتبیٰ نے حکومت کو ٹھوکر ماری، مگر غلط کو غلط اور صحیح صحیح کو کہا، حکومت بچانے کیلئے اس راستے کو نہیں چھوڑا جو اُن کے باپ اور نانا کا راستہ تھا، حکومت کیا چیز ہے اس گھر والوں کیلئے جن کو اللہ نے جنّت کی سرداری دی ہو، ان کے واسطے حکومت کیا ہے، جن کو اللہ نے عصمت کا تاج پہنایا ہو وہ دنیا کے اقتدار کو کیا سمجھتے، حسنؑ کا کچھ نہیں بگڑا حسنؑ کی شان میں آج بھی حدیثیں جگمگا رہی ہیں، کیا میں کہوں دنیا والے حسنؑ و حسینؑ سے حکومت نہیں زندگی بھی چھین لیں، دم ہو تو جنّت کی سرداری چھین کے دیکھیں، لیکن ایک بات ضرور دھیان میں رہے کہ کسی بھی ملک میں وہاں کے سردار سے دشمنی لیکے آپ جا نہیں پائیں گے، اگر یہ معلوم ہو کہ یہاں کے سردار کے دشمن ہیں یہ تو بارڈر ہی پہ چیک کرتے ہیں جا نہیں پایئے گا، شائد اسی لئے درِ جنّت پہ علیؑ کھڑے ہوں گے، چیکنگ ہوگی کہ دلمیں محبت لائے ہو کہ نہیں لائے ہو۔

لہٰذا مسلمان دنیا میں جس مصلحت سے چاہے بات کر لے، جنّت جانے کیلئے سوچ لے کہ یہاں چاہے حسنؑ پر تنقید کر لے چاہے حسینؑ پر تنقید کر لے۔ لیکن اگر جنّت میں جانے کی تمنّا ہے تو یہ سوچ لے کہ وہاں حسنؑ و حسینؑ ہی سے سابقہ پڑیگا، پھر اگر یہاں کوئی حسنؑ کو نہیں چاہتا، حسینؑ کو نہیں چاہتا تو قیامت کے دن بھی کہدینا کہ ہم جنّت نہیں چاہتے، "صلوات" یہ ہے منزلِ امام حسنؑ نے صلح کی اور صلح کر کے جہادِ کربلا کے لئے راستہ ہموار کیا، اس سلسلے میں میری ایک بات سمجھ میں نہ آئی کہ بعض لوگوں کے بڑے نام ہیں، مگر اردو میں ایک مثل ہے

نام بڑے درشن چھوٹے بعض وقت تاریخ لکھنے میں ایسی غلطیاں کرتے ہیں
کہ حیرت ہوتی ہے، مصر کے نامور مورخ ڈاکٹر، طٰحہٰ حسین، بڑے پاپولر آدمی ہیں،
اور دانشمندوں میں بڑا نام ہے ان کا، انھوں نے ایک کتاب لکھی،
اَلْفِتْنَةُ الْكُبْرٰى،، جس کا دوسرا حصہ ہے علیؑ اور ان کے بیٹے اس میں
وہ لکھتے ہیں حسنؑ و حسینؑ میں، اختلاف تھا، حسنؑ و حسینؑ میں اختلاف تھا ایک
بھائی نے صلح کی دوسرا بھائی لڑا، اللہ جانے کیسے دانشمند تھے وہ، یا یہ کہ اہلبیتؑ
کے معاملے میں ان کی عقل سلب ہوجاتی ہے، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ ہر بات
سمجھ میں آتی ہے، جب اہلبیتؑ کا مسئلہ آتا ہے تو بالکل دماغ گٹھل ہوجاتا ہے کچھ
سمجھ ہی میں نہیں آتا، شاید ایسا ہی معاملہ ہو کچھ، اس لئے کہ اختلاف تو ہم جب
مانتے، جب ایک طرف حسنؑ صلح نامے پہ دستخط کر رہے ہوتے، دوسری طرف حسینؑ
تلوار چلا رہے ہوتے تو یہ کہتے کہ ٹھیک اختلاف تھا، اگر حسنؑ نے صلح کی اور حسینؑ
نے جنگ اس لئے حسنؑ و حسینؑ میں اختلاف تھا، تو اس سے پہلے توبہ توبہ
سیرتِ رسولؐ میں اختلاف تھا، اس لئے کہ جن کفار سے رسولؐ بار بار لڑے،
انہیں سے حدیبیہ میں صلح کی، تو ایک ہی نے صلح بھی کی اور جنگ بھی کی؟ تو کہئے؟
کچھ ارشاد ہو زبانِ مبارک سے، گھبرایئے نہیں بولئے کہئے کہ سیرتِ رسولؐ میں اختلاف
تھا، تو کہا نہیں مصلحت کا تقاضا تھا کہ صلح کی، اچھا تو مصلحت کا تقاضا ہو تو
رسولؐ صلح بھی کرتے ہیں، اور مصلحت کا تقاضہ ہو تو رسولؐ جہاد بھی کرتے ہیں
تو رسولؐ کی زندگی میں دونوں چیزیں ملیں، جہادِ بدر و احد بھی ہے، صلحِ حدیبیہ
بھی ہے، دونوں شہزادے اپنے نانا کے وارث تھے ایک نے صلح کی وراثت لے
لی ایک نے جہاد کی وراثت لے لی تو آپکو اعتراض کیا،، صلوات،، تو عزیزانِ
گرامی دونوں نے اپنے مقاصد صلح و جہاد سے پورے کر لئے، مقصد کیا تھا حسنؑ کا؟

میں کیا جانوں امام کا مقصد کیا تھا امام جانے، مگر ایک بات میں بھی جانتا ہوں
کہ خلافتِ راشدہ ختم ہوئی علیؑ پر، اس کے بعد کوئی خلیفۂ راشد تو ہوا نہیں، تو اگر
مسلمان واقعاً قابلِ خلافت ہیں تو جبتک پانچواں راشد نہ آجائے سیرتِ علیؑ پر عمل
کرتا رہے جب تو مسلمان ہے،، صلوات،، امام حسنؑ نے صلح کی اور دس سال اپنے
نانا کے روضے کے قریب رشد و ہدایت میں، انسان کو انسان بنانے میں، تعلیمِ دینِ
محمد میں تفسیرِ قرآن میں، تصریحِ حدیثِ رسولؐ میں اپنی حیاتِ مبارک گذاری،
آپ سیرتِ خلق میں، صورت میں اپنے نانا سرورِ کائناتؐ کی شبیہ تھے، آپ کے زمانے
میں صلح نامے کے شرائط پامال ہوتے رہے اور مسلمان دیکھتے رہے، اسلامی
معاشرہ رسولؐ کے بعد جو اہلبیتؑ سے ہٹ گیا تھا اب میرے یہ کل کے بیان کی
تمہید ہے جو آج شروع ہوگئی، اسلامی سوسائٹی جو رسولؐ کے بعد اہلبیتؑ سے منھ
موڑ کے اپنا راستہ الگ ڈھونڈ رہی تھی وہ اس تلاش و جستجو میں اپنے دامن پر
بہت سے مقدسین عصر کے خون کے دھبے لگا بیٹھی، اور بہت سی وعدہ خلافیوں
اور پیمان شکنوں کے داغ لے بیٹھی، یہاں تک کہ حسنؑ دنیا سے رخصت ہوئے
اور اپنے بعد کیلئے امام حسینؑ کی امامت و خلافت اور نیابت کیلئے اسی طرح نص
کر کے گئے جیسے علیؑ نے حسنؑ کیلئے نص کی تھی، اور رسولؐ نے علیؑ پہ نص کی تھی،
اب حسینؑ کا زمانہ تھا۔ اگر حسنؑ و حسینؑ میں اختلاف ہوتا اور یہ مان لیا جائے کہ
تہذیبِ خانوادۂ بنی ہاشم کیوجہ سے بڑے بھائی کی عظمت کے خیال کی وجہ سے
حسینؑ چپ رہ جاتے تو حسنؑ کی شہادت کے بعد فوراً تلوار نکال لیتے، اور اگر آپ
کہیں کہ تلوار نکالنے کا کوئی بہانہ بھی تو ہو، تو سبطِ اکبرؑ کے معصوم جنازے پر
تیروں کی بارش کیا تلوار اٹھانے کیلئے کافی سبب نہ تھا، کیا تلوار اٹھانے کیلئے
یہ سبب نہ تھا؟ مسلمانوں کبھی سوچو کہ رسولؐ کی گود کا پالا، رسولؐ کے پہلو میں دفن

نہ ہونے دیا جائے اور اس کی میت پر تیر برسائے جائیں، حسنؑ کے جنازے میں
تیر پیوست ہوئے اور حسینؑ نے حسنؑ ہی کی پالیسی پر چلتے ہوئے بنی ہاشم کے
شیروں کو روکا، آستینیں اُلٹ گئی تھیں، تلواروں کے قبضے تک ہاتھ پہونچ چکے
تھے، عباسؑ، عباسؑ عبد اللہ ابن جعفر، مسلم ابن عقیل، محمد حنفیہ، ہاشم کا گھرانہ
جوانوں سے خالی نہیں تھا اس وقت بھی، حسینؑ نے سبکو روکا، نہیں! میرے
بھائی کی وصیت ہے خاموش رہو، ماں کے پہلو میں دفن کریں گے، میں ایک
بات سوچ کے یہ روتا ہوں کہ حسینؑ کی قسمت میں سارے مصائب تھے، یعنی
حسنؑ کے جنازے سے تیر بھی حسینؑ نے نکالے، عباسؑ کے لاشے پر بھی حسین گئے،
آدمی اپنے بڑے کی میت اٹھاتا ہے رو رو کے یہ سوچ کے کہ ہمارا چھوٹا ہماری
میت اٹھائے گا، دیکھئے باپ کے مرنے کا بھی غم آدمی کو بہت ہوتا ہے،
ایسی بات نہیں کہ نہیں ہوتا ہے باپ کے مرنے کا غم مگر باپ کی میت اٹھاتا
ہے بیٹا، مگر یہ سوچتا ہے کہ ہمارا بیٹا ہماری میت بھی اٹھائے گا، تو بڑے کی
میت چھوٹا اٹھاتا ہے، رو رو کے اٹھاتا ہے مگر اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کا
چھوٹا اس کی میت اٹھائے گا، ہائے حسینؑ، حسنؑ کی میت بھی حسینؑ اٹھائیں،
قاسمؑ کی میت بھی حسینؑ لائیں، علیؑ کی میت بھی حسینؑ اٹھائیں، علی اکبرؑ کا لاشہ بھی
حسینؑ لیکے آئیں، بس عزیزان گرامی، بقیہ جو کچھ بھی مضمون باقی ہے وہ کل آج
مصائب کی رات ہے، آج آپ حسینؑ کے اٹھارہ برس والے پہ روتے ہیں،
اللہ آپ کے جوانوں کو زندہ رکھے، خدا ہماری بہنوں کی گودیاں ہری بھری
رکھے، لیلیٰ کی گود اجڑ گئی، حسینؑ کا جوان بیٹا شہید ہو گیا، کیسا بیٹا، جو صورت
میں سیرت میں رفتار میں، گفتار میں رسول اللہؐ کی تصویر، ہم قربان ہو جائیں
اس علی اکبرؑ پر، جو شمع امامت کا پروانہ، اور سارے گھر کیلئے ایک تبرک، اس لئے

کہ رسولؐ کی صورت کا تھا، زینبؑ نے اپنے بھتیجے کو خود پالا، نانا کی صورت،
چوڑی پیشانی ویسے ہی جیسے رسول اللہؐ کی پیشانی، زلفوں کے بل وہی جیسے
رسول اللہؐ کے زلفوں کے خم، حسین چہرہ ویسے ہی جیسے رسولؐ کا چہرہ اچھا
کسی کا بیٹا اگر کسی بڑی منزل تک پہونچتا ہے تو عورتیں ماں سے کہتی ہیں بی بی
بڑی خوش نصیب ہیں آپ، آپ کو ایسا بیٹا ملا، مرد باپ سے کہتے ہیں بڑے
خوش نصیب ہیں آپ اللہ نے آپ کو ایسا بیٹا دیا، یہ بات کتابوں میں لکھی
نہیں ہوتی مگر زندگی کی بات ہے، تو یقیناً عورتیں جناب لیلیٰؑ سے کہتی ہوں
گی، بی بی آپکی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ آپ کا بیٹا تو رسول اللہؐ کی صورت ہے
ہو سکتا ہے کوئی حسینؑ سے بھی کہتا ہو آپ کو تو اللہ نے بڑا تحفہ دیا، رسولؐ کی
تصویر آپ کو دیدی، ہائے جب ماں کا بیٹا بچھڑ گیا ہوگا، ہائے ہائے، ہاں
عزیزان گرامی چند منٹ مصائب سنئے، رونے رلانے کی رات ہے، جب کوئی
نہ رہا علی اکبرؑ آئے کہا بابا مجھے اجازت دیجئے، کہا بیٹا فی الحال اہل حرم سے
رخصت ہو لو، شہزادہ خیمے میں گیا، کیونکر رخصت ہوا یہ مجھے نہیں معلوم، مجھے اتنا
معلوم ہے جب نکل رہے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے بھرے گھر سے جوان کا جنازہ
نکل رہا ہے، باپ کے سامنے آئے باپ نے آراستہ کیا بیٹا مقتل میں گیا
بڑی شان کا جہاد کیا، اک نامی پہلوان سامنے آیا، جناب لیلیٰؑ در خیمہ پر امامؑ
کا چہرہ دیکھ رہی تھیں، اک مرتبہ چہرے پر آثار تغیر آئے، کہا کیوں مولا میرا علی
اکبر زخمی ہو گیا کیا؟ کہا نہیں لیلیٰ اک پہلوان آیا ہے مقابلے کیلئے، دیکھئے کربلا
کی لڑائی کا اصول سمجھئے موت سے انکار نہیں ہے مگر ایک ایک کی لڑائی میں
علیؑ اکبر نہ مارے جائیں ورنہ بنی ہاشم کی شجاعت پہ حرف آئیگا، مرجانے سے
انکار نہیں ہے، مگر اس وقت موت نہیں چاہیئے اس کے ہاتھ سے، اب سمجھے

آپ کربلا کیا شئے ہے، کہا لیلیٰ خیمے میں جاؤ ماں کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہے
یہ میرے نانا کا ارشاد ہے، بی بی لیلیٰ خیمے میں گئیں، ہاتھ اٹھائے، دعا شروع کی
اے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے ملانے والے میرے علیؑ اکبر کو مجھ سے ملادے، دعا قبول
ہوئی، علیؑ اکبر آئے باپ سے پیاس کی شکایت کی اور اس کے بعد پھر واپس چلے
گئے، اب درخیمہ کا منظر بدلا ہوا ہے، اب لیلیٰؑ درخیمہ پر نہیں ہیں، مجھے نہیں معلوم
کہ امامؑ نے خود واپس بھیج دیا۔ یا علی اکبر ماں سے کہتے گئے کہ اب دعا نہ کیجئے گا
یہ مجھے نہیں معلوم، مجھے اتنا معلوم ہے کہ حسینؑ درخیمہ پر اکیلے جیسے کسی انتظار
میں کھڑے ہیں، اک دفعہ ایک آواز آئی یا اَبَتَاہ عَلَیکَ مِنّی السَّلام اے بابا میرا
سلام، حسینؑ چلے، یا علیؑ، یا علیؑ۔ پہونچ گئے علیؑ اکبر تک، علی اکبرؑ سینے پہ برچھی
کھائے، باپ بیٹے کے سامنے بیٹھ گیا، کیوں دوستوں اللہ آپ کے جوانوں کو
سلامت رکھے، بوڑھا باپ بیٹے کے سرہانے بیٹھا ہے، سینے میں ٹوٹا ہوا برچھی کا پھل
ہے، بیٹے کی تکلیف کا اندازہ باپ کو ہے، اے حسینؑ آپ پر لاکھوں سلام، اک دفعہ
علیؑ اکبر کو دیکھا آسمان کو دیکھا اپنی تنہائی کو دیکھا آستینیں الٹیں، ایک ہاتھ زمین
پر ٹیکا، ایک ہاتھ سے برچھی کا پھل پکڑا۔ بسم اللہ و باللہ سینے سے خون کا فوارہ
نکلا علی اکبر کی آنکھیں بند ہوئیں، حسینؑ نے منھ پر منھ رکھ دیا اے میرے لال اکبر
اَجرُکُم علی اللہ، علی اکبرؑ سدھار گئے، اٹھارہ برس کا جوان زمین پر پڑا ہے، بوڑھا
باپ اکیلے بیٹھا ہے، خیمے میں ماں بہن اور پھوپھیاں تڑپ رہی ہیں اس میّت
کو وہاں تک جانا ہے یہ اکیلے آدمی سے کیسے جائے گی" اک مرتبہ حسینؑ میّت پہ جھکے
سینے سے سینہ ملایا اب جو کھڑے ہوئے تو لاشے کو لئے ہوئے چلے درخیمہ پر پہونچے
زینب کبریٰ نکلیں، ارے مرا لال ارے میرا علی اکبرؑ اے میرے گود کا پالا،
واکبرا، واعلیا، و فاطمتا، وامحمدا، علی اکبر رخصت ہوگئے"

(الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین)

دسویں مجلس

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَام ہ

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ یقیناً دین اللہ کے نزدیک
اسلام ہے، میں اپنے آغاز بیان سے پہلے دو حوالے مجھ سے پوچھے ہیں مجلس
کے سلسلے میں وہ عرض کردوں اس کے بعد میں اپنا بیان شروع کردوں گا
ایک صاحب نے یہ پوچھا کہ آپ نے نہج البلاغہ کو کوڈ کیا ہے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں
نہج البلاغہ سید رضی نے لکھی ہے مولائے کائناتؑ کی نہیں ہے، تو اس کا جواب
یہ ہے کہ بہت سی کتابیں اس مضمون پہ لکھی جاچکی ہیں کہ نہج البلاغہ مولا علیؑ کا
کلام ہے وہ ان کتابوں کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جس کے اندر اردو زبان میں
منہاج نہج البلاغہ، موجود ہے رہ گیا کہ وہ اس لئے نہیں کہہ رہے ہیں کہ اسے
سید رضی نے ترتیب دی ہے، بلکہ کچھ دشمنانِ اسلام یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ
قرآن اللہ کا کلام نہیں اسے محمدؐ نے لکھ لیا ہے، تو اب نہ ان کے کہنے سے قرآن
اللہ کلام نہیں رہ جائے گا ان کے کہنے سے نہج البلاغہ علیؑ کا کلام نہ رہ جائے
گی ورنہ ہمارے علماء اسے ثابت کرچکے ہیں اب یہ کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے
دوسری بات کا اک حوالہ پوچھا تھا ایک صاحب نے کہ اذان میں علیؑ ولی اللہ
جو میں نے پڑھا تھا اس کا حوالہ کس کتاب سے ہے؟ تو اس کا حوالہ یاد کرلیجئے
کتاب الفقہ انیسویں جلد لکھی ہوئی آیت اللہ سید محمد شیرازی کی اور اذان کی
بحث ہے، اس کے اندر یہ روایتیں موجود ہیں" صلوات" آپ کی خدمت میں

جو میں نے موضوع شروع کیا تھا میں ممنون ہوں کہ آپ نے بڑی توجہ کے ساتھ اسے سماعت فرمایا۔ اور آج ہمیں اس مضمون کو تمام کر دینا ہے، کل میرا سلسلۂ کلام امام حسنؑ کی ذاتِ اقدس تک آیا تھا، حسنؑ دنیا سے سدھارے اور حسینؑ کو اپنا جانشین معین کر کے گئے، بحکمِ خدا، کون حسینؑ، رسولؐ کی گود کے پالے حسینؑ، رسولؐ کی زبان چوسنے والے حسینؑ، رسولؐ کے دل کی تمنا حسینؑ جنت کے شہزادے حسینؑ، رسولؐ کے دوش کے سوار حسینؑ، جنکے لئے حضور نے کہا حُسَیْنٌ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن، وہ حسینؑ جن کی روٹیاں سورۂ دہر آنے میں شریک ہوئیں وہ حسینؑ، جو شریکِ چادرِ تطہیر وہ حسینؑ، جو محافظِ دینِ اسلام وہ حسینؑ، وہ حسینؑ کہ جب پیدا ہوئے تو رسولؐ بیٹی کے گھر میں آئے اور اُمِّ ایمن سے کہا کہ لا میرے بچے کو لا، اُمِّ ایمن نے گھبراہٹ میں یہ کہدیا کہ ابھی تو میں نے پاک بھی نہیں کیا تو تیور بدل گئے، کہا تو اُسے کیا پاک کریگی جسے خدا نے پاک کر کے بھیجا معلوم ہوا کہ حسینؑ وہ ہیں کہ جو دنیا میں آئے تو اس شان سے اب اصول یاد رکھئے کہ نجاست ہمیشہ طہارت کی دشمن ہوتی ہے، جو دشمنِ حسینؑ ملے یقین مانئے کوئی نجاست ضرور ہے جبھی تو حسینؑ کی دشمنی'' صلوات''، حسینؑ پروردۂ آغوشِ رسالتؐ، حسینؑ شہزادۂ جنت حسینؑ رسولؐ کی زبان چوس کر بڑھنے والے حسینؑ وہ جس کو مباہلہ میں خدا نے فرزندِ رسولؐ کہا، وہ حسینؑ حسنؑ کے بعد دین کی قیادت سنبھالتے ہیں اور دس سال اسی روش پر قائم رہتے ہیں جو ان کے بھائی کی روش تھی، اور اس طریقے سے ان لوگوں کو منھ توڑ جواب دیتے ہیں جو کہتے ہیں حسنؑ و حسینؑ میں اختلاف تھا، اگر حسنؑ و حسینؑ میں اختلاف ہوتا تو حسینؑ دس سال وہ زندگی نہ گذارتے جو حسنؑ نے گذاری، دس سال کے بعد تاریخ اسلام ایک نیا موڑ لیتی ہے، شام کا حاکم اپنے بیٹے کی

ولیعہدی صلح نامہ کے شرائط کے خلاف مستحکم کرتا گھومتا ہے یہاں تک کہ اک وقت وہ بھی آتا ہے کہ جب تختِ اقتدار پر یزید کے قدم آتے ہیں، اور حسینؑ کے سامنے سوالِ بیعت رکھا جاتا ہے، میرے دوستو! آج میری آخری تقریر ہے زندہ رہے تو انشاء اللہ کل پھر ملاقات ہوگی، لیکن آج میرے پاس وقت بھی بہت تنگ ہے، اور دوسری مجلسوں کے خیال سے ہو سکتا ہے میں پورے ایک گھنٹہ نہ پڑھوں، لیکن میرے ہر ہر جملے کو آپ پوری توجہ سے سنیں گے اس لئے کہ نو مجلسوں کا خلاصہ ہے آج کی میری یہ مجلس، حسینؑ کے سامنے بیعتِ یزید آتی ہے سارے مسلمان جو میری آواز سن رہے ہیں یا آج کے کسی وقت بھی اس کی کیسٹ سنیں اُن سب سے میرا کہنا ہے کہ پہلے یہ فیصلہ کرو کہ محمدؐ کے وفادار ہو یا کسی اور خاندان کے، پہلے بنیادی بات زبان سے نہیں دل سے طے کرو، اس لئے کہ اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ زبان دل کا ساتھ نہیں دیتی پہلے دل سے یہ طے کرو کہ محمدؐ کے وفادار ہو یا کسی اور خاندان کے، دوسری بات یہ ہے کہ محمدؐ کے مقابلے میں اگر کوئی آئے تو قابلِ عزت ہے کہ نہیں؟ قابلِ احترام ہے کہ نہیں، قابلِ تعظیم ہے کہ نہیں؟ چاہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، کیا محمدؐ کے سامنے آنے کے بعد کسی کی بڑائی کسی کا عہدہ، کسی کا رتبہ کسی کی شخصیت باقی رہے گی؟ اگر رہے گی تو پھر اسلام کو چھوڑ ہی دو تو اچھا ہے۔ اور اگر محمدؐ کے سامنے آنے کے بعد، کسی کی شخصیت باقی رہیگی تو خدارا یہ نہ کہنا کہ وہ بزرگ تھے وہ صحابی تھے وہ حافظ تھے وہ قاری تھے'' صلوات'' یا تو ساری تاریخیں دریا میں ڈال دی جائیں یا تو ساری کتابیں ختم کر دی جائیں ورنہ جبتک قرآن رہے گا اس وقت تک اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ کا لفظ رہیگا، پوچھئے علماء سے کہ محمدؐ اَبْنَاءَنَا میں کسے لے گئے، حسینؑ مباہلے کے بعد علیؑ کے نہیں محمدؐ کے

بیٹے ہیں، محمدؐ کے بیٹے کی موجودگی میں جو ابوسفیان کے پوتے کے ہاتھ پر بیعت
کرے ''صلوات،، سنئے حسینؑ کو قرآن نے ابنِ رسول کہا ہے، یعنی رسولؐ کا بیٹا
اور رسولؐ کے بیٹے کی موجودگی میں پوری اُمتِ مسلمہ تھوڑے سے لوگوں کو
چھوڑ کے ابوسفیان کے پوتے کے ساتھ تھی' رسولؐ نے حسین کیلئے کہا ہے حُسینٌ
مِنّی ''حسین مجھ سے ہے اور کہا ہے یہ سردار ہے جوانانِ جنت کا جنّت کے سردار کو
چھوڑ کے اُمت کدھر گئی؟ اب آپ مجھے بتایئے کوئی تیسرا گھر تو ہے نہیں'' صلوات
ارے اب کس دن سمجھ میں آئیگا، اب اس کے آگے محشر میں سمجھ میں آئیگا،
رسولؐ کے بیٹے کو چھوڑ کے، دیکھئے ایک بات میں عجیب کہنے جارہا ہوں، میں پڑھ
رہا ہوں یہاں بالکل پڑھ رہا ہوں یہاں لیکن میرے پڑھنے میں آپ کا کوآپریشن
شامل ہے' آپ آتے ہیں تو میں پڑھتا ہوں، اگر آپ نہ آئیں تو کیا میں
دیواروں کو سناؤں گا؟ کیا مسجد کے ستونوں کو سناؤں گا؟ تو یہ تو سہی ہے
کہ میں پڑھتا ہوں، مگر پڑھتا اس لئے ہوں کہ آپ سنتے ہیں تو اگر یہ کوئی
ثواب ہے تو میرے ساتھ آپکو بھی ہے، اگر آپ سننے آنا چھوڑ دیں، میں پڑھنے
آنا چھوڑ دوں، یزید خراب، بُرا، بدتر، بڑے بڑے کیسوں میں جو سازش کے
چلتے ہیں، اس میں ہوشیار وکیل یہ کرتا ہے کہ ایک کو پھنسا کے سب کو بری
کروا دیتا ہے، کہا ایک کو پھنساؤ باقی سب بچ جائیں گے ورنہ سب سزا پائیں
گے یہی قتلِ حسینؑ کے کیس میں کیا مسلمانوں نے' کہ یزید کی بلی چڑھا کے سب کو
بچالو'' صلوات، سنئے یہی کیا مسلمان نے کہ یزید بُرا یزید بدتر یزید خراب، ہم کہتے ہیں
اکیلا خراب یزید، کیا طاقت رکھتا تھا کہ وہ حسینؑ سے بیعت لے، جبتک پوری
سوسائٹی نے اس کو سپورٹ نہیں کیا، کہا ارے اطہر صاحب بڑے جوش میں
پڑھتے ہیں، اچھا جوش میں مجمع بھی تو آتا ہے، اور پانچ آدمی ہال میں بیٹھے

ہوئے ہوں، کہاں سے آئیگا جوش، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید بُرا یزید
خراب ان کیلئے کیا ارشاد ہے جنہوں نے بیعت کی تھی اس کے ہاتھ پر، یہ ایک
کی بات نہیں ہے، یہ پوری سوسائٹی اور سماج کی بات ہے، اور یہ سماج رسولؐ
کے چودہ سو برس بعد کا سماج نہیں تھا، رسولؐ کے پچاس برس کے اندر
کا سماج تھا، جس میں صحابہ تھے، جس میں تابعین تھے، جس میں راویانِ علم
تھے، جس میں قاریانِ قرآن تھے اور یزید تختِ اقتدار پر، تو رسولؐ کے پچاس
برس کے اندر یزید کے ہاتھ میں پاور آگیا، خالی اتنا کہہ دینے سے ذمہ داری
ختم نہیں ہوگی کہ یزید خراب تھا، جنہوں نے یزید کو قدرت دی کہ وہ حسینؑ
سے بیعت مانگے، ان کیلئے کیا فرماتے ہیں؟ جی؟ آج؟ سنئے، ہم اپنے اماموں
کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں تو معصوم کہتے ہی ہیں، تاریخ میں بھی
کئی بار امامت کی خطا نہ بتائی، جو علیؑ سے لڑے کسی نے نہ کہا خطا علیؑ کی
بلکہ خطائے اجتہادی، حسنؑ نے صلح کی، تو کسی نے نہ کہا خطا حسنؑ کی بلکہ خلافت
راشدہ اس دن ختم ہوئی جس دن حسنؑ نے صلح کی، معلوم ہوا کہ اب علیؑ کو
تاریخ نے راشد بے خطا لکھا، حسنؑ کو تاریخ نے راشد لکھا، اب کوئی کہے کہ علیؑ
اس لئے بے خطا کہ خلیفہ تھے اور جو اس سے ٹکرائے وہ خلیفہ نہیں تھے اس
لئے حق علیؑ کا، تو یزید خلیفہ تھا، حسینؑ خلیفہ نہیں تھے اب کہو حق کس کا
'' صلوات''، تو تاریخ میں بے خطا کیرکٹر اگر ملیں گے تو علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، تو
ان کے ہوتے ہم اسلام کی رہبری کیلئے دوسروں کو کیوں چنیں اور میں تو
اک سیدھی سی بات جانتا ہوں کہ تاریخ لکھتی ہے کہ جنہوں نے اسلام
میں یزید کی بیعت کر لی، جنہوں نے مطلب سمجھے آپ؟ یعنی سب مسلمانوں نے
شام والوں نے، مصر والوں نے حجاز والوں نے اور جہاں جہاں حکو

کا پھیلاؤ تھا سب نے یزید کی بیعت کر لی، یزید کی بیعت حسینؑ نے نہیں کی، اگر سبھوں کی بیعت سے یزید خلیفۂ برحق ہو گیا تو ایک حسینؑ کے کرنے نہ کرنے سے فرق کیا پڑتا ہے؟ اور جب حسینؑ نے بیعت نہیں کی تو لڑائی ہوئی' آج جمہور اسلام یہ کہتا ہے کہ یزید باطل پر حسینؑ حق پر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حسینؑ اور جمہور تُلے تو حسینؑ بھاری نکلے جمہور ہلکا نکلا، تو ہم اس جمہور کو لیکے کیا کریں جو یزید کے ہاتھوں بکا ہوا ہو، صرف حسینؑ کو کیوں نہ لے جو یزیدیت کو ختم کر دے "صلوات"، توجہ آج تاریخ عجب موڑ پر آ گئی' حسینؑ نے کہا کہ میں ہدایت کا وہ آفتاب بن جاؤں گا کہ اب کسی کو کہنے کی یہ گنجائش نہ رہے کہ روشنی کم تھی، روشنی کم تھی ہمیں سجھائی نہیں دیا، رات میں پانچ سو نمبر کا بلب لگا دے کاغذ دیا پڑھنے کو کہا ہمیں نظر نہیں آ رہا ہے، صبح نماز کے بعد پھر دیا کاغذ پڑھنے کو کہنے لگے کہ نظر نہیں آ رہا ہے، بارہ بجے دن کو جب سورج بالکل سر پہ تھا دھوپ میں وہی کاغذ دیا پڑھنے کو کہنے لگے کہ نظر نہیں آ رہا ہے - اب روشنی کم نہیں ہے بلکہ آنکھیں خراب ہیں اور اب روشنی اس سے تیز ممکن نہیں ہے، بارہ بجے دن کو آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا نہیں، سورج پوری طاقت سے چمک رہا ہے کہا نظر نہیں آ رہا ہے، کہا آنکھیں خراب ہیں روشنی کی کمی نہیں ہے، علیؑ نے روشنی ڈالی کہا کہ نظر نہیں آ رہا ہے، حسنؑ نے روشنی ڈالی نظر نہیں آ رہا ہے، حسینؑ کربلا کی دوپہر میں آئے اب بھی نظر نہ آئے تو آنکھیں خراب ہیں، صلوات، "سنئے ایک اس پچاس برس میں کیا ہوا، تو اس پچاس برس میں یہ ہوا کہ جب دنیا نے اہلبیتؑ کو چھوڑا، اور دنیا میں رسولؐ کے بتائے ہوئے میٹر کو ترک کیا اور مولائے کائناتؑ سے منھ کو موڑا تو علیؑ کے مقابلے میں اجماع آیا - علیؑ کے مقابلے میں شوریٰ آیا، یعنی کمیٹی، علیؑ کے مقابلے میں شوریٰ

آیا، یعنی کمیٹی، علیؑ کے مقابلے میں استخلاف آیا حسنؑ کے مقابلے میں قہر و غلبہ آیا، علماء نے لکھا جو قہر و غلبہ سے ہو جائے وہ بھی خلیفۂ برحق، تو مسلمانوں میں خلیفہ سازی کے چار اصول بنے، یا اجماع سے بن جائے، یا استخلاف سے بن جائے یا شوریٰ سے بن جائے' یا قہر و غلبہ سے بن جائے جس طرح بنے صحیح یزید پر چاروں اصول پورے اترتے ہیں، اجماع بھی اس پر ہوا، استخلاف بھی اس کیلئے ہوا، شوریٰ بھی اس کیلئے ہوا، قہر و غلبہ بھی اس کیلئے ہوا حسین انتظار میں تھے کہ ایک پر چاروں اصول جمع ہو جائیں' ایک وار میں سب کے سب ختم ہو جائیں" صلوات کہاں ہے دنیا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیوں نہیں کہتے کہ یزید حق پر تھا، کیوں نہیں کہہ دیتے کہ حق پر تھا، شرمانہ کا ہے کا، کیا ہم سمجھتے نہیں؟ کیا ہم پہچانتے نہیں' لبوں پہ سیدنا حسینؑ ہے دلوں میں الفتِ یزید ہے، پتہ کیسے لگتا ہے' پتہ ایسے لگتا ہے کہ حسینؑ کے سلسلے میں جو کام ہو اس پر اعتراض' ماتم کیسا؟ رونا کیسا؟ سبیل کیسی؟ پھریرا کیسا؟ عَلم کیسا؟ تعزیہ کیسا؟ سیدنا حسینؑ ہمارے' یہ کیا ہے میاں؟ یہ عزاداری پہ اعتراض کیوں ہے کیوں؟ سارا اسلام یہیں پہ کیوں، سارے دین کا درد یہیں پہ کیوں؟ نیاز کا شربت کیا معنے اگر واقعاً معنیٰ نہیں معلوم ہے تو ہم سمجھائے دیتے ہیں' شربت کیا ہے؟ یزید نے حسینؑ کو تین دن پیاسا رکھا تھا ہمیں اس پیاس کا غم ہے' آج حسینؑ تو نہیں ہیں جو ہم انہیں پانی پلائیں تو ہم ان کے نام پہ پانی پلاتے ہیں یہ ہے شربت، پھر او نیاز کیا ہے؟ یزید نے تین دن حسینؑ کو بھوکا رکھا تھا، آج حسینؑ تو ہیں نہیں جو ہم انہیں کھانا کھلائیں ہم ان کے نام پر کھلاتے ہیں' یہ ہے نیاز، ماتم کیا؟ یزید نے حسینؑ کی بہنوں کو ماتم نہیں کرنے دیا تھا، آج ہم ان کی یاد میں ماتم کرتے ہیں' یہ ہے

ماتم، عَلم کیا؟ یزید کے لشکر والوں نے حسینؑ کے علمدار کو مار ڈالا تھا لہٰذا ہم عَلم
اٹھاتے ہیں، یہ ہے عَلم، رونا کیا؟ جس کو جس سے محبّت ہے اس کی شہادت پر
روتا ہے، ہمیں حسینؑ سے محبت ہے
لہٰذا ہم روتے ہیں، اب آپ سمجھے کیا، کیا کا جواب ملا؟ کیا، سمجھ میں آیا،
اب اگر اس کے بعد بھی کچھ ہے، تو سرکار فرما گئے ہیں روکر کہ حسینؑ کے غم میں رونا
میری سُنّت ہے، یزید تو بُرا تھا، حسینؑ اچھے تھے، مگر اتنا ہر سال رونا پیٹنا
کیوں؟ خوشی مناؤ، وہ بڑے درجے پر پہونچے عید مناؤ، انھوں نے اسلام
کو بچایا، اسلام زندہ ہوگیا، عاشور کا دن تو عید کا دن ہونا چاہیئے؟
آپ کیا دنیا میں نہیں رہتے کہیں اور رہتے ہیں؟ ہندوستان میں میرے
سامنے کتنی مثالیں ایسی ہیں کہ جنگ کے زمانے میں کسی گھر کا کوئی لڑکا مادرِ
وطن پہ قربان ہوا، تو جب نیوز آئی تو گھر میں کہرام مچا، پھر اس کے بعد معلوم
ہوا کہ اس لڑکے نے ایسی بہادری کے کام کئے تھے کہ اس کو پریسیڈنٹ ایوارڈ
ملیگا، تو وہ تو مر گیا جو ایوارڈ لینے والا تھا، کہا اس کا باپ جائیگا، اس کی
ماں جائیگی، اس کی بیوہ جائے گی، کیا آپ نے ٹی وی پہ وہ تصویری
نہیں دیکھی ہیں کہ آنکھوں میں آنسو، ہاتھ میں ایوارڈ، ایوارڈ ملنے کی خوشی ہے
مگر دوست کے بچھڑنے کا غم ہے، بس آپ سمجھ لیجئے، آنکھوں میں آنسو ہاتھ میں عَلم
، صلوات آنکھوں میں آنسو ہاتھ میں عَلم، دیکھئے غم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک روتا
ہے انسان سر فخر سے اونچا ہے، شرمندگی نہیں ہے، ہم حسینؑ پر ماتم کرتے ہیں
شرمندہ نہیں ہوتے، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض چہروں پر شرمندگی کی
زردی کیوں ہے؟ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اتنے بڑے بڑے مجمع میں اہلبیتؑ
کی اسیری کے قصّے سناتے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی پاک بیبیوں کے قید

ہونے کے واقعات مجمعِ عام میں پڑھتے ہو؟ ہندوستان کی آزادی کو ابھی
زیادہ زمانہ نہیں گذرا، مجھ کو اور میری عمر کے لوگوں کو ۱۹۴۷ء سے پہلے کا پیریڈ
یاد ہوگا۔ کتنے تھے جو جیل میں رہے، کتنے تھے جنھوں نے پولس کی مار کھائی، بعد
میں جب ملک آزاد ہوا تو منتری ہوئے، جاگرفی لکھی گئی تو لکھا گیا اتنے دنوں
جیل میں رہے، فلاں تھانے پر فلاں انسپکٹر نے ان کو مارا، فلاں جگہ قیدِ تنہائی
ہوئی، آپ کو یہ شرم نہیں آتی؟ ارے پٹے تھے مگر تھانے پر لکھدیا کتاب میں، پولس
لاٹھی چارج میں مار کھائی سر میں سات ٹانکے لگے اور تصویر چھاپ دی کتاب
میں، تین برس دلّی لال قلعے کی جیل میں رہے، احمد نگر کے قلعے میں بند
رہے شرم نہیں آئی چھاپ دیا، تو ان نیتاؤں نے کہا شرم کس بات کی؟
کوئی ہم چوری میں گئے تھے، ہماری قید نے ملک کو آزاد کیا ہے، ہمیں اپنی
قید پہ ناز ہے، بس، سُنئے اہلبیتؑ کی اسیری نے اسلام کو آزاد کیا ہے، شرمائیں
وہ جو ظلم و کفر میں پکڑے جاتے ہیں" صلوات"، سُنئے، حسینؑ رسولؐ کا بیٹا، مت
رسولؐ کا خون رسولؐ کا گوشت، رسولؐ کی آواز، رسولؐ کا انداز، کہا صبحِ قیا
تک کا فیصلہ کل اس لڑائی میں ہو جائے، تاکہ اس کے بعد کی جو تاریخ ہو،
وہ اگر حق کو سمجھنا چاہے تو کربلا کے آفتاب کی روشنی میں آجائے حق سمجھ میں
آجائے گا، اور اگر کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے تو دیکھئے اس کا کوئی علاج نہیں ہے
دیکھئے اگر آدمی کی آنکھوں میں بیماری ہے تو آپ اُسے لیجائیے آنکھوں کے ڈاکٹر
کے پاس وہ علاج کردے گا، اور ٹھیک بھی ہو سکتا ہے وہ، لیکن اگر بنا ہوا
اندھا ہو محض بھیک مانگنے کیلئے آنکھیں بند کرکے بیٹھتا ہے سڑک پر تو اس کا
علاج کہاں سے ہوگا؟
آپ بتائیے، بھئی بنے ہوئے اندھے کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس ہے؟ مجھ

بتایئے ؟ بس اسی طرح میں نے تاریخ کا تجزیہ کردیا، جن کے دل میں واقعاً جذبہ ہے ان کو حق نظر آجائیگا، لیکن جو بنے ہوئے اندھے ہیں" صلوات"
آج ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے واقعۂ کربلا کو یزید حسینؑ سے بیعت مانگ رہا تھا، حسینؑ نے بیعت سے انکار کر کے سر دے دیا۔ سر دیدینا کوئی بڑی بات نہیں ہے، مگر جس طریقے سے حسینؑ نے سر دیا اس کی مثال ہی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن کا اخبار پڑھیئے کبھی پانچ آدمیوں کے مرنے کی خبر، کبھی سو آدمیوں کے مرنے کی خبر، کبھی ہزار آدمیوں کے مرنے کی خبر، انسانی جان کی قیمت نہیں ہے میرے دوستو جان کی کبھی قیمت نہیں ہوتی ہمیشہ کوالٹی کی قیمت ہوتی ہے، آپ یاد رکھیئے روز بہتر سے زیادہ آدمی دنیا میں مرتے ہیں، مگر کسی کو یاد بھی نہیں رہتا، حسین نے بہتر قربانیاں دی ہیں مگر ساڑھے تیرہ سو برس سے دنیا ماتم کر رہی ہے" کوالٹی کی قیمت ہے معیار کی قیمت ہے، یہ کوالٹی تھی کربلا والوں کی، حسینؑ نے اپنے ساتھ بہتر لیئے، لیکن وہ بہتر نہیں تھے، پتہ نہیں وہ بہتر ارب، پتہ نہیں وہ بہتر کھرب انسان تھے، کتنے تھے وہ اس کو بس حسینؑ سمجھ سکتے ہیں یا حسینؑ کا پروردگار۔ اور لے گئے مقابلے کیلئے کہ آؤ میدان میں، اور تاریخ کے اندر صبح قیامت تک یہ چیز یاد گار رہیگی، کھلا ہوا انکار بیعت، میں بیعت نہیں کروں گا، مدینے سے مکے آگئے، مکہ حرم خدا ہے، یعنی حسینؑ خدا کی پناہ میں آئے، مگر ظالموں نے مکہ میں بھی حسینؑ کیلئے قاتل بھیجے، تو حسینؑ کا مکہ سے بڑا پرانا رشتہ تھا تھا، کعبہ حسینؑ کے بڑے دادا کا بنوایا ہوا، کعبہ میں لاالٰہ الا اللہ کہنے والے حسینؑ کے نانا، کعبے میں پیدا ہونے والے اس کو بتوں سے پاک کرنے والے حسینؑ کے باپ، چلے آئے حسینؑ، کعبے میں، کربلا میں آکے ٹھہرے، دوسری کو نہیں لڑے،

تیسری کو نہیں لڑے، چوتھی کو نہیں لڑے، پانچویں کو مقابلہ نہیں کیا، چھٹی کو مقابلہ نہیں کیا، ساتویں سے دشمن نے پانی بند کیا، تو حسینؑ اگر طاقت سے نہیں ڈرتے تو تکلیف سے تو ڈریں گے ؟ حسینؑ تو حسینؑ تھے کسی بچے نے بھی نہ کہا مولاؑ بیعت کر لیجئے بہت پیاسے ہیں، ساتویں سے نویں تک پانی بند رہا، عاشور کو شہادت ہوئی، اسیروں کا قافلہ شام تک گیا، مسلمان سب دیکھتے رہے، مسلمان سب سنتے رہے، مسلمان موجود رہے، کھانا کھاتے رہے پانی پیتے رہے یزید کے انعامات کی آس لگائے بیٹھے رہے، ہاں ایک آواز ہمیں ضرور ملی یزید کے دربار میں ایک سفیر نے جو عیسائی تھا، کھڑے ہو کے پرستش کی کیا کہ تمہارے نبی کا نواسہ اور تم نے مار ڈالا ؟ یعنی مسلمانوں تم پر حیف کہ عیسائی کہے تم سے اور تمہیں شرم نہ آئے، اب اگر اب بھی نہ سمجھو تو خدا کی دھتکار کہ برسوں سے عیسائی تم پر حکومت کرتے آئے ہیں اور تم ان کے غلام بنے بنے گھوم رہے ہو یہ دھتکار ہے آلِ محمدؑ کو چھوڑ دینے کی" صلوات" اب بھی سنئے مسلمان آج بھی یہودیوں کے سامنے ذلیل ہو رہا ہے جس کو یقین نہ ہو وہ اخبار پڑھ لے، دوسری طرف عیسائی ملک ہیں جو اپنی انگلیوں پر نچاتے ہیں، یہ اس اُمتِ مسلمہ کو کیا ہو گیا جو عیسائیوں کے ہاتھوں بھی ذلیل ہو رہی ہے یہودیوں کے ہاتھوں بھی، توجہ، ارے یہ تو رسولؐ کے زمانے میں تھا، خیبر میں بھی یہودی تھے، مباہلہ میں عیسائی جب تک اہلبیتؑ نہ آگئے نہ خیبر فتح ہوا نہ مباہلہ، صلوات،" آپ دیکھیں کہ حسینؑ نے اپنی شہادت سے ایک نور کا منارہ بنا دیا، اور کہدیا یا اِدھر آؤ یا اُدھر جاؤ، اب ساڑھے تیرہ سو برس سے دنیا دو لشکروں میں بٹ گئی ہے کچھ لشکرِ یزید میں ہیں، کچھ لشکرِ حسینؑ میں ہیں، پتہ کب چلتا ہے جب محرّم آتا ہے، یزید کے لشکر والے اپنے کیمپ میں چلے جاتے

ہیں، حسینؑ کے لشکر والے اپنے کیمپ میں آجاتے ہیں، ہر سال محرّم آتا ہے،
حسینؑ کے عزادار خون میں نہائے ہوئے اَلسَّلَامُ علیکَ یا ابا عبداللہ، یہ
سوگوار قوم آپکو سلام کرتی ہے، ہمارا اسلام قبول کیجئے، کئی دنوں کے تھکے ہوئے
صبح سے جاگے ہوئے شام سے لیکر اسوقت تک ماتم کئے ہوئے، سینے فگار،
سر زخمی، خون میں تر بہ تر، ارے کیا ہوگیا تمہیں؟ کہا سیدہ کا لال خون میں ڈوب
گیا، سوگوارو تم کو معلوم ہے، شب عاشور آگئی، دنیا ہماری مجلسوں میں
آکے دیکھے آج حسینؑ کو یہ مجمع رخصت کرنے آیا ہے سب حسینؑ کو الوداع کہنے
آئے ہیں سیدہؑ کے لال خدا حافظ، کل تک علی اکبرؑ کا ذکر ہوا، آج مجلسوں
میں حسینؑ کا تذکرہ ہوتا ہے، روایت میں ہے کہ جب علی اصغرؑ کی تربت بھی
بنالی تو اک مرتبہ آہستہ آہستہ درِ خیمہ کیطرف بڑھے عجب حال تھا حسینؑ کا سر سے
پاؤں تک خون میں ڈوبے ہوئے، چہرے پر علی اصغر کا لہو، کپڑوں پہ علی اکبر کا
لہو، ہاتھوں میں خاک تربت جناب علی اصغرؑ، درِ خیمہ پر آئے یا زینب ویا
ام کلثوم یا سکینہ ویا رقیہ علیک منی السلام اے زینبؑ اے ام کلثوم اے
سکینہ اے رقیہ تم سب کو میرا سلام، خیمے سے رونے کا شور اٹھا، حسینؑ
خیمے میں گئے، بیمار بیٹے کے سرہانے بیٹھے، بڑی دیر کچھ باتیں کرتے رہے،
ہم نے وہ باتیں نہ سنیں، تاریخ نے صرف اتنا سنا کہ جب اٹھنے لگے تو یہ
کہتے ہوئے اٹھے کہ بیٹا جب قید سے چھوٹ کے جانا میرے دوستوں کو میرا
سلام کہدینا، اور کہنا کہ جب پانی پینا تو میری پیاس یاد کرلینا، اور اب جو
آگے بڑھے تو بہن کو بلایا، کہا بہن میرے پرانے کپڑے دیدو اک پرانا
لباس دیدو، بہن نے تڑپ کے پوچھا بھیا کیوں؟ کہا بعد شہادت یہ بے دین
دشمن اتار نہ لیں، بہن بھائی کا کفن لئے ہوئے آئی، حسینؑ نے پرانے لباس

کو دیا اور پارہ پارہ کر کے پہنا، پالنے والے فریاد، جس کیلئے عید کے دن کپڑے
آئے تھے تیری سرکار میں آنے کیلئے کپڑے بدل چکا، اجرکم علی اللہ" آگے
بڑھے سیدانیوں نے رخصت کرنے کیلئے حلقہ بنایا، حسینؑ بیچ میں آتے
اک ایک کے چہرے پہ نظر تھی، کہا دیکھو میرے غم میں صبر کرنا، اس کے بعد
ہاتھ اٹھائے عمامہ ہاتھوں پہ لیا، اے خدا انہیں میرے غم میں صبر دیدے،
حلقہ ٹوٹ گیا، حسینؑ آگے بڑھے، مگر دامن سے لپٹی سکینہؑ اس مجمع میں جو ایسے
لوگ بیٹھے ہوں جن کو اللہ نے لڑکیاں بھی دی ہوں وہ جانتے ہوں گے کہ
بیٹی باپ سے بڑا پیار کرتی ہے، سکینہؑ باپ کے دامن سے لپٹی ہوئی بابا
مجھے چھوڑ کر نہ جایئے، ارے میرے بابا ھائے مرے بابا
عزیزو جو میرے دل میں ہے کیسے سنادوں آپکو، بابا نہ جایئے،
کہا بیٹا لال صبر کرو، بیٹی دامن چھوڑدو، کہا اچھا بابا آپ کہتے ہیں دامن
چھوڑ دیتی ہوں، اور اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو مجھے نانا کے روضے پہ
پہونچا دیجئے، اے بالی سکینہؑ مدینہ جاکے کیا کیجئے گا، آپ کو تو شام میں
سونا ہے ھائے بیکس، ھائے باپ کے سینے پر سونے والی سکینہؑ قید
خانے میں گھٹ گھٹ کر مر گئیں
ہاں آج شب عاشور ہے رویئے" زینبؑ نے رکاب تھامی حسینؑ
گھوڑے پہ بیٹھے آگے بڑھے آواز دی حبیبؑ، زہیرؑ، مسلمؑ شاید کائنات تڑپ
گئی جب پکارا ارے مرے لال علی اکبرؑ، اب شاید جہانِ وفا میں تلاطم ہو
گیا جب آواز دی ارے مرے بھیا عباسؑ کہاں ہو اٹھو"، دل کو سنبھالا
آستینوں کو اٹھایا، دشمن کا لشکر سامنے آیا قیامت کی لڑائی لڑے حسینؑ صبح
سے شام تک کی لڑائی ایک طرف، اور اکیلے حسینؑ کی لڑائی ایک طرف، لڑتے

لڑتے آسمان پر نظر گئی نہ جانے کیا دیکھا کہ تلوار نیام میں رکھا، آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک جگہ آئے اور آن کے ٹھہر گئے، چاروں طرف سے دشمن نے گھیرا کسی نے نیزہ مارا، کسی نے تلوار کسی نے پتھر، خنجر تیر، مُنٹے ایک منٹ، اب حسینؑ پشت فرس پر جھومنے لگے ایک تیر سینے پہ آن کے لگا ایک نیزہ پہلو پہ لگا، گھوڑے سے زمین پہ گرے، شمر خنجر لئے آگے بڑھا، سیّدہؑ کا لال سدھار گیا وامحمّداؐ واعلیاؑ۔ واحسیناؑ۔ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ

اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی القَومِ الظّٰالِمِین،،

حضرت امام حسین علیہ السلام پر تفصیلی کتاب

ذبحِ عظیم (طبع جدید)

مؤلفہ: خان بہادر مولوی سیّد اولاد حیدر فوق بلگرامی اصاحب قبلہ

فضائلِ اہلبیت وفاتِ رسولؐ سے لے کر وفاتِ امام حسن تک کے حالات، بیعتِ یزید کے لئے معاویہ کی کوشش واقعاتِ کربلا کے اغراض و مقاصد و پیشین گوئیاں، مکہ معظمہ کے قیام سے لے کر روانگی عراق کے حالات، نو منزلوں کے حالات، شبِ عاشورہ، روزِ عاشورہ کے حالات، جناب عباسؑ کے مکمل حالات، بعدِ شہادتِ امام حسینؑ قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام، یزید کا انجام، ایران الحرم کی مکمل تفصیلات، بہتر۷۲ شہداء کی میدانِ کربلا میں قربانیوں کی تفصیلات، فلسفۂ شہادت، جہادِ حسینؑ، صبرِ حسین پر تفصیلی نظر، مدینہ سے کربلا تک، کربلا سے کوفہ تک، کوفہ سے مدینہ تک کے تاریخی حالات، خطباتِ امام حسینؑ، جناب زینبؑ۔

صفحات ۴۰۰۔ سائز ۲۰x۲۶ مجلد ریگزین، سنہری ڈائی۔ ہدیہ۔ روپے

آج ہی طلب فرمائیں

حیدری کتب خانہ ۱۴/۱۵ مرزا علی اسٹریٹ، امام باڑہ روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۹

حیدری کتب خانہ

نئی فہرست سنہ ۱۹۹۳ء

کتاب	روپئے	کتاب	روپئے
تحفۃ العوام حیدری (تمام علماء کے فتویٰ کے مطابق)	۷۵/-	دینیات نماز شیعہ اردو (مولانا فرمان علی)	۵/-
تہذیب اسلام (زیر طبع) مولانا مقبول احمد صاحب	۹۰/-	" " ہندی	۵/-
مفاتیح الجنان کلاں (شیخ عباس قمی)	۸۰/-	" " انگریزی (یوسف لالجی)	۸/-
صحیفہ کاملہ (مترجم علامہ مفتی جعفر حسین)	۷۵/-	استخارہ حیدری	۹/-
چودہ ستارے (مولانا نجم الحسن صاحب)	۷۰/-	پنجسورہ حیدری (مترجم مولانا فرمان علی)	۹/-
کوکب دری فضائل علیؑ (مولانا محمد صالح کشفی)	۸۵/-	حدیث کساء عربی اردو (مولانا وزیر حسن)	۴/-
ذبح عظیم حالات امام حسینؑ (زیر طبع) فوق بلگرامی	۵۰/-	دعائے نور (پاکٹ سائز)	۴/-
قرآن مجید فرمان علی رنگین ترجمہ (فینسی ایڈیشن)	۱۵۰/-	دعائے کمیل دعائے مشلول	۴/-
قرآن مجید مولانا مقبول احمد دو جلدیں	۲۷۵/-	ساری بیاض نوحہ لکھنے کی	۲۵/-
وظائف الابرار (مترجم فرمان علی صاحب)	۳۰/-	بیاض نجم — نوحہ و سلام (نجم آفندی)	۶/-
روحوں کا سفر (مترجم مرزا المستعا طہر صاحب)	۱۰/-	فاتح کربلا (پاکستانی) "	۵/-
علی ولی اللہ (عبد الکریم مشتاق)	۲۰/-	منظر بہ منظر کربلا (پاکستانی) " (ندیم سرور)	۶/-
چودہ مسئلے "	۱۸/-	ناصر ابن حسین (پاکستانی) " (سید رضی رضوی)	/-
طب معصومینؑ	۸/-	فریاد زینب (پاکستانی) " (ندیم سرور)	۶/-
طب امام رضاؑ	۸/-	سیلاب ماتم " " (خاور نوری)	۵/-
طب امام صادقؑ	۸/-	آفتاب ماتم " "	۵/-
تعقیبات نماز پنجگانہ بڑی (مولانا نذر محمد صاحب)	۱۸/-	پیغام حسین " " (خورشید نوری)	۳/-
تعقیبات نماز (پاکٹ سائز)	۵/-	ہاشمی کے نوحے " " (ہاشمی رامپوری)	۳/-
یا علی مدد کہنا شرک ہے (تصدق حسین بخاری)	۵/-	شمع حسین " " (ہاشم نوگانوی)	۳/-
میں شیعہ کیوں ہوا تھا (عبد الکریم مشتاق)	۵/-	فردوس غم (مرثیے انیس) (مراثی)	۶/-
وہی منصف وہی مجرم "	۹/-	خون کے آنسو نوحہ و سلام (محسن نواب)	۳/-
یار رسول غار ثور "	۹/-	روح عزا " " (متفرق)	۵/-
قرآن اور اہلبیتؑ (مجالس) مولانا طاہر جرولی	۲۵/-	کاروان ماتم " " (نجم آفندی)	۳/-
چالیس مجلس (مولانا قائم مہدی بارہ بنکوی)	۳۰/-	بین و بکا " " (سروش الہ آبادی)	۵/-
مجالس معصومینؑ	۱۲/-	تجلیات قمر (مرثیے قمر جلالوی)	۵/-
اخلاق الائمہ (مولانا ظفر حسن صاحب)	۱۵/-	ذخیرہ عملیات (زیر طبع) (مترجم عبد الواحد)	۴۵/-
مفاتیح الجنان (چھوٹی پاکٹ سائز)	۱۵/-	حیدری نکاح نامہ (رنگین پانچ کلر)	۱۵/-
ہم متعہ کیوں کرتے ہیں (عبد الکریم مشتاق)	۵/-	فاطمہ کا چاند ہندی (اختر حسن امروہوی)	۸/-
گلدستہ مراد (انیس جہاں حیدری)	۱۸/-	چالیس مجلس ہندی (زیر طبع) (مولانا قائم مہدی)	
انتخاب مراثی انیس (زیر طبع) (نسیم امروہوی)	۲۵/-	حیات بعد الموت (علامہ ظفر حسن صاحب)	۳/-